www.KitaboSunnat.com

بڑا مرتبہ ہے یا فلاں کی برکت سے یا بحرمتِ فلاں و فلاں مجھے فلاں چیز عطا فرما، میرے ساتھ ایسا معاملہ فرما، تو یہ بہت سے لوگوں کا معمول ہے، لیکن ایسا کرنا کسی صحابی یا تابعی یا سلف میں سے کسی سے منقول نہیں ہے کہ وہ اس طرح دعا کرتے ہوں، بعض علماء اور اکابر نے اس کی صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اجازت دی ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا، ہمیشہ کے لئے نہیں"[1]

زندہ ہستی سے بھی کسی ایسی چیز کا مطالبہ جو اسبابِ دنیاوی سے ماوراء ہو جائز نہیں

امام ابن تیمیہ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ کسی فوت شدہ بزرگ یا پیغمبر اور صاحبِ مزار سے سوال وطلب اور دعا کرنا جائز نہیں بلکہ کسی زندہ انسان سے بھی کسی ایسی چیز کا مطالبہ جو اسباب دنیاوی سے ماوراء اور قدرت کُنْ فَیَکُوْنُ سے متعلق ہو، یا ان امور سے تعلق رکھتی ہو جو صرف خدا کی قدرت اور ارادہ سے ہو سکتے ہیں، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص رکھا ہے، ان کے نزدیک ناجائز اور شرک ہے، اپنے رسالہ "زیارۃ القبور" میں فرماتے ہیں:-

"بندہ کا مطلوب اگر ان امور اور معاملات سے تعلق رکھتا ہے، جن پر صرف خدا کو قدرت حاصل ہے، اس کا غیر اللہ سے طلب کرنا خواہ وہ بادشاہ ہو، خواہ نبی، خواہ پیر یا بزرگ، خواہ زندہ ہو یا مردہ جائز نہیں، مثلاً اپنی یا جانوروں کی بیماری سے صحت طلب کرے، یا بغیر کسی معین جہت کے اپنے قرض کی ادائیگی چاہے، گھر والوں کی عافیت اور دنیا و آخرت کی بلاؤں کا دفع ہونا یا دشمن پر

[1] رسالہ زیارۃ القبور مشمولہ مجموعہ رسائل ص۱۰۶-۱۱۲ باختصار۔

توسّل کے بارے میں امام ابنِ تیمیہ کا مسلک مشہور و معلوم ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ان کی مستقل تصنیف "قاعدہ جلیلہ فی التوسّل والوسیلہ" لیکن اکثر ائمہ و علماء اس بارے میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں۔

فتح، قلب کی ہدایت، گناہوں کی مغفرت، جنت میں دخول، جہنم سے چھٹکارا، علم کا حاصل ہو جانا، قرآن کا پڑھ جانا، قلب کی درستی، اخلاق کی آراستگی، نفس کا تزکیہ وغیرہ وغیرہ، یہ سب امور ہیں، جو صرف خدا سے طلب کئے جا سکتے ہیں، یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی بادشاہ یا پیغمبر یا پیر سے یہ کہے، خواہ وہ مردہ ہو یا زندہ، کہ میرے گناہ بخش دیجئے، مجھے میرے دشمن پر فتح دیجئے، میرے مریض کو شفا دیجئے، مجھے عافیت عطا کیجئے، یا میرے گھر والوں اور میرے جانوروں کو سلامتی عطا ہو، اور اسی طرح کی دعائیں اور فرمائشیں، اگر کوئی شخص کسی مخلوق سے ان باتوں کا سوال کرے گا، خواہ وہ کوئی ہو، تو وہ مشرک ہے، اور انہی مشرکین کی جنس میں سے ہے، جو ملائکہ اور انبیاء کی عبادت کرتے تھے، اور ان کے بُتوں اور مورتیوں کی پرستش کرتے تھے، جو ان کی شکل پر انھوں نے بنا رکھی تھیں، اور جیسے نصاریٰ حضرت مسیحؑ اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ سے دعا کرتے تھے"[1]

واسطہ کی حقیقت

اس سلسلہ میں ایک بحث واسطہ کی پیدا کی جاتی ہے، اور جو لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا کسی ولی بزرگ اور مردِ صالح سے دعا کرنے یا سفارش کرانے کے مخالف ہیں، ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ واسطہ کے منکر ہیں، حالانکہ نبی خلق اور خالق کے درمیان واسطہ ہے، اور اس کے بغیر خدا تک پہنچنا امر محال ہے، امام ابنِ تیمیہ نے واضح طریقہ پر اس کا جواب دیا ہے، اور بتلایا ہے کہ واسطہ کے دو مفہوم ہیں، ایک مفہوم برحق اور متفق علیہ ہے، اور اس پر سارے دین کی بنیاد ہے، ایک مفہوم باطل، بے بنیاد اور اختراعی ہے، انھوں نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ "الواسطہ بین الخلق والحق" کے نام سے لکھا ہے، اس میں ارشاد فرماتے ہیں:-

[1] زیارۃ القبور ص۱۰۴-۱۰۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رسول کے واسطہ ہونے کا اگر مفہوم یہ ہے کہ مخلوق کے لئے ایک ایسا واسطہ ضروری ہے، جو اللہ کا حکم اور اس کا منشاء خلق خدا کو بتلاتا ہے تو یہ سراسر حق ہے، اس لئے کہ خلقِ خدا کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضیات، احکام، منہیات کے معلوم کرنے کا، اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں، اپنے دوستوں اور مقبول بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں رکھی ہیں، اور اپنے دشمنوں کے لئے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے، وہ ان کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتا، کون سے اسماء و صفات اللہ تعالیٰ کی ذات بے چوں و بے چگوں کے شایانِ شان اور مناسب ہیں، اور کون سے نامناسب، عقل تنہا اس کی معرفت سے عاجز و درماندہ ہے، یہ سب حقائق اور علوم صحیحہ محض انبیاء علیہم السّلام کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت و تعلیم کے لئے بھیجا ہے، یہ ایک ایسا بنیادی مسئلہ ہے، جس پر نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام اہلِ ملل یہود و نصاریٰ تک کا اتفاق ہے، وہ سب خلق و خالق کے درمیان اس طرح کے وسائط کے قائل ہیں، یہ وسائط خدا کے وہ پیغمبر ہیں، جنھوں نے اللہ کی طرف سے احکام و اطلاعات پہنچائیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ، (سورہ حج ـ ۷۵) فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی پیغام پہونچانے کے لئے چن لیتا ہے۔

جو ان واسطوں کا منکر ہے، وہ باتفاق تمام اہلِ ملل و ادیان کافر ہے"[1]۔

"اور اگر واسطہ کا مفہوم یہ ہے کہ حصول منافع و دفع مضرات کے لئے ایک ایسے واسطہ کی ضرورت ہے، مثلاً ایک ایسی شخصیت ضروری ہے، جو رزق، نصرت اور بھولے بھٹکے کو راستہ بتلانے میں خدا اور بندوں کے درمیان واسطہ ہو، لوگ اس سے ان سب چیزوں کا سوال کریں، اور وہ خدا سے لے کر دے، اور لوگ اسی سے امید باندھیں تو یہ پرلے درجہ کا شرک ہے، جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی

[1] الواسطہ بین الخلق والحق ص ۴۵-۴۶

تکفیر فرمائی ہے، کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے اولیاء و شفعاء کو اختیار کر رکھا تھا، جن کے ذریعہ سے وہ منافع حاصل کرتے تھے، اور مضرات سے بچتے تھے"[1]

عوام و جہلاء اور بہت سے خواص کا لعوام نے یہاں تک غلو کیا تھا کہ صرف حضرات انبیاء اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی نہیں، بلکہ عام اولیاء و صالحین کو اپنے اور خدا کے درمیان واسطہ بنا رکھا تھا، اور دعا و استعانت، توکل و رجاء سب کا تعلق انہی سے قائم کر رکھا تھا، امام ابن تیمیہ ان کے بارے میں یہی تفریق کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:۔

"انبیاء علیہم السلام کے علاوہ علم دین کے جو ائمہ اور پیشوا ہیں، ان کے بارے میں بھی یہی تفصیل ہے کہ جو شخص ان کو رسول اور امت کے درمیان واسطہ مانتا ہے، وہ رسول کے احکام و مسائل کے مبلغ اور معلم اور امت کے مربی و مقتدیٰ ہیں، اور نمونۂ عمل تو یہ بات بجا اور درست ہے، یہ ائمہ و علماء اگر کسی مسئلہ پر اجماع کر لیں تو ان کا اجماع حجت قطعی ہے، اس لئے کہ یہ سب گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتے اور اگر کسی مسئلہ میں ان کا اختلاف ہو تو اس کو وہ اس میں اللہ و رسول کی طرف رجوع کریں گے، اس لئے کہ ان میں سے کوئی شخص انفرادی حیثیت سے علی الاطلاق معصوم نہیں ہے، ان میں سے ہر ایک کے کلام میں تحقیق کا کچھ حصہ لیا جا سکتا ہے، اور کچھ ترک کیا جا سکتا ہے، صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ گرامی ہے، جو بالکل معصوم ہے، اور جن کا کوئی حکم و ارشاد قابلِ ترک نہیں۔

اور اگر کسی شخص کا یہ خیال ہے کہ یہ بزرگانِ دین اور ائمہ و علماء اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان اسی طرح سے واسطہ ہیں، جیسے بادشاہ اور رعیت کے درمیان حاجب و دربان ہوتے ہیں کہ یہی خدا تک اس کی مخلوق کی ضرورتیں پہونچاتے ہیں، اور اللہ ان ہی کے توسط سے اپنے بندوں کو ہدایت اور رزق عطا فرماتا ہے، مخلوق ان سے سوال کرتی ہے، اور وہ خدا سے سوال کرتے ہیں، جیسے

[1] الواسطہ ص ۴۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادشاہوں کے حاجب و دربان رعیت کی ضرورتیں ان سے طلب کرتے ہیں، لوگ براہ راست بادشاہ سے سوال نہیں کرتے اس کو بے ادبی سمجھتے ہیں، وہ ان حاجبوں سے سوال کرتے ہیں اس لئے کہ ان سے طلب کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے، کیونکہ وہ بادشاہ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، اور طالب اتنا قریب نہیں ہوتا، اور جو شخص اس نوعیت کے وسائط کا قائل ہے، اور اس معنی میں بزرگانِ دین اور علماء و صلحاء کو واسطہ مانتا ہے، وہ کافر و مشرک ہے، اس سے توبہ کرانی واجب ہے، اگر توبہ کرلے تو خیر ورنہ قتل کر دیا جائے، یہ درحقیقت تشبیہ میں گرفتار ہیں، کیونکہ انھوں نے مخلوق کو خالق کا مشابہ سمجھ رکھا ہے، اور اللہ کے ہمسر اور نظیر ٹھہرا رکھے ہیں۔"[1]

مشاہد بدعتِ قبیحہ ہیں

امام ابنِ تیمیہ ان مشاہد اور زیارت گاہوں کے سخت مخالف ہیں، جو پورے عالمِ اسلام میں شرک و بدعت، فسق و فجور اور انواع و اقسام کے منکرات کا مرکز بن گئی تھیں، اور جنھوں نے عالمِ اسلام میں ایک فتنۂ عظیم کی شکل اختیار کر لی تھی، اور کہتے ہیں کہ یہ شریعت کی صریح مخالفت، اور پچھلے زمانہ کی ایک مکروہ بدعت ہے "الرد علی البکری" میں فرماتے ہیں:۔

"یہ مسجدیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں، جن کو مشاہد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ ایک بدعت ہے، جو لوگوں نے اسلام میں پیدا کی ہے، ان کی طرف سفر کر کے جانا بھی ایک رواج ہے، جس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں، اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں جن کی خیر و فضیلت کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے، ان کا وجود نہ تھا، بلکہ صحیح احادیث میں آپ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے اس سے ڈرایا، اور منع فرمایا، بخاری کی حدیث ہے کہ "لعن اللہ الیھود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد" (اللہ

[1] الواسطہ ص۴۸

یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبور کو مساجد بنا لیا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا تو قبر مبارک کو کھلے میدان میں کر دیا جاتا لیکن آپ کو یہ ناپسند تھا کہ اس کو مسجد بنا لیا جائے، اسی طرح سے یہ بھی صحیح حدیث ہے کہ آپ نے وفات سے پانچ روز پہلے فرمایا:۔

من کان من قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انھاکم من ذلک۔[1]	جو لوگ تم سے پیشتر تھے، وہ قبور کو مساجد بنا لیا کرتے تھے، دیکھو یاد رکھنا قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔

آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

"جب مسلمانوں نے "تستر" فتح کیا تو وہاں حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر ان کو ملی، اہلِ شہر وہاں بارش کی دعا کرتے تھے، اور پانی مانگتے تھے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی، آپ نے لکھا کہ دن کو تیرہ قبریں کھودو، اور رات میں ان کو ان میں سے کسی ایک میں دفن کر دو تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں، اور ان سے بارش کا سوال نہ کریں حقیقۃً یہی صحابۂ کرام کا طریق تھا، اسی لئے صحابہ و تابعین کے زمانہ میں سرزمینِ اسلام میں ایک مسجد بھی ایسی نہیں پائی جاتی تھی، جو کسی قبر پر تعمیر کی گئی ہو، اور نہ کہیں کوئی مشہد تھا جس کی زیارت کی جائے، نہ حجاز میں، نہ یمن میں، نہ شام میں، نہ مصر، عراق، خراسان میں۔"[2]

ایک دوسری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قبور کی طرف حج کر کے جانے والوں اور ان کو عبادت گاہ اور مساجد اور میلہ کی جگہ بنانے والوں کا صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں سراغ نہیں لگتا، اسلام میں نہ کوئی ایسی قبر اور مشہد تھا جس کی طرف حج کر کے جایا جائے، یہ تین صدیوں کے بعد کی پیداوار ہے، بدعت کی

[1] الرد علی البکری ص۲۳۴ [2] ایضاً ص۲۸۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاصیت ہی یہ ہے کہ اس میں جس قدر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہوتی ہے اسی قدر دیر میں اس کا ظہور ہوتا ہے، شروع میں وہ بدعات ظاہر ہوتی ہیں جن کی مخالفت اتنی واضح اور جلی نہیں ہوتی۔"[1]

مشاہد کے موجد باطنی و روافض ہیں

ان کی تحقیق ہے کہ ان مشاہد و مزارات کی بدعت اور دعوت روافض اور باطنیہ نے شروع کی، اور ان کے بارے میں احادیث وضع کیں، اس لئے کہ ان کو حقیقی دلچسپی اپنے ائمہ کے مزارات و مشاہد سے ہے، فرماتے ہیں:۔

"سب سے پہلے جنھوں نے ان مشاہد کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی فضیلت میں حدیثیں وضع کیں وہ روافض وغیرہ دوسرے اہلِ بدعت تھے جن کا دستور یہ ہے کہ مساجد کو ویران کرتے ہیں، اور مشاہد کو جن میں شرک، کذب اور ایک نئے دین کی اختراع ہوتی ہے، پر رونق اور آباد رکھتے ہیں، اور توقیر و تعظیم کرتے ہیں، کتاب و سنت میں مشاہد کے بجائے مساجد کا جا بجا تذکرہ ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ	کہہ دو میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے، اور
عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ	ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے کرو اور اس کے
الدِّیْنَ ؕ (سورۂ اعراف۔۲۹)	خالص فرمانبردار ہو کر اسے پکارو۔
وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ	اور بیشک مسجدیں اللہ کے لئے ہیں پس تم اللہ کے
اَحَدًا ۝ (سورۂ جن۔۱۸)	ساتھ کسی کو نہ پکارو۔
اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ	اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت

[1] الرد علی الاخنائی ص۱۰۲

وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ (سورۂ توبہ۔۱۸)	کے دن پر ایمان لایا۔
وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ؕ	اور ان سے مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں
(سورۂ بقرہ۔۱۸۷)	معتکف ہو۔
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ	اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جس نے اللہ کی
فِیْهَا اسْمُهٗ۔ (سورۂ بقرہ۔۱۱۴)	مسجدوں میں اس کا نام لینے کی ممانعت کر دی۔

نیز صحیح حدیث سے یہ ثابت ہے کہ آپ ارشاد فرماتے تھے "ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور مساجد، الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انهاکم عن ذلک" (تم سے پہلے جو لوگ تھے۔ یہود و نصاریٰ۔ وہ قبروں کو مساجد بنا لیا کرتے تھے، دیکھو یاد رکھنا قبروں کو مسجد نہ بنانا، میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں)[1]

اکثر مشاہد و مزارات جعلی ہیں

امام ابن تیمیہ کی تحقیق ہے کہ ان مشاہد اور مشہور زیارت گاہوں میں سے اکثر جعلی اور فرضی ہیں، وہ اس سلسلہ میں کیسی اچھی بات لکھتے ہیں کہ چونکہ مشاہد و مزارات کے جاننے اور پہچاننے پر شریعت کا کوئی دار و مدار نہیں ہے، اور یہ اس دین میں داخل نہیں ہے جس کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے ضمانت کی ہے، اس لئے اس میں کثرت سے جعل اور فریب ہوا ہے، اور بہت سے مزارات اور مشاہد محض بے حقیقت اور بے اصل ہیں، اور مخلوق کی مخلوق ان کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:۔

وکثیر من المشاهد کذب وکثیر منها	مشاہد میں سے بہت سے محض جعلی ہیں اور بہت سے
مشکوک فیه وسبب ذلک ان معرفة	مشکوک ہیں اس سلسلہ میں لوگ کیوں اس قدر غلط فہمیوں

[1] الرد علی الاخنائی ص۴۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للمشاهد ليست من الدين الذي تكفل الله بحفظه لعدم حاجتهم إلى معرفة ذلك۔[1]

کا شکار ہوئے اس کا راز یہ ہے کہ مشاہد کی شناخت اور معرفت اس دین کا کوئی حصہ نہیں جس کے محفوظ رہنے کی اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری لی ہے کیونکہ امت کو ان معلومات اور تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے، اور اس پر دین کا کوئی کام موقوف نہیں ہے۔[2]

مشاہد و مزارات پر حصول مقصد کے افسانے

اس سلسلہ میں ایک بڑا فتنہ یہ پھیل رہا تھا کہ ان مشاہد اور زیارت گاہوں میں بڑے بڑے مریضوں کو شفا ہوتی ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں، لوگ اس سلسلہ میں اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے بیان کرتے تھے، امام ابن تیمیہ کو اللہ تعالیٰ نے رسوخ فی الدین اور ایمان و یقین کا جو مقام عطا فرمایا تھا، اس کی بنا پر وہ ان افواہوں اور دعووں سے متأثر ہونے والے نہیں تھے، اور قطعیاتِ دین اور منصوصاتِ کتاب و سنت کو ان روایات و بیانات کی بنا پر نہیں چھوڑ سکتے تھے، انھوں نے اپنی خداداد فراست اور دینی فہم سے کام لیا اور ثابت کیا کہ یہ سب توہمات اور بے اصل باتیں ہیں، اس سلسلہ میں زیادہ تر جانوروں کے شفایاب ہونے کے واقعات بیان کئے جاتے تھے، امام ابن تیمیہ نے اس کی جو وجہ بیان کی ہے، وہ بہت عجیب و غریب، اور بصیرت افروز ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :-

---

[1] الرد علی البکری ص۳۱۲ [2] مزارات و مشاہد کے بکثرت جعلی ہونے کے متعلق امام ابن تیمیہ نے جو کچھ لکھا ہے، تاریخ و تحقیق سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، مثال کے طور پر قاہرہ میں سیدنا حسین رض کے سر مبارک کا مدفن، مدفن سیدہ زینب، مدفن سیدہ سکینہ، نجف میں حضرت علی رض کا مدفن، دمشق میں ازواجِ مطہرات کے مدفن اور ہندوستان کے بعض بعض مشہور مزارات مثلاً لاہور میں حضرت سید علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش کا مزار تاریخی اعتبار سے مشکوک ہے۔

"قاہرہ میں ایک گروہ عبیدیین (مشہور بفاطمیین) کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ وہ اولیائے صالحین میں سے تھے، میں نے جب ان سے کہا کہ وہ تو منافق و زندیق تھے، اور ان میں سب سے کم اور ہلکے درجے کے وہ تھے جو رافضی تھے، تو ان کو بڑا تعجب ہوا، اور وہ کہنے لگے کہ ہم تو ایسے گھوڑوں کو جن کے پیٹ میں درد ہوتا ہے، ان کے مشاہد و مزارات پر لے جاتے ہیں، اور وہ وہاں اچھے ہو جاتے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ یہ تو ان کے کفر کی سب سے بڑی دلیل ہے، میں نے بعض سائیسوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم شام اور مصر میں جب گھوڑوں کے پیٹ میں درد ہوتا ہے تو ان کو کہاں لے جاتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم شام میں ان قبروں کے پاس لے جاتے ہیں جو اسماعیلیوں کے علاقہ میں ہیں، جیسے "علیقہ اور منیقہ" وغیرہ اور مصر میں ہم عیسائیوں کی ایک خانقاہ میں لے جاتے ہیں، اور عبیدیوں کی قبر پر، میں نے کہا کیا تم ان کو صلحائے مسلمین کی قبروں کے پاس بھی لے جاتے ہو، مثلاً حضرت لیث بن سعد، امام شافعی، ابن القاسم وغیرہ؟ انھوں نے کہا نہیں! میں نے ان عقیدتمندوں سے کہا کہ لو سنو، یہ ان گھوڑوں کو کفار و منافقین کی قبروں کے پاس لے جاتے ہیں، اور ان کو شفا ہوتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر قبر میں عذاب ہو رہا ہے، اور جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چوپائے اور بہائم مُردوں کی آوازیں سنتے ہیں تو جب یہ گھوڑے اس قسم کی آوازیں سنتے ہیں گھبرا جاتے ہیں، اور اسی گھبراہٹ اور ہیبت سے ان کے پیٹ پانی ہو جاتے ہیں، اور وہ پاخانہ کر دیتے ہیں، اس لئے کہ ہیبت و دہشت سے اکثر اسہال ہو جاتا ہے، ان کو اس پر بڑا تعجب ہوا، میں اکثر لوگوں سے یہی سبب بیان کرتا تھا، اور مجھے علم نہیں تھا کہ کسی اور نے بھی یہ بات لکھی ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ بعض علماء نے یہی سبب بیان کیا ہے۔"[1]

مشرکین کے لئے شیاطین کا تمثل

خود صالحین اور اولیاء کی قبروں پر حصول مقصود اور کامیابی کے جو واقعات بیان کئے جاتے

---

[1] الرد علی البکری ص۳۱۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، نیز صاحبِ مزار کی زیارت، گفتگو وغیرہ کے واقعات نقل کئے جاتے ہیں، امام ابنِ تیمیہ اس کی دوسری وجہ بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں:۔

"بعض لوگوں نے اپنے شیخ کی دُہائی دی، اور ان کو ان کی صورت نظر آئی، اور بعض اوقات انھوں نے ان کا کوئی کام بھی کر دیا، اس سے ان کو یہ عقیدہ ہوا کہ شیخ خود آئے یا یہ کوئی فرشتہ تھا، جو ان کی صورت میں ظاہر ہوا، اور یہ ان کی کرامت ہے، اس سے اس کا مشرکانہ عقیدہ اور راسخ اور غلو اور ترقی کر جاتا ہے، اس کو معلوم نہیں کہ اس طرح کی باتیں اور معاملات شیاطین بُت پوجنے والوں کے ساتھ بھی کرتے رہتے ہیں، وہ ان بُت پرستوں کے سامنے اکثر ظاہر ہوتے ہیں، اور بعض غیبی باتیں ان کو بتلاتے ہیں، اور ان کے بعض مطلب بھی پورے کر دیتے ہیں، لیکن یہ سب امور دورِ اخیر کی پیداوار ہیں، جن کا خیر القرون میں کوئی وجود نہ تھا۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"شیاطین اکثر اس شخص کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، جن کی دہائی دی جائے، مجھ سے بہت سے شیوخِ طریقت کے متعلقین نے یہ واقعات بیان کئے اور ایک جماعت کثیر نے مجھ سے نقل کیا کہ انھوں نے بعض زندہ انسانوں اور بعض مردوں سے فریاد کی تو انھوں نے اسی طرح کے واقعات دیکھے، یہ بات پورے طور پر عیاں ہو گئی کہ شیاطین انسانوں کو اپنے مقدور بھر گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر وہ شخص دینِ اسلام سے ناآشنا ہوتا ہے تو اس کو کھلے شرک اور خالص کفر میں مبتلا کر دیتے ہیں، اس کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اللہ کا ذکر نہ کرے، شیطان کا سجدہ کرے، اس کے لئے قربانی پیش کرے، اور اس کو مُردار کھانے اور خون پینے کا حکم دیتے ہیں اور کھلی بے حیائیوں کے ارتکاب پر آمادہ کرتے ہیں، یہ ان شہروں میں بکثرت ہوتا ہے، جہاں یا تو محض کفر پایا جاتا ہے، یا کمزور سا اسلام، نیز ان اسلامی شہروں میں جہاں کے لوگوں کا ایمان ضعیف ہوتا ہے، چنانچہ مصر و شام میں بھی ایسا ہوا،

اور تاتاریوں کے قبول اسلام سے پہلے تو ان میں بکثرت ایسے واقعات پیش آتے تھے، جس قدر اسلام کی ان میں اشاعت ہوتی گئی، اس کی حقیقت سے وہ آشنا ہوتے گئے، اسی قدر شیاطین کے اثرات کمزور پڑتے گئے۔"[1]

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ صرف صالحین کے ساتھ ہی یہ معاملہ پیش نہیں آتا، بلکہ ستارہ پرستوں کو ایسی باتوں سے سابقہ پڑتا ہے، اور ان کو اس طرح کے احساسات اور فتوحات حاصل ہوتے ہیں، فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ کواکب سے دعا کرتے ہیں، ان پر ایسی صورتیں نازل ہوتی ہیں، جن کو کواکب کی روحانیت کہتے ہیں، حالانکہ وہ شیطان ہوتا ہے، جو اس کے شرک کی بنا پر اس کو گمراہ کرنے کے لئے نازل ہوتا ہے جیسے کہ بعض اوقات شیاطین بتوں اور مورتیوں کے اندر گھس جاتے ہیں، اور بعض اوقات لوگوں سے باتیں کرتے ہیں، اور بعض اوقات مجاوروں اور پوجا پاٹ کرنے والوں کو دکھائی دیتے ہیں، اور دوسروں کو بھی دکھائی دیتے ہیں۔"[2]

امام ابنِ تیمیہ کا اصلاحی کارنامہ اور اس کے اثرات

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری (جس کی مردم خیزی و مردم آفرینی کا تذکرہ کتاب کے شروع میں گزر چکا ہے) اگرچہ اکابر علماء و شیوخ سے معمور تھی، اور تصنیف و تالیف وعظ و ارشاد اور دعوت و تبلیغ کا کام پوری قوت سے جاری تھا، اس میں شبہہ کی گنجائش نہیں کہ علمائے راسخین اور کتاب و سنت کے حاملین نے اس شرک صریح اور "جاہلیت وثنیہ" کو کسی طرح گوارا نہیں کیا ہوگا، اور زبان و قلم سے ضرور اس کی مخالفت کی ہوگی لیکن ایسے علمائے کبار جنھوں نے اس صورتِ حال کے خلاف علم جہاد بلند کیا، اور اپنے گرانقدر علمی مشاغل و مباحث کے باوجود اس فتنۂ کبریٰ کے مقابلہ کے لئے میدان میں آئے اور

---

[1] تفسیر سورۂ اخلاص ص۱۱۵ [2] کتاب النبوات ص۲۷۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوام کو خطاب کیا اور اس شرک صریح کی تردید و مخالفت کو اپنا موضوع اور مقصد زندگی بنایا، یا تو نہیں تھے، یا تاریخ کے منظر عام پر نہیں ہیں، یا ان کی بہت ممتاز اور بلند شخصیت نہیں تھی، اور انھوں نے اس موضوع پر کوئی ایسا وقیع علمی ذخیرہ یادگار نہیں چھوڑا، جو ان کی شخصیت اور اصلاحی کارنامہ کی یاد تازہ کرتا رہے، درحقیقت اس فتنۂ عالم آشوب کے مقابلہ اور عقیدۂ توحید کی توضیح و تشریح اور احیاء و تجدید کے لئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی جیسی طاقتور اور بلند شخصیت کی نیز ان مشرکانہ عقائد و رسوم کے تفصیلی جائزہ اور احتساب اور مدلل و پرزور تردید کی ضرورت تھی، جو مسلم معاشرہ پر حاوی ہوتے جارہے تھے، توحید کا مزاج ہی یہ ہے کہ وہ تاویل اور عوام کی رعایت کے ساتھ نہیں چل سکتی، اس کے لئے تو انبیاء علیہم السلام کی واشگاف تقریر اور فیصلہ کن اور غیر مبہم طرز خطاب کی ضرورت ہے، جو بالکل "فرقان" کی شان رکھتا ہو، امام ابن تیمیہ نے اپنے زمانہ میں نیابتِ انبیاء کا فرض انجام دیا، اور "فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ" پر عمل کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان عقائد و رسوم میں جو جہالت غیر مسلموں کے اختلاط و صحبت اور فرقِ ضالہ اور اہلِ غرض کے اثر سے پیدا ہوگئی تھی، ایک عام تزلزل پیدا ہوگیا، اسلام کا عقیدۂ توحیدہ جو انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد اور ان کی دعوت کا نقطۂ مرکزی ہے، ایک بار پھر نکھر کر اور منقح ہو کر سامنے آگیا "لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ" امام ابن تیمیہ کے اصلاحی کارناموں میں سے اگر صرف یہی ایک کارنامہ ہوتا تو ان کے مقامِ تجدید اور دعوت و عزیمت کے ثبوت کے لئے کافی تھا۔

ان کی کتابوں کے اثر سے ان کے بعد بھی وقتاً فوقتاً ایسے اربابِ دعوت و عزیمت پیدا ہوتے رہے جنھوں نے اپنے اپنے زمانہ کے مشرکانہ عقائد و رسوم اور "جاہلیت وثنیہ" کے خلاف عَلَمِ جہاد بلند کیا اور "أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ" کا آوازہ اس بلند آہنگی سے بلند کیا کہ عالمِ اسلام کے دشت و جبل اس سے گونج اٹھے۔

فلسفہ و منطق و علم کلام کی تنقید

اور

کتاب و سنت کے طرز و اسلوب کی ترجیح

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کا دوسرا علمی و اصلاحی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنے زمانہ میں فلسفہ و منطق و علم کلام کی مفصل تنقید کا فرض انجام دیا، اور ان کے مقابلہ میں مدلل طریقہ پر کتاب و سنت کے طرز و اسلوب کی برتری ثابت کی، ان کے اس کارنامہ کی عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ فلسفہ و منطق کو اس وقت عالمِ اسلام میں کیا مقام اور ذہن و افکار پر کیسا تسلط حاصل تھا، اور انھوں نے کس ماحول میں یہ کارنامہ انجام دیا۔

فلسفۂ یونان کا عالمِ اسلام پر اثر و اقتدار

یونانی فلسفہ و منطق کی کتابوں کے ترجمہ کا کام خلیفۂ منصور کے زمانہ (تقریباً ۱۳۶ھ) سے شروع ہوگیا تھا، معتزلہ نے ان کتابوں کا مطالعہ اور ان سے استفادہ کیا تھا، ان کی کتابوں میں فلسفۂ یونان کی اصطلاحات کا استعمال اسی زمانہ سے شروع ہوگیا تھا، لیکن علوم یونان کا اصل فروغ مامون کے زمانہ سے شروع ہوا، مامون نے ترجمہ کی تحریک کی شاہانہ سرپرستی کی، وہ بذات خود یونانی علوم کا بڑا قدردان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حریص تھا، صاعد اندلسی نے "طبقات الامم" میں لکھا ہے کہ "اس نے شاہانِ روم سے حکمائے یونان کی کتابوں کی فرمائش کی، انھوں نے افلاطون، ارسطو، بقراط، جالینوس، اقلیدس اور بطلیموس وغیرہ کی تصنیفات تحفۃً بھیجیں اور مامون نے بڑے اہتمام سے ان کا ترجمہ کرایا، اور لوگوں کو ان کے مطالعہ کی ترغیب دی، اس کے زمانہ میں ان کتابوں کا عام چلن ہوگیا، اور فلسفہ نے عروج حاصل کیا، اس کی قدردانی کی وجہ سے ذہین و ذکی نوجوانوں اور اہلِ علم نے ان مضامین پر عبور پیدا کیا، اور اپنی اپنی جنس کمال مامون کے ہنر پرور دربار میں لے کر آئے اور انعام واکرام و مراتب و مناصب سے سرفراز ہوئے، اس طرح سلطنتِ عباسیہ ان علوم میں رومۃ الکبریٰ کی ہمسر و ہم چشم نظر آنے لگی"[1]

ترجمہ کا یہ کام مامون کے بعد تک جاری رہا، اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک یونان کے علمی ذخیرہ کا بڑا حصہ عربی میں منتقل ہو چکا تھا۔[2]

اس علمی ذخیرہ میں اگرچہ افلاطون اور دوسرے حکمائے یونان کی تصنیفات و تحقیقات بھی تھیں، لیکن شاید مترجمین (جو زیادہ تر نسطوری اور یعقوبی، عیسائی اور جندیسابور اور حران کے علمائے فلسفہ تھے) کے ذاتی رجحان کی وجہ سے یا اس بنا پر کہ ارسطو کا زمانہ قریب تر ہے اور اس کی تصنیفات میں فلاسفۂ متقدمین کے مباحث زیادہ مدون و مرتب ہیں، ارسطو کی کتابوں نے عالم اسلامی کے علمی و درسی حلقوں میں زیادہ قبولیت و رواج حاصل کیا، اور بالآخر وہی فلسفۂ یونان کا نمایندہ اور وکیل اور عالمِ اسلام میں فلسفہ کا رمز اور نشان بن کر رہ گیا، عالمِ اسلام کی بدقسمتی تھی کہ حکمائے یونان میں سے اس کے حصہ میں وہ فلسفی عالم آیا، جو بہت سے اسباب و وجوہ کی بنا پر (جن میں سے بعض کی تفصیل امام ابن تیمیہ کے بیانات و انتقادات میں آئے گی) ادیان سماوی کی روح اور دینی مفاہیم و تصورات و حقائق سے زیادہ بعید و ناآشنا اور مادی فکر و نظر کا پرجوش حامی و داعی ہے۔

[1] طبقات الامم ص ۴۷ [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، فہرست ابن ندیم، طبقات الاطباء (ابن ابی اصیبعہ) اخبار الحکماء قفطی وغیرہ

فلسفہ کا دورِ تقلید

ابتداء میں عالمِ اسلام کے علمائے فلسفہ نے ارسطو کے فلسفہ و منطق کو آنکھ بند کر کے قبول کرنے سے انکار کیا، اور اس کو تنقید و تحقیق سے بالاتر اور مستغنی نہیں سمجھا، بہت سے علماء نے اس کی تردید میں کتابیں لکھیں، اور اس کے فلسفیانہ و منطقی مباحث پر آزادانہ و ناقدانہ نظر ڈالی، اور جو چیز ان کو مخدوش اور کمزور نظر آئی، بر ملا اس کا اظہار کیا، اس سلسلہ میں ابتدا میں معتزلہ پیش پیش تھے، ان میں سے نظام اور ابو علی جبائی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، تیسری صدی میں حسن بن موسیٰ نوبختی نے "کتاب الآراء والدیانات" لکھی، اور اس میں ارسطو کی منطق کے بعض اہم مسائل کا رد کیا، چوتھی صدی میں امام ابوبکر باقلانی نے "دقائق" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں فلسفہ کا رد لکھا، اور یونانیوں کی منطق پر اہلِ عرب کی منطق کی ترجیح ثابت کی، پانچویں صدی میں علامہ عبدالکریم شہرستانی (صاحب "الملل والنحل") نے برقلس اور ارسطو کے رد میں ایک کتاب لکھی اور قواعد منطق کے موافق ان پر دلائل کا نقض کیا، اسی صدی کے آخر میں امام غزالی فلسفہ کے تد مقابل ہوئے، اور انھوں نے "تہافۃ الفلاسفہ" کے نام سے وہ کتاب لکھی جس سے سو برس تک فلسفہ کے ایوان میں تزلزل رہا[1]، چھٹی صدی میں ابوالبرکات بغدادی نے اس سلسلہ کو بڑی ترقی دی، اور "المعتبر" کے نام سے ایک معرکۃ الآراء کتاب لکھی جس میں اکثر مسائل میں ارسطو کے خیالات کو غلط ثابت کیا، اس صدی میں امام رازی نے متکلمین اسلام اور اشاعرہ کا وکیل بن کر فلسفہ کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنالیا۔

لیکن عالمِ اسلام کا وہ علمی حلقہ جو فلسفۂ یونان کا اصل علم بردار اور ترجمان سمجھا جاتا تھا، ارسطو کی شخصیت و عظمت سے مسحور تھا، اور ایک طرح اس کو تنقید و تحقیق سے بالاتر سمجھتا تھا، زمانہ کے ساتھ ساتھ علمائے فلسفہ کی ارسطو کی ذات کے ساتھ یہ گرویدگی اور شیفتگی بھی بڑھتی جارہی تھی، اور فلسفہ کے حلقوں

[1] تفصیل تاریخ دعوت و عزیمت حصہ اول میں ملاحظہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ارسطو رفتہ رفتہ تقدس وعظمت کے مقام پر فائز ہوتا جارہا تھا، ہر بعد کا فلسفی اپنے پیشرو سے اس عظمت وتقدیس میں فائق اور مقدم نظر آتا ہے، ابونصر فارابی (م ۳۳۹ھ ۔ ۹۵۰ء) افلاطون وارسطو کی نسبت لکھتا ہے:۔

یہ دونوں حکیم فلسفہ کے موجد اور اس کے مبادی	وکان ھذان الحکیمان ھما مبدعان
واصول کے بانی و مرتب ہیں، اور فلسفہ کے	للفلسفۃ ومنشآن لاوائلھا واصولھا
مسائل ومباحث میں تمام تر انہی دونوں پر	ومتمّمان لأواخرھا وفروعھا، وعلیھما
بنیاد ہے۔	المعوّل فی قلیلھا وکثیرھا۔[۱]

بوعلی سینا (م ۴۲۸ھ) فارابی سے بھی زیادہ ارسطو کی عظمت کا قائل اور کلمہ گو ہے، وہ "منطق الشفاء" میں لکھتا ہے کہ "ارسطو کو اتنا زمانہ ہوا لیکن آج تک اس کے ان مسائل وتحقیقات پر کچھ اضافہ نہ ہوسکا۔"[۲]

بوعلی سینا کے بعد فلسفہ کے حلقہ نے ابن رُشد (م ۵۹۵ھ) سے بڑا عالم اور وکیل پیدا نہیں کیا، ارسطو کی عظمت وتقدیس میں اس کا قدم بوعلی سینا سے بھی آگے ہے، اور اگر اس موقع پر تصوف کی اصطلاح (دخل در معقولات نہ ہو تو) یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کو ارسطو کی ذات میں فنا فی الشیخ کا درجہ حاصل ہے، اس کا ایک سوانح نگار اس کی اس خصوصیت کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے:۔

ارسطو کی عظمت وتقدیس کے سلسلہ میں ابن رشد	اما تمجید ابن رشد لارسطو
اتنا آگے ہے جس کی کوئی انتہا نہیں، یہاں تک کہ	فلاحدّ لہ فیکاد یولّھہ، وقد
وہ اس کو خدا بنانے کی حد تک پہونچ گیا اور عقل	وضع لہ اوصافًا تجعلہ فوق
وفضل کے اندر انسانی کمال کے درجات سے بھی	درجات الکمال الانسانی عقلًا وفضلًا،
بہت اونچے اس کے اوصاف بیان کئے اور اگر	ولو کان ابن رشد یقول
ابن رشد تعدد آلہہ کا قائل ہوتا تو وہ ارسطو کو	بتعدّد الآلھۃ لجعل ارسطو

۱؎ الجمع بین رای الحکیمین ۲؎ مضمون "فلسفۂ یونان اور اسلام" از مولانا شبلی نعمانیؒ الندوہ جلد ۱، بحوالہ منطق الشفاء۔

رب الارباب بنا دیتا۔	رب الارباب۔[۱]

ساتویں صدی میں فلسفہ کے حلقہ میں نصیر الدین طوسی (م ۶۷۲ھ) کی شخصیت نمایاں ہوتی ہے، جن کو فلسفہ کے مدرسی حلقہ نے محقّق طوسی کے لقب سے یاد کیا ہے، یہ وہ زمانہ تھا کہ تاتاریوں کے حملے اور بغداد کے سقوط نے عالم اسلام کو بے حواس بنا رکھا تھا، اور ایک عام علمی زوال پورے عالمِ اسلام پر سایہ فگن تھا، اس وقت نصیر الدین طوسی ہی (جو ہلاکو خاں کے مقرب ومعتمد تھے) یونانی علم وفلسفہ کے علم بردار تھے، انہی کے شاگردوں نے (جن میں قطب الدین شیرازی اور ان کے ہم نام قطب الدین رازی خاص طور پر نامور ہیں) درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا کام سنبھالا اور انہی سے ایران کے اس طرزِ تعلیم کی بنیاد پڑی، جس میں فلسفہ ومنطق کو مرکزی مقام حاصل تھا۔[۲] نصیر الدین طوسی اس مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے، جو ارسطو کو عقلِ کُل کا درجہ دیتا تھا، اور اس کی تحقیقات کو حرفِ آخر سمجھتا تھا، انھوں نے امام رازی کے مقابلہ میں ارسطو کے فلسفہ کی زور شور سے حمایت ومدافعت کی تھی، اور ارسطو کے فلسفہ میں نئی جان ڈال دی تھی۔

فلسفہ ومنطق کا علمی محاسبہ اور ابن تیمیہ کا کارنامہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ نصیر الدین طوسی کی وفات سے دس برس پہلے پیدا ہوئے، ان کی علمی زندگی کا آغاز ہوا تو نصیر الدین طوسی اور ان کے تلامذہ کے اثر سے یونانی فلسفہ ومنطق یعنی ارسطو کے فلسفہ ومنطق کا طوطی بول رہا تھا، اس کے مسائل ومباحث کے سمجھ لینے ہی کو منتہائے ذکاوت اور معیار فضیلت سمجھا جاتا تھا، کسی کو اس کے مقابلہ میں یا اس کی مخالفت میں لب کشائی کی جرأت نہ تھی، محدثین وفقہاء اس میدان کے حریف نہیں تھے، وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے تھے کہ اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیں، مگر اس سے

۱؎ تاریخ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب (لطفی جمعہ) صفحہ ۱۵۵ ۲؎ علامہ سید شریف جن سے زمانہ مابعد میں تعلیم وتعلّم کا سلسلہ پھیلا، قطب الدین رازی کے شاگرد تھے، انہی کا سلسلہ ہندوستان پہونچا جس کی ترقی یافتہ یا بگڑی ہوئی شکل یہاں کا درس نظامی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سیلاب رک نہیں سکتا تھا، عالمِ اسلام کے علم وفکر پر اس کا رعب چھایا ہوا تھا، اس مرعوبیت سے ایک حلقہ میں (جو فلسفہ سے قریب، اور براہِ راست تعلق رکھتا تھا) تشکک وارتیابیت کا دور دورہ تھا، اور سوفسطائیت (حقائق اشیاء کا انکار) کا رجحان بھی پایا جاتا تھا، جو حلقہ اس سے براہِ راست تعلق نہیں رکھتا تھا، احساس کہتری اور مرعوبیت کا شکار تھا، اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے فلسفہ ومنطق کے بے لاگ علمی محاسبے اور جائزے، اور اس کی علمی کمزوریوں کا پردہ فاش کرنے کی ضرورت تھی، وقت کی یہ ضرورت شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے پوری کی، اور اس کو مستقل موضوع بنا کر یونانی فلسفہ وحکمت کی مفصّل ومدلّل تنقید اور اس کے علمی محاسبے کا کام انجام دیا، اور ایک ایسی شخصیت (ارسطو) سے حریفانہ گفتگو اور علمی مناظرہ کیا، جس کو علمائے فلسفہ مافوق البشر ہستی اور تنقید وتردید سے بالاتر سمجھنے لگے تھے۔

ان کے کام کی نوعیت اور ان کے تنقید ومحاسبہ کی حیثیت، ان کا نقطۂ نظر اور بنائے اختلاف کیا تھی؟ بہتر یہ ہے کہ اس کے لئے ان ہی کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے، ذیل میں مختلف عنوانات کے تحت ان کی تحریروں کے بعض خلاصے اور ان کی کتابوں کے بعض اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، جن سے ان کا نقطۂ نظر اور طریقِ فکر واضح ہو جائے گا۔

طبعیات وریاضیات کا اعتراف

اس علمی ذخیرہ کے بارے میں جو فلاسفۂ یونان وارسطو کی طرف منسوب تھا، ان کی رائے بہت معتدل اور متوازن ہے، وہ طبعیات، ریاضیات اور الٰہیات میں فرق کرتے ہیں، اور اپنے پیشرو امام غزالی کی طرح طبعیات اور ریاضیات کے بہت سے مسائل کی صحت ومعقولیت کا اقرار اور اس بارے میں علمائے یونان کی ذہانت کا اعتراف کرتے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

نعم لهم في الطبعيات كلام غالبه جيّد

ان فلاسفہ کی طبعیات میں جو گفتگو اور بحث ہے، اس کا

وهو كلام كثير واسع، ولهم عقول عرفوا بها ذلك وهم قد يقصدون الحق لا يظهر عليهم العناد۔[1]

بڑا حصہ اچھا ہے اور ان کا یہ کلام خاصا وسیع اور مفصل ہے ان باتوں کو سمجھنے اور معلوم کرنے کے لئے وہ اچھا دماغ رکھتے تھے، بہت سے مباحث میں وہ حق کے جویا اور طالب نظر آتے ہیں اور ضد اور زبردستی سے کام نہیں لیتے۔

وہ ایک جگہ صاف اعتراف کرتے ہیں کہ طبعیات وریاضیات وغیرہ فلاسفۂ یونان کا اصل موضوع اور ان کے غور وفکر کا میدان ہے، فرماتے ہیں:۔

لكن لهم معرفة جيدة بالامور الطبعية وهذا بحر علمهم وله تفرغوا وفيه ضيعوا زمانهم۔[2]

امورِ طبعیہ سے ان کی واقفیت اچھی خاصی ہے، درحقیقت یہی ان کا دائرہ فکر اور فنِ خاص ہے، اور اسی میں انھوں نے اپنے اوقات کا بیشتر حصہ صرف کیا۔

یونان کے علم ریاضی کے متعلق وہ "الرد علی المنطقیین" میں اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں:۔

فهذه الامور وامثالها مما يتكلم فيه الحساب امر معقول مما يشترك فيه ذووا العقول وما من احد من الناس الا يعرف منه شيئًا فانه ضروري في العلم ضروري في العمل ولهذا يمثلون به في قولهم الواحد نصف الاثنين ولاريب ان قضايا ه كلية واجبة القبول لا تنتقض البتة۔[3]

ریاضی کے یہ مسائل جن سے اہلِ حساب بحث کرتے ہیں، ایسے معقول مسائل ہیں جن پر تمام اہلِ عقول کا اتفاق ہے اور ہر شخص اس سے کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتا ہے، اس لئے کہ وہ علم اور عمل دونوں کے لئے ضروری ہے اس سے کس کو اختلاف ہو سکتا ہے کہ الواحد نصف الاثنین اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کے سب قضایا کلّی ہیں، واجب القبول ہیں، اور ان پر کوئی نقض وارد نہیں ہو سکتا۔

[1] الرد علی البکری ص ۱۳۳ [2] تفسیر سورۃ الاخلاص ص ۵۷ [3] الرد علی المنطقین ص ۱۳۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف کا اصل میدان فلسفۂ الٰہیات

امام ابن تیمیہ کو فلسفۂ یونان کے جس دائرہ سے اصل اختلاف ہے، وہ الٰہیات کا دائرہ ہے، الٰہیات کے بارے میں وہ فلسفۂ یونان کی بے بضاعتی اور بے مایگی اور فلاسفۂ یونان کی ناکامی و بے حاصلی اور ان کے جہل مرکب میں مبتلا ہونے پر بار بار زور دیتے ہیں، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ فلاسفۂ یونان کا فن اور ان کے غور و فکر اور بحث و نظر کا میدان نہ تھا، انھوں نے اس دائرہ میں قدم رکھ کر اپنے حدود سے تجاوز کیا ہے اور اپنی تحقیر و تضحیک کا سامان بہم پہونچایا ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

للمتفلسفة فی الطبعیات خوض	فلسفہ سے اشتغال کرنے والے فنِ طبعیات میں غور و فکر
وتفصیل تمیز وابہ بخلاف الالٰہیات	اور تفصیل سے کام لیتے ہیں اور ان کا امتیاز نظر آتا ہے
فانہم من اجہل الناس بہا وابعدہم	لیکن الٰہیات میں وہ جاہل محض اور حق سے بالکل
عن معرفة الحق فیہا، وکلام ارسطو	ناآشنا معلوم ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں ارسطو سے جو کچھ
معلمہم فیہا قلیل کثیر الخطاء۔[1]	منقول ہے، وہ بے بہت تھوڑا اور غلطیاں بہت زیادہ ہیں۔

ایک دوسری جگہ طبعیات میں ان کی واقفیت کا اعتراف کرتے ہوئے "الٰہیات" میں ان کی نامرادی و تہی دستی کا ذکر کرتے ہیں:۔

واما معرفة اللہ تعالیٰ فحظہم منہا	جہاں تک اللہ تعالیٰ کی معرفت کا تعلق ہے اس کے
مبخوس جدًا واما ملائکتہ وکتبہ	بارے میں فلاسفہ بڑے محروم اور نامراد نظر آتے ہیں،
ورسلہ فلا یعرفون ذلک البتة ولم	رہے ملائکہ، اللہ کی کتابیں اور اس کے رسول تو اس کا
یتکلموا فیہ لا بنفی ولا باثبات وانما	ان کو قطعاً علم نہیں ہے، اور اس بارے میں ان سے

[1] معارج الوصول من مجموعۃ الرسائل الکبریٰ ص ۱۸۶

تکلموا فی ذلک متأخروہم الداخلون	نفیًا اور اثباتًا کوئی چیز منقول نہیں ہے، اس
فی الملل۔[1]	بارے میں درحقیقت متاخرین فلاسفہ نے گفتگو کی
	ہے، جن کا مذاہب و ادیان سے تعلق رہا ہے۔

امام ابن تیمیہ کا بیان ہے کہ فلسفۂ یونان کے اصل ارکان و اساطین کو خود بھی اس کا اعتراف ہے کہ ان کو اس علم کے حصول کے ذرائع اور مقدمات و مبادی حاصل نہیں اور اس بارے میں یقین تک پہونچنا ان کے لئے بہت مشکل ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

بل قد صرّح اساطین الفلسفة بأنّ	ان لوگوں نے جو فلسفہ میں ستون کا درجہ رکھتے ہیں اس بات کو
العلوم الالٰہیة لاسبیل فیہا الی	صاف طریقے سے کہا ہے کہ علوم الٰہیہ میں یقین تک پہونچنے
الیقین وانما یتکلم فیہا بالاحری	کا کوئی راستہ نہیں ان مسائل میں جو کچھ کہا جائے گا،
والاخلق فلیس لہم فیہا الا الظن	اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ یہ ہوگی کہ یہی لگتی ہوئی
(وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا)[2]	بات ہے، یا زیادہ مناسب بات ہے، اس سے یہ بات
	واضح ہوتی ہے کہ فلاسفہ کے پاس الٰہیات میں
	ظن و تخمین کے سوا کچھ نہیں اور جیسا کہ قرآن مجید
	میں کہا گیا ہے کہ "ظن و تخمین کبھی حق کا قائم مقام نہیں ہو سکتا"۔

یونانی الٰہیات اور پیغمبروں کے علوم و تعلیمات کا تقابل

ایک جگہ وہ فلاسفۂ یونان کے الٰہیات کے بارے میں اقوال و قیاسات پر تبصرہ کرتے ہوئے ان لوگوں پر تعجب کرتے ہیں، جو ان کو انبیاء علیہم السلام کے علوم و حقائق کے سامنے لاتے ہیں، اور

[1] تفسیر سورۃ الاخلاص ص ۵۷ [2] نقض المنطق ص ۱۷۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سے مقابلہ کرنے لگتے ہیں، وہ بڑے جوش و اثر سے لکھتے ہیں:۔

"الٰہیات کے بارے میں جب معلم اوّل ارسطو کے کلام پر نظر ڈالی جاتی ہے، اور ایک پڑھا لکھا آدمی اس کو غور سے دیکھتا ہے تو وہ اضطراراً اس نتیجہ پر پہونچتا ہے کہ ان فلاسفۂ یونان سے بڑھ کر رب العالمین کی معرفت سے کوئی بے بہرہ اور ناآشنا نہیں تھا، وہ دریائے حیرت میں غرق ہوجاتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ کچھ لوگ یونان کی الٰہیات کا پیغمبروں کے علوم و تعلیمات سے مقابلہ کرنے لگتے ہیں، اس کو یہ بات ایسی ہی نظر آتی ہے جیسے کوئی لوہاروں کا فرشتوں سے یا گاؤں کے زمینداروں کا شاہانِ عالم سے مقابلہ کرنے لگے بلکہ اس میں بھی کسی قدر علم و عدل کا شائبہ ہے، لیکن جو فلاسفہ کا انبیاء سے مقابلہ کرتے ہیں، وہ تو سخت ظلم و جہل سے کام لیتے ہیں، اس لئے کہ گاؤں کا زمیندار بہرحال گاؤں کا منتظم ہے، اور اس میں اس کو بادشاہ کے ساتھ کسی نوع کی مشابہت اور کسی جزء کی شرکت ہے، لیکن فلاسفہ و انبیاء کا حال تو یہ ہے کہ انبیاء جو کچھ لے کر آتے ہیں فلاسفہ کو اس کی مطلق خبر نہیں بلکہ وہ اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتے، واقعہ یہ ہے کہ کفار یہود و نصاریٰ بھی ان فلاسفہ کے مقابلہ میں امور الٰہیہ سے زیادہ باخبر ہیں، میری مراد اس سے وحی کا وہ علم خاص نہیں ہے، جو صرف انبیاء کی خصوصیت ہے اور دوسروں کو نصیب نہیں ہے اس لئے کہ یہ علم تو خارج از بحث ہے، میری مراد ان علوم عقلیہ سے ہے، جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی معرفت، توحید، اس کے اسماء و صفات کی معرفت، نبوت و رسالت، معاد اور ان اعمال سے ہے، جو آخرت میں سعادت کا موجب ہیں، اور جن میں سے اکثر کو انبیاء علیہم السلام نے براہین عقلیہ سے بیان کیا ہے، یہ الٰہی و دینی و شرعی عقلیات بھی وہ ہیں، جن کی ان فلاسفہ کو ہوا بھی نہیں لگی، اور نہ ان کے علوم میں ان کا کوئی پتہ اور نشان ہے، باقی وہ علوم و معارف اور حقائق غیبیہ جو انبیاء کے خصائص میں سے ہیں، ان کے ذکر کا تو اس سلسلہ میں کوئی موقع ہی نہیں، اور فلسفہ اور علوم نبویہ کے مقابلہ میں وہ بحث ہی میں نہیں آتے۔"[1]

[1] الرد علی المنطقیین ص ۲۹۵

فلاسفۂ یونان کا جہل و انکار

علوم الٰہیہ میں فلاسفہ کی بے بضاعتی ان کے علم و بیان کی کوتاہی اور بہت سے غیبی حقائق و موجودات کے انکار کی وجہ امام ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں:۔

"جس غیب کی انبیاء علیہم السلام خبر دیتے ہیں، اور وہ کلیات عقلیہ جو تمام موجودات پر حاوی اور شامل ہوں اور جو موجودات کی صحیح تقسیم کرتی ہیں، ان سے فلاسفہ بالکل ناآشنا ہیں، اس لئے اس پر اسی کو قدرت ہوسکتی ہے، جو موجودات کی تمام انواع کا احاطہ کرسکے، اور ان فلاسفہ کا حال یہ ہے کہ یہ صرف حساب اور اس کے بعض لوازم سے واقف ہیں، اور یہ بہت تھوڑے موجودات کی واقفیت ہے اس لئے کہ جن موجودات کا انسانوں کو مشاہدہ نہیں ہے، وہ ان موجودات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ کثیر اور وسیع ہیں، جن کا ان کو مشاہدہ ہوتا ہے، اسی بنا پر جن لوگوں کا علم فلاسفہ کی معلومات تک محدود ہے جب وہ انبیاء، ملائکہ، عرش، کرسی، جنت، جہنم وغیرہ کا ذکر سنتے ہیں، اور وہ اس بات کے قائل ہوتے ہیں کہ موجود وہی ہے، جو ان کو معلوم ہے، اور ان کی معلومات کے دائرہ سے باہر موجودات کا وجود نہیں تو وہ حیران رہ جاتے ہیں، اور اپنی معلومات کے مطابق انبیاء علیہم السلام کے کلام کی تاویل کرنے لگتے ہیں، اگرچہ یہ سرے سے کوئی دلیل نہیں ہے، اور ان کو ان موجودات کے نہ ہونے کا کوئی ثبت علم نہیں، اس لئے کہ کسی چیز کے وجود کا علم نہ ہونا الگ چیز ہے، اور کسی چیز کے معدوم ہونے کا علم ہونا الگ چیز ہے، یہ ضروری نہیں کہ جو ہمیں معلوم نہیں وہ معدوم بھی ہو، وہ جب ان غیبی حقائق کا انکار کرنے لگتے ہیں تو ان کا انکار ایسا ہی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی طبیب جنات کے وجود کی اس بنا پر نفی کرے کہ فن طب میں جنات کا کوئی ثبوت..... نہیں ہے، حالانکہ فن طب میں جنات کے وجود کا انکار بھی نہیں ہے اسی طرح سے تم دیکھو گے کہ جس شخص کو کوئی فن آتا ہے، اور اس میں وہ عوام کے مقابلہ میں کچھ امتیاز رکھتا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو وہ اپنی ناواقفیت سے ان چیزوں کی نفی کرنے لگتا ہے، جو اس کے فن سے خارج ہیں، واقعہ یہ ہے کہ لوگوں نے چیزوں کے ماننے اور اقرار کرنے میں اتنی ٹھوکر نہیں کھائی، جتنی نہ ماننے میں، اور انکار کرنے میں، جس چیز کی حقیقت سے انسان پورے طور پر واقف نہیں ہے، اس کو جھٹلانے اور اس کے وجود کے انکار کرنے کا رجحان انسانوں میں بہت قدیم اور عام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ۔ (سورۂ یونس۔۳۹)

ان کفار نے ان چیزوں کو جھٹلایا جن کا ان کو پورا علم حاصل نہیں تھا، حالانکہ ابھی تک ان پر ان کی پوری حقیقت منکشف نہیں ہوئی۔

بُت پرست وستارہ پرست یونان

یونان قدیم کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو طبعیات وریاضیات اور علوم وآداب کا یہ وسیع اور عظیم سرمایہ عطا کرنے والا ملک جس نے ہزاروں برس تک دنیا کی عقلی وفکری قیادت کی ہے، اپنی تاریخ کے بیشتر حصہ میں بُت پرست اور ستارہ پرست واقع ہوا تھا اور صدہا توہمات وخرافات میں گرفتار تھا، جدید تاریخ نے یونان کے علم الاصنام اور اس کے قومی دیومالا کو بے نقاب کر دیا ہے، اور اب اس میں کوئی شبہہ نہیں رہا کہ یونان قدیم میں دیوتاؤں، اور دیبیوں اور ستاروں کے معبدوں اور ہیاکل کا ایک جال بچھا ہوا تھا، یونان کا جو فلسفہ عالم اسلام میں ترجمہ ہو کر آیا اور پھر اس کے ذریعہ یورپ تک پہونچا وہ اسی صنم پرستی اور ستارہ پرستی کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے، یونانی فلاسفہ نے اپنے مذہبی اعتقادات اور مشرکانہ تصورات کو فلسفہ کی مہیب اصطلاحات میں منتقل کر دیا اور مسلمان علمائے فلسفہ نے جو یونان کی مذہبی تاریخ سے واقف نہیں تھے، ان کو علمی حقائق سمجھ کر اپنے غور وفکر کا موضوع بنا لیا، اور ان کو ثابت کرنے کے درپے ہوئے، امام ابن تیمیہ کی یہ بڑی ژرف نگاہی اور ذہانت ہے کہ انھوں نے کئی صدی پہلے اس نکتہ کو

فاش کیا، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

اما قدماء الیونان فکانوا مشرکین من اعظم الناس شرکا وسحرا، یعبدون الکواکب والاصنام ولهذا عظمت عنایاتهم بعلم الهیئة والکواکب لاجل عبادتها وکانوا یبنون لها الهیاکل۔[1]

جہاں تک قدمائے یونان کا معاملہ ہے تو واقعہ یہ ہے کہ وہ پکے مشرک تھے، اور ان کو سحر سے بھی بڑی دلچسپی تھی۔ وہ ستاروں اور بتوں کی پرستش کرتے تھے، علم ہیئت اور کواکب کی طرف غیر معمولی توجہ کرنے کا یہی راز ہے، اس لئے کہ وہ ان کی پرستش کرنا چاہتے تھے اور ان کے لئے معبد اور ہیکل تعمیر کرتے تھے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

ولهذا کان رؤسهم المتقدمون والمتأخرون یامرون بالشرک فالاولون یسمون الکواکب آلهة الصغری ویعبدونها باصناف العبادات کذالک کانوا فی ملة الاسلام لاینهون عن الشرک ویوجبون التوحید بل یسوغون الشرک او یامرون به اولا یوجبون التوحید۔[2]

ان کے متقدمین ومتاخرین پیشوا شرک کا حکم دیتے ہیں متقدمین کواکب کو آلہہ صغری (چھوٹے خدا) کے لقب سے یاد کرتے ہیں، اور مختلف طریقوں پر ان کی عبادت کرتے ہیں مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے ان کی پیروی اختیار کی ان کا بھی حال یہ ہے کہ وہ شرک سے نہیں روکتے، اور توحید کو ضروری قرار نہیں دیتے بلکہ شرک کو یا تو جائز قرار دیتے ہیں، یا کم سے کم توحید کو ضروری قرار نہیں دیتے۔

متقدمین ومتاخرین فلاسفۂ یونان کا فرق

امام ابن تیمیہ کی یہ بھی ایک بڑی باریک بینی اور حقیقت شناسی تھی کہ انھوں نے یونان کے

[1] تفسیر سورۃ الاخلاص ص۵۷ [2] نقض المنطق ص۱۷۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلاسفۂ متقدمین اور متاخرین میں فرق کیا، ان کے نزدیک فلاسفۂ متقدمین اور ارسطو کے پیشرو غیبی حقائق اور دینی مفاہیم و تصورات سے زیادہ آشنا اور قریب تھے، اور ان کے اندر غیب اور غیر مادی حقائق کے انکار کا وہ رجحان نہیں پایا جاتا، جو ارسطو میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"یہ فلاسفہ جو ارسطو کے پیرو ہیں، انھوں نے ان فلاسفۂ متقدمین کی پیروی نہیں کی جو فلسفہ کے ستون و ارکان تھے، وہ فلاسفۂ متقدمین عالم کے حدوث کے قائل تھے، اور اس کے بھی قائل تھے، کہ اس عالم سے اوپر ایک دوسرا عالم ہے، اور اس عالم علوی کی بعض ایسی صفتیں بیان کرتے تھے، جو حدیث میں جنت کے متعلق آئی ہیں، اسی طرح وہ حشرِ اجساد کے قائل تھے، جیسا کہ سقراط و تالیس وغیرہ اساطین فلسفہ کے کلام میں نظر آتا ہے۔"[1]

ارسطو حقائقِ دینیہ سے بعید تر ہے

ان کے نزدیک اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ قدماء فلاسفہ کو ان ملکوں میں آنے جانے کا اتفاق ہوا جہاں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے تھے، اور اس طرح وہ دینی حقائق سے واقف ہوئے، لیکن ارسطو کو اس کا اتفاق نہیں ہوا، وہ بعض مؤرخین کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:۔

"جن لوگوں نے فلاسفہ کی تاریخ و تذکرہ مرتب کیا ہے، ان کا بیان ہے کہ فلسفہ کے ابتدائی ارکان (فیثاغورث، سقراط، افلاطون) شام وغیرہ ارض انبیاء کی طرف آمد و رفت رکھتے تھے، اور لقمان حکیم وغیرہ سے اور حضرت داؤدؑ، سلیمانؑ کے اصحاب سے استفادہ کرتے تھے، لیکن ارسطو کو کبھی اس سرزمین کی طرف سفر کرنے کا اتفاق نہیں ہوا، جو انبیاء کی بعثت سے مشرف ہوئی، نہ اس کے پاس انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا کوئی حصہ تھا، جیسا کہ اس کے پیشروؤں کے پاس تھا، اس کے پاس

[1] تفسیر سورۃ الاخلاص ص۶۷

ستارہ پرستی کے مذہب کا کچھ حصہ تھا، اس نے ان قیاسی تعلیمات کی بنیاد ڈالی، اور وہ ایک ایسا قانون بن گیا جس پر اس کے پیرو آنکھ بند کر کے چلتے رہے۔"[1]

بدقسمتی سے عالمِ اسلام میں جو فلسفہ رائج اور مقبول ہوا، وہ ارسطو ہی کا فلسفہ تھا، اور وہی آخری دور میں یونان کا فلسفہ سمجھا جانے لگا، امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:۔

ولکن هذه الفلسفة التی یسلکها الفارابی	یہ فلسفہ جس کی فارابی، ابن سینا، ابن رشد اور سہروردی
وابن سینا وابن رشد والسهروردی	مقتول وغیرہ پیروی کرتے ہیں، یہ مشائین کا فلسفہ ہے،
المقتول ونحوه فلسفة المشائین وهی المنقولة	اور یہ تمام تر ارسطو سے منقول ہے جس کو معلم اول
عن ارسطو الذی یسمونه المعلم الاول۔[2]	کے نام سے فلاسفہ یاد کرتے ہیں۔

یونانی فلسفہ میں خدا کی حیثیت

ارسطو کے اس فلسفہ میں خدا کی ہستی اور اس کا تصور محض وجودِ ذہنی بن کر رہ جاتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

فاذا تصور العاقل اقوالهم حق التصور	جب ایک صاحبِ عقل ان کے اقوال پر غور کرتا
تبین له ان هذا الواحد الذی اثبتوه	ہے، جو خدا کی ہستی کے متعلق ہیں تو اس پر یہ بات
لا یتصور وجوده الا فی الاذهان	واضح ہو جاتی ہے کہ جس واحد کو ان فلاسفہ نے ثابت
لا فی الاعیان۔[3]	کیا ہے اس کے وجود کا تصور صرف ذہن میں ہو سکتا
	ہے، خارج میں کہیں اس کا وجود نہیں۔

فلاسفہ نے خدا کے افعال و صفات کی نفی و انکار میں جس مبالغہ سے کام لیا ہے، اور اس کو جس طرح صفاتِ کمالیہ اور ان تمام محاسن اور اختیارات سے مجرد ثابت کیا ہے، جو ادنیٰ مخلوقات

[1] نقض المنطق ص۱۱۳ [2] الرد علی البکری ص۲۰۶ [3] تفسیر سورۃ الاخلاص ص۳۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پائے جاتے ہیں، اس کی بنا پران کا خیال ہے کہ اس سے بڑھ کر خدا کی توہین ممکن نہیں، وہ کسی کا قول نقل کرتے ہوئے اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

لقد احسن بعض الفضلاء اذ قال	کسی کا مقولہ ہے کہ فلاسفہ کی توحید سے تو تھپڑ
الصفع احسن من توحید الفلاسفة	ماردینا ہی بہتر ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کہنے
بل قصر فیما قال۔[1]	والے نے بھی رعایت سے کام لیا۔

فلاسفۂ اسلام یونان کے مقلدِ محض ہیں

ان کے نزدیک فلاسفۂ متاخرین جو اسلامی عہد میں پیدا ہوئے اس فلسفۂ یونانی کے لکیر کے فقیر ہیں، اور ارسطو کے مقلدِ محض ہیں، اور اسی تقلید کی پابندی کی وجہ سے ان کے یہاں فاش غلطیاں اور سخت تناقض پایا جاتا ہے، ان کو اس بات کی سخت شکایت اور رنج وغصہ ہے کہ ان مسلمان فلاسفہ نے اس نعمت کی بالکل قدر نہ کی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان تک پہونچی تھی، اور اس روشنی وہدایت سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا جو ان کی دسترس میں تھی، بلکہ انھوں نے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی، وہ لکھتے ہیں:۔

ان ھؤلاء المتفلسفة المتاخرین فی الاسلام	یہ پچھلے دور کے مسلمان فلسفی اہلِ علم وایمان کے نزدیک
من اجھل الخلق عند اھل العلم والایمان	جاہل ترین مخلوق نظر آتے ہیں، ان کی گمراہی تضاد میان
وفیھم من الضلال والتناقض مالایخفی	ایسا کھلا ہوا ہے کہ ذرا ہوشیار بچے بھی اس کو سمجھ سکتے ہیں
علی اذکیاء الصبیان، لانھم لما التزموا	انھوں نے جب اس بات کو طے کرلیا کہ ان کو اپنے پیشروؤں
ان لایسلکوا الاسبیل سلفھم الضالین	اور پیشواؤں کے راستے پر چلنا ہے، جن کو خود راستہ نہیں ملا
وان لایقروا الابما یبنونہ علی تلک	تھا اور ان کے قوانین پر استدلال کی جو عمارت کھڑی

[1] الرد علی المنطقیین ص ۲۲۱

القوانین وقد جاءھم من النور والھدی	ہوتی ہے اسی کو تسلیم کرنا ہے، اور اس روشنی اور ہدایت سے
والبیان ماملأ القلوب والالسنة والآذان	کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا ہے، جس نے دلوں اور کانوں
صاروا بمنزلة من یرید ان یطفئ	کے پردے اٹھا دیئے تو اب ان کی مثال ایسی ہے جیسے
نور الشمس بالنفخ فی الھباء او یغطی	کوئی شخص آفتاب کی روشنی کو پھونک مار کر بجھانا
ضوءھا بالعباء۔[1]	یا اپنے دامن کے نیچے چھپانا چاہے۔

ابن سینا حقیقت ومنصبِ نبوت سے ناآشنا ہے

عہدِ اسلامی کے جن فلاسفہ نے فلسفہ کی تقلید اور ارسطو کے اتباع میں دینی حقائق اور عقائد کی تشریح کی کوشش کی، اور فلسفہ کی روشنی اور اس کے سہارے سے ان حقیقتوں کو سمجھنا اور سمجھانا چاہا، امام ابن تیمیہ ان فلاسفہ پر بھی جو حکمائے اسلام کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں، سخت تنقید کرتے ہیں، ان کے نزدیک ان غیبی حقائق او علوم کو فلسفۂ یونان کی تنہا مدد اور اس کے اصول وضوابط سے نہیں سمجھا جاسکتا، اس سلسلہ میں ان کی سب سے بڑی تنقید ابن سینا پر ہے، جو اسلامی مشرق میں ارسطو کے فلسفہ کا سب سے بڑا شارح اور ترجمان سمجھا جاتا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ابن سینا نے ثابت کیا ہے کہ منصبِ نبوت بھی نفس کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے اور نفوس کی قوتیں باہم بہت متفاوت ہیں، یہ بات ایک ایسا ہی شخص کہہ سکتا ہے، جو نبوت کی حقیقت سے محض ناآشنا اور اس سے بعید ہے، یہ بات ایسی ہے جیسے کوئی شخص صرف شعراء کے طبقوں اور ان کے گروہ سے واقف ہو، اور وہ یہ ثابت کرنا چاہے کہ دنیا میں فقہاء اور اطباء کا بھی ایک گروہ ہے، اور وہ شعراء کے وجود سے فقہاء اور اطباء کے وجود پر دلیل لائے، بلکہ یہ مثال بھی پوری پوری چسپاں نہیں ہوتی، اس لئے کہ نبی اور غیر نبی میں اس سے بھی زیادہ تفاوت اور بُعد ہے جتنا کہ فقیہ وطبیب اور شاعر کے درمیان ہیں، لیکن فلاسفہ

[1] الرد علی البکری ص ۱۱۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت کے مفہوم سے بالکل ناآشنا ہیں، جب انبیائے کرام کا چرچا ہوا، تو ان کے متبعین نے اس کو بھی ان فلاسفہ کے اصول سے ثابت کرنا چاہا جس کو نبوت کا کوئی اندازہ اور انبیائے کرام سے کوئی واقفیت نہیں تھی"[1]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

"ان گروہوں میں نبوت کے مفہوم و حقیقت سے سب سے زیادہ بعید فلسفۂ یونان کے پیرو (متفلسفہ) اور باطنیہ اور ملاحدہ ہیں، ان کے نزدیک نبوت کی بنیاد وہ قدر مشترک ہے جو تمام انسانوں کے درمیان پایا جاتا ہے، اور وہ خواب ہے، حقیقۃً ارسطو اور اس کے متبعین کے یہاں نبوت پر کوئی بحث نہیں ملتی، فارابی نے نبوت کو محض خواب کی ایک قسم قرار دیا ہے، اس لئے وہ اور اس کے ہم خیال فلسفی کو نبی پر ترجیح دیتے ہیں، ابنِ سینا کے نزدیک نبوت کا پایہ اس سے کچھ بلند ہے، اس نے نبی کی تین خصوصیتیں قرار دی ہیں، ایک یہ کہ اس کو علم بغیر تعلّم کے حاصل ہوتا ہے، اس کا نام اس کے نزدیک قوتِ قدسیہ ہے، اور اس کی حقیقت اس کے نزدیک وہی ہے، جو قوتِ حدسیہ کی ہے، دوسرے یہ کہ وہ اپنے نفس میں کسی معلوم چیز کا تخیل قائم کرتا ہے، اور اس کو اپنے اندرون میں کچھ نورانی صورتیں نظر آنے لگتی ہیں، اور وہ اپنے باطن میں کچھ آوازیں سننے لگتا ہے، جیسے کوئی سونے والا نیند کی حالت میں کچھ صورتیں دیکھتا ہے، جو اس سے ہم کلام ہوتی ہیں، اور ان کا کلام سنتا ہے، اور اس سب کا وجود صرف اس کے اندر ہوتا ہے، خارج میں کوئی وجود نہیں، اس طرح ان سب لوگوں کے نزدیک ایک نبی جو کچھ سنتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے، اور لوگ اس کے دید و شنید میں اس کے شریک نہیں ہوتے، یہ سب اس کے اندرون میں پیش آتا ہے، اور اس کے باطنی مشاہدات موجودات ہیں، جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں، یہی بات ایسے شخص کو پیش آسکتی ہے، جس کے دماغ پر کوئی اثر ہو، یا صفرا و سودا کا غلبہ ہو، ان کے نزدیک نبی کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کو ایک ایسی قوت حاصل ہوتی ہے، جس کے ذریعے سے وہ عالم کے ہیولیٰ میں تصرف کرتا ہے، اور غریب امور اور حوادث ظاہر ہوتے ہیں، اور ان کے نزدیک

[1] النبوات ص۲۳

یہی انبیاء کے معجزات ہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک عالم میں جو حادثہ بھی پیش آتا ہے، وہ قوتِ نفسانیہ یا قوتِ ملکیہ یا قوتِ طبعیہ کا نتیجہ ہوتا ہے.....

ان متفلسفہ کے نزدیک انبیاء کے نفوس میں جو کچھ بھی واقع ہوتا ہے، وہ سب عقل فعّال کا فیضان ہے۔

پھر جب انھوں نے انبیاء علیہم السّلام کا کلام سنا تو انھوں نے ان کے اور اپنے اقوال کے درمیان جمع و تطبیق کی کوشش کی، اس کے لئے وہ یہ کرتے تھے کہ الفاظ تو انبیاء علیہم السلام کے لیتے تھے، اور اس کی تشریح اپنے اصول کے مطابق کرتے تھے، اور اپنے مفہوم و معانی کو انبیاء علیہم السلام کے الفاظ میں ادا کرتے تھے، اس طرح وہ بحث کرتے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام سے حاصل کئے ہوئے الفاظ اور اصطلاحات میں کتابیں تصنیف کرتے ہیں، جس شخص کو اس کی خبر نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی مراد کیا ہے، اور ان فلاسفہ کی مراد کیا ہے، اور دونوں کے مفہوم میں کتنا بڑا فرق ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان فلاسفہ کی مراد وہی ہے، جو انبیاء علیہم السلام کی تھی، اس طرح بہت سے گروہ اور جماعتیں گمراہ ہوئیں، ابن سینا اور اس کے متبعین کے کلام میں یہ بات صاف نظر آئے گی"[1]

علمِ کلام کا نقص، متکلّمین کا تذبذب

امام ابن تیمیہ کی تنقید صرف فلاسفۂ یونان اور ان کے مقلدین متفلسفۂ اسلام ہی پر نہیں ہے، بلکہ ان متکلّمین پر بھی ہے، جنھوں نے اگرچہ اسلام کی طرف سے مدافعت کرنے کی کوشش کی، لیکن دینی اور غیبی حقائق کو ثابت کرنے کے لئے فلسفہ ہی کے طرز استدلال و مقدمات، اور اس کی محدود اور ناقص اصطلاحات کو اختیار کیا جو اپنا خاص مفہوم رکھتے تھے، اور جن کے ساتھ خاص روایات اور تاثرات وابستہ تھے، وہ کتاب "النبوات" میں ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"ان متکلمین کا کلام خلق و بعث، مبدأ و معاد، اور صانع کے اثبات میں نہ عقلی طور پر محققانہ اور

[1] النبوات ص۱۶۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشفی بخش ہے، نہ نقلی طور پر، اور ان کو خود بھی اس کا اعتراف ہے، امام رازی نے آخر عمر میں کھلے طریقہ پر اعتراف کیا ہے کہ میں نے کلامی طریقوں اور فلسفیانہ مناہج پر بہت غور کیا آخر میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ ان سے نہ کسی بیمار کی شفا ہوتی ہے، نہ کسی پیاسے کی پیاس بجھتی ہے، میں نے سب سے قریب تر راستہ قرآن کے راستہ کو پایا، نفی کے بارے میں ذرا اس آیت کو پڑھو "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" "وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا" اور اثبات میں ان آیات کو پیش نظر رکھو "الرَّحْمَٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَىٰ" "إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ" "أَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ" آخر میں وہ کہتے ہیں کہ جو میری طرح تجربہ کرے گا، وہ میری ہی طرح اس نتیجہ پر پہونچے گا، اسی طرح سے غزالی اور ابن عقیل نے بھی اسی سے ملتی جلتی باتیں کہی ہیں، اور یہی حقیقت ہے"[1]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"متکلمین نہ تو فطرت عقلی کے راستہ پر ٹھیک چلے اور نہ شریعت نبوی کے راستہ پر، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو سلامت فطرت رہی، اور نہ شریعت کی استقامت، عقلیات میں وہ سفسطہ کی حد تک پہونچ گئے، اور سمعیات میں انتہائی باریک بینی اور بیجا تعمق کی سرحد تک پہونچ گئے"[2]

وہ بعض متکلمین کی اس کمزوری کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ بعض اوقات ان کے سوالات و شبہات بڑے طاقتور اور جوابات نسبتاً کمزور ہوتے ہیں، ان کے نزدیک اس سے ان لوگوں کو بعض اوقات بڑا نقصان پہنچتا ہے، جو ان کو اسلام کا وکیل و ترجمان سمجھتے ہیں، اور جن کا مطالعہ انہی کی کتابوں تک محدود ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"جب یہ متکلمین نبوت کے بارے میں بحث کرتے ہیں تو اس پر ایسے سوالات وارد کرتے ہیں جو بڑے قوی اور عام فہم ہوتے ہیں، اور جب جواب دینے پر آتے ہیں تو جوابات کمزور نظر آتے ہیں، ہم اس کی مثالیں بھی دے چکے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو شخص ان کتابوں سے علم، ایمان اور ہدایت

[1] النبوات ص ۱۴۸ [2] ایضاً

حاصل کرنا چاہتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ یہی اسلام کے حامی، اور اس کی طرف سے وکیل اور مناظر ہیں، اور انہی نے اس کو عقلی دلائل سے ثابت کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے، پھر اس کو نبوت کے ثبوت میں ان کی کتابوں میں تشفی بخش دلائل نہیں ملتے تو اس کے عقیدہ میں کچھ تذبذب اور تزلزل ہی پیدا ہوتا ہے، اس سے ایمان و علم کا راستہ بند ہو گیا، اور نفاق و جہل کا راستہ کھل گیا خصوصاً ان لوگوں کے لئے جن کے معلومات متکلمین ہی کے دلائل تک محدود ہیں"[1]

متکلمین و فلاسفہ کی مشترک غلطی و کمزوری

ان کے نزدیک متکلمین و فلاسفہ نے ایک ہی طرح کی غلطی کا ارتکاب کیا اور تمام اختلافات کے باوجود ان کا طریقۂ کار ایک ہے، ان دونوں گروہوں کی غلطی اور کمزوری یہ ہے کہ انھوں نے قیاس سے اس چیز کو حاصل کرنا چاہا جو قیاس سے حاصل نہیں ہو سکتی، اور فطرت و نبوت دونوں سے کشمکش اور زور آزمائی کی، اس لئے ان دونوں کی تحقیقات میں غلطیاں زیادہ اور نفع کم ہے"[2]

تطویل و تکلّفات

متکلمین و فلاسفہ کے طرز استدلال اور دلائل کے متعلق ان کی رائے یہ ہے کہ اس میں غیر ضروری تطویل اور تکلفات ہیں، جن حقائق اور مقاصد کو ان متکلمین نے ان طول طویل دلائل و مقدمات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہ اس سے زیادہ آسانی سے اختصار اور فطرت کے مطابق ثابت کئے جا سکتے ہیں، فلاسفہ و متکلمین نے ان کے ثابت کرنے کے لئے ناحق طول طویل اور پیچدار راستہ اختیار کیا، وہ اپنے کسی پیشرو کا مقولہ لکھتے ہوئے اس کی مثال دیتے ہیں "کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تمہارے کان کہاں ہیں، اس نے اپنا

[1] النبوات ص ۲۴۰ [2] نقض المنطق ص ۱۶۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دایاں ہاتھ سر پر سے اٹھا کر بائیں کان تک بمشکل پہونچایا، اور کہا کہ یہ، حالانکہ سیدھے طریقے پر اپنے دائیں ہاتھ سے دائیں کان یا بائیں کان کی طرف اشارہ کرسکتا تھا" اس موقع پر انھوں نے کسی شاعر کا شعر لکھا ہے ؎

اقام یعمل ایامًا رویتہٗ وشبّہ الماء بعد الجھد بالماء

"بہت دن تک آدمی غور کرتا رہا، اور اپنے دماغ پر زور دیتا رہا، بڑی محنت کے بعد پھر پانی کی تعریف یہ کی کہ وہ پانی ہے"

متکلمین کے دلائل پر انحصار نہیں

ان کو متکلمین کی اس بات سے اختلاف ہے کہ ان مقاصد کو ثابت کرنے کے لئے وہی طریقۂ استدلال اور وہی مقدمات ہیں جو ان متکلمین نے اختیار کئے ہیں اور ان کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ بعض اوقات یہ طریقۂ استدلال اور یہ مقدمات تو صحیح ہوتے ہیں لیکن یہ کہنا غلط ہوتا ہے کہ ان کے علاوہ کوئی اور طریقۂ استدلال اور دوسرے مقدمات نہیں ہیں، اس لئے کہ مطالعہ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کا علم انسانوں کے لئے زیادہ ضروری ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دلائل اور اس کی معرفت کو بھی اسی طرح آسان اور عام بنا دیتا ہے، اس بنا پر صانع کے اثبات اور اس کی توحید کے دلائل اور نبوت کے علامات و دلائل بہت کثیر ہیں، اور لوگوں کے لئے ان کی معرفت کے ذرائع اور راستے بھی بہت کثیر ہیں، ان متکلمانہ دلائل اور مقدمات کی اکثر لوگوں کو سرے سے ضرورت ہی نہیں، اور ضرورت بھی عام طور پر ان ہی لوگوں کو ہوتی ہے، جو ان کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے یا دوسرے طریقوں سے اعراض کرتے ہیں۔[1]

ایک طبقہ کو فائدہ

اس کے باوجود ان کو اعتراف ہے کہ بعض لوگوں کی ذہنی ساخت اور افتاد طبع ایسی ہوتی ہے کہ

[1] الرد علی المنطقیین ص ۲۵۵

ان کو اس طرز استدلال اور ان مقدمات کلامیہ اور منطقیہ سے فائدہ پہنچتا ہے، اور اس کے بغیر ان کی تشفی نہیں ہوتی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ علم و یقین ان طریقوں پر منحصر ہے بلکہ یہ ایک دماغی کیفیت ہے جو خاص ماحول و تربیت اور نفسیاتی احوال کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ طریقۂ استدلال اس قدر دقیق و خفی ہوتا ہے، اور اس کے مقدمات جتنے کثیر اور طویل ہوتے ہیں اسی قدر اس کے لئے نفع بخش ہوتے ہیں، اس لئے کہ اس کو باریک امور میں طویل غور و فکر کی عادت پڑ چکی ہوتی ہے، جب کوئی دلیل قلیل المقدمات ہوتی ہے، یا بہت واضح اور جلی ہوتی ہے تو اس کے نفس کو اس سے خوشی اور تسکین نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کے مقابلہ میں کلامی اور منطقی طریقۂ استدلال کو استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں، اس لئے نہیں کہ مطلوب کا علم اس پر موقوف ہے بلکہ اس لئے کہ یہ اس کے حال کے مناسب ہے، کیونکہ اس طرح کے لوگوں کو جب ایسی چیزیں معلوم ہوتی ہیں جو عوام کو معلوم ہیں اور غیر ذہین لوگ بھی ان کو سمجھ سکتے ہیں، تو ان کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی خاص بات نہیں ہوئی، اور ان کو کوئی علمی امتیاز حاصل نہیں ہوا، وہ طبعی طور پر ایسے دقیق اور غامض مسائل کو جاننا چاہتے ہیں، جو کثیر المقدمات ہوں، ایسے لوگوں کے ساتھ بیشک یہ راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے"[1]

قرآن کا اسلوب استدلال زیادہ دلنشیں اور یقین آفریں ہے

وہ اپنی کتابوں میں بڑے شد و مد سے اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ مقاصد شریعت، حقائق غیبیہ اور حقائق دینیہ کے اثبات کے لئے سب سے بہتر اور طاقتور اور دلنشیں اسلوب و طرز استدلال قرآن مجید کا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"اہل کلام و فلسفہ نے مطالب الٰہیہ پر جو دلائل عقلی قائم کئے ہیں ان کے مقابلہ میں قرآن مجید کے دلائل کہیں زیادہ مکمل اور بلیغ و موثر ہیں، پھر اس کے ساتھ وہ ان بڑے بڑے مغالطوں سے بھی پاک و صاف

[1] الرد علی المنطقیین ص ۲۵۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، جو ان فلاسفہ و متکلمین کے دلائل میں پائے جاتے ہیں۔"[1]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"قرآن مجید میں جو عقلی اور برہانی قیاسات اور ربوبیت، الٰہیت، وحدانیت، خدا کے علم و قدرت، امکان معاد وغیرہ جیسے مطالبِ عالیہ اور معارفِ الٰہیہ کے جو دلائل مذکور ہیں، وہ شریف ترین علوم و معارف ہیں، جن سے نفوس انسانی کی تکمیل ہوتی ہے۔"[2]

ذات و صفات کے بارے میں قرآن اور فلسفہ کا بنیادی و اصولی فرق

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کے ذات و صفات کے بارے میں قرآن مجید اور فلسفہ کا ایک اصولی فرق بیان کرتے ہوئے انھوں نے یہ اہم علمی نکتہ لکھا ہے کہ:۔

"قرآن مجید جہاں صفاتِ الٰہی ثابت کرتا ہے، وہاں تفصیل سے کام لیتا ہے اور صرف تمثیل کی نفی پر اقتصار کرتا ہے (لیس کمثلہ شئ) اور یہی انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے کہ ان کے یہاں اثبات مفصل اور نفی مجمل ہے، اس کے برخلاف ان کے حریفوں اور مخالفین (فلاسفہ یونان) کے یہاں سارا زور نفی پر صرف ہوتا ہے اور اثبات سے وہ سرسری طور پر گذر جاتے ہیں۔"[3]

نفی صفات کا اثر پوری زندگی پر

فلسفۂ یونان کا پورا دفتر ابن تیمیہ کے اس نکتہ کی تصدیق کرتا ہے، فلاسفہ نے نفی میں جس مبالغہ اور اہتمام سے کام لیا ہے، اس نے خدا کے وجود کو محض ایک ذہنی تصور اور ایک مفلوج مجہول و مجبور ہستی بنا کر رکھ دیا ہے، لیکن خدا کیا ہے؟ اور کیسا ہے؟ اس بارے میں ان کے یہاں چند لفظوں اور فلسفیانہ

[1] الرد علی المنطقیین ص ۳۲۱ [2] ایضاً ص ۱۵۰ [3] النبوات ص ۱۵۳

اصطلاحات سے زیادہ کچھ نہیں ملتا، اس کا نتیجہ ہے کہ یونان کے اندر اور ان تمام حلقوں میں جو یونان کے فلسفہ کے زیر اثر رہے ہیں، خدا سے کوئی حقیقی زندہ اور عملی تعلق نہیں رہا ہے، اس لئے کہ اس حقیقی اور عملی قلبی اور جذباتی تعلق کے لئے اسماء و صفات و افعال کی ضرورت ہے، اور فلسفہ کو ان کی نفی پر اصرار ہے، دنیا کی پوری عقلی تاریخ میں کبھی انسان کو کسی ایسی ہستی سے قلبی تعلق اور وابستگی نہیں رہی ہے جس کی صفت و فعل کا اس کو کوئی علم نہ ہو، محبت، خوف، امید و رجاء، طلب و سوال سب کے لئے صفات کی ضرورت ہے، اور وہ فلسفۂ یونان میں بالکل منفی ہیں، اس لئے مورخین اخلاق و ادیان کا بیان ہے کہ اہلِ یونان کا تعلق نہ صرف خدا کے ساتھ بلکہ مذہب کے ساتھ بالکل سطحی اور برائے نام تھا، اور اس میں کوئی روح اور گہرائی نہیں تھی، امام ابن تیمیہ نے ایک جگہ پر صحیح لکھا ہے کہ "لاکھوں نفی ایک اثبات کے قائم مقام نہیں ہو سکتے" واقعہ یہ ہے کہ نفی محض پر کسی مذہب اور زندگی کی عمارت نہیں کھڑی ہو سکتی، اور غالباً مغرب میں فلسفۂ یونان اور مشرق میں بودھ مذہب اسی وجہ سے ایک ایسی انسانی سوسائٹی کے پیدا کرنے میں ناکام رہے، جس کی عمارت خدا کے تصور اور عقیدہ پر قائم ہو اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ان دونوں فلسفہ کے حلقۂ اثر میں ایک طرف بت پرستی اور دوسری طرف الحاد اور انکارِ خدا کا رجحان بہت جلدی دبے پاؤں چلا آیا، اس لئے کہ عوام کی تشفی (جن کی فطرت میں عبادت اور خدا پرستی کے جذبات ودیعت ہوتے ہیں) ایسے فلسفہ سے نہیں ہو سکتی جس میں سارا زور دماغی ورزش اور فلسفیانہ تصورات پر ہو اور قلب و دماغ کے لئے معرفت و محبت کی کوئی غذا فراہم نہ کی جائے۔

صحابۂ کرام کا امتیاز

ان کے نزدیک اس کا نتیجہ ہے کہ صحابۂ کرام کو جو نبوت کے فیض یافتہ تھے، جو معرفت و علوم حاصل ہوئے، وہ بڑے مکمل اور گہرے ہیں، اور ان میں تکلف کا نام و نشان نہیں ہے، وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور متاخرین کا، جو فلسفہ اور علمِ کلام سے متاثر تھے، مقابلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کانوا مع انهم اکبر الناس علماً نافعاً وعملاً صالحاً اقل الناس تکلفاً یصدر عن احدهم الکلمة والکلمتان من الحکمة او من المعارف ما یهدی اللہ بها امة وهذا من منّ اللہ علی هذه الامة، وتجد غیرهم یحشون الاوراق من التکلفات والشطحات ما هو من اعظم الفضول المبتدعة والآراء المخترعة۔[1]

صحابۂ کرام باوجود اس کے کہ علم نافع اور عمل صالح کے اعتبار سے کامل ترین خلائق تھے تکلفات سے بالکل پاک و بری تھے کسی صحابی کی زبان سے ایک یا دو لفظ حکمت و معارف کے نکل جاتے ہیں، اور ان دو لفظوں کے اثر و برکت سے پوری کی پوری قوم کو ہدایت نصیب ہوجاتی ہے یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرے لوگ صفحے کے صفحے ان تکلفات و شطحات سے بھر دیتے ہیں، جو محض غیر ضروری مباحث اور نو ایجاد آراء و نظریات ہیں۔

منطق یونانی کا سحر اور رعب عالم اسلام پر

امام ابن تیمیہ نے فلسفہ پر اجمالی و تفصیلی تنقید کرنے اور اس کے بکثرت مسائل و مباحث کو خالص عقلی و استدلالی طریقہ پر رد کرنے اور ان کو کمزور و بے بنیاد ثابت کرنے کے بعد یونان کے مایۂ ناز علم منطق پر بھی ناقدانہ نظر ڈالی ہے علمائے اسلام پر منطق کا سحر فلسفہ سے کچھ زائد ہی غالب تھا، اور اس کے سرتاپا معقول و مدلل اور محکم و مبرہن ہونے پر عام طور پر اتفاق تھا، ساعد قرطبی کے بیان کے مطابق تیسری ہی صدی میں منطق کی کتابوں کا عام رواج ہو گیا تھا، پانچویں صدی میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی منطق کو بڑی اہمیت دی اور اس کو تمام علوم کا مقدمہ قرار دیا، اپنی معرکۃ الآراء کتاب المستصفی کے مقدمہ میں لکھتے ہیں "ھی مقدمة العلوم کلها ومن لا یحیط بها فلا ثقة بعلومه اصلاً" (منطق تمام علوم کا مقدمہ ہے اور جس کو

[1] نقض المنطق ص ۱۱۴

اس پر عبور نہیں، اس کو اپنے علوم پر مطلقاً اعتبار نہیں کرنا چاہئے[1]) اپنی دوسری کتاب (مقاصد الفلاسفہ) میں لکھتے ہیں:-

اما المنطقیات فاکثرها علی منهج الصواب والخطاء نادر فیها وانما یخالفون اهل الحق فیها بالاصطلاحات والایرادات دون المعانی والمقاصد، اذ غرضها تهذیب طرق الاستدلالات وذلك مما یشترك فیه النظّار۔[2]

جہاں تک منطقی مسائل و مباحث کا تعلق ہے تو واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر درست اور ثابت ہیں اور ان میں غلطی شاذ و نادر ہے اگر ان یونانی علمائے منطق کا اہل حق سے کوئی اختلاف بھی ہے تو محض اصطلاحات اور اعتراضات کا ہے معانی اور مقاصد کا نہیں اس لئے کہ اس فن کی غرض طرق استدلال کی درستگی اور اصلاح ہے، اور اس بارے میں تمام اہل نظر متفق ہیں۔

ساتویں صدی کے مشہور حکیم و فلسفی ابن رشد کو منطق کے بارے میں اتنا غلو اور اعتماد تھا کہ وہ اس کو انسانی سعادت کا سرچشمہ اور معیار سمجھتا تھا، اور اس کے بغیر حقیقت تک پہنچنا اس کے نزدیک ناممکن تھا" اس کا سوانح نگار لکھتا ہے:-

کان متهوساً بمنطق ارسطو وقال عنه انه مصدر السعادة للناس وان سعادة الانسان تقاس بعلمه بالمنطق والمنطق اداة تسهل الطریق الشاقة فی الاصول الی الحقیقة التی لا یصل الیها العامة بل بعض الخاصة بفضل المنطق۔[3]

ابن رشد کو ارسطو کی منطق سے عشق تھا، اس کے بارے میں اس کا قول ہے کہ وہ انسانوں کے لئے سعادت کا منبع ہے کسی انسان کی سعادت کے لئے صحیح پیمانہ یہ ہے کہ وہ منطق کتنی جانتا ہے منطق ایک ایسا آلہ اور ذریعہ ہے جو اس حقیقت تک پہونچنے کا راستہ آسان کر دیتا ہے، جس تک عوام تو کیا بعض خواص بھی نہیں پہنچ سکتے۔

[1] المستصفی ج ۱، اول ص ۱۰ [2] مقاصد الفلاسفہ ص ۳ [3] تاریخ فلاسفۂ اسلام محمد لطفی جمعہ ص ۱۲۰-۱۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یونان کی اس منطق کے دفتر کو علمائے اسلام نے ہمیشہ ادب اور احترام کے ہاتھوں سے لیا اور وہ اس کے دعاوی و مقدمات اور اصول و کلیات سے مرعوب سے رہے، فلسفہ پر تنقید اور اس کی تشریح (چیر پھاڑ) کا کام تو طول طویل وقفوں کے بعد کسی حد تک ہوا لیکن ہمارے علم میں کسی نے مستقل طور پر منطق یونانی کے علمی محاسبے و محاکمے کی ضرورت نہیں سمجھی، اور اس موضوع پر کوئی بڑی محققانہ اور مفصل کتاب نہیں ملتی۔

منطق علومِ عقلیہ کی میزان نہیں!

ابن تیمیہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس کو مستقل موضوع بنایا اور اس پر آزادانہ اور مجتہدانہ تبصرہ اور تنقید کی، اس موضوع پر ان کی ایک مختصر اور مجمل کتاب "نقض المنطق" اور دوسری مفصل کتاب "الرد علی المنطقیین" ہے، آخر الذکر کتاب میں انھوں نے فنی اور علمی طور پر منطق کے قضایا، دعاوی اور حدود و تعریفات اور جزئیات و کلیات سے بحث کی ہے[1]، اور ثابت کیا ہے کہ اس فن کو علمائے اسلام نے جتنی اہمیت دی ہے اور اس کو جس قدر مسلّم الثبوت اور محکم سمجھا ہے، وہ صحیح نہیں ہے، ان کو اس بات سے انکار ہے کہ وہ علومِ عقلیہ کی میزان ہے، اور اس پر استدلال و استنتاج کا اور علم یقین تک پہونچنے کا انحصار ہے، وہ لکھتے ہیں:-

"یہ لوگ کہتے ہیں کہ منطق علوم عقلیہ کی میزان ہے، اور اس کی رعایت و پابندی، ذہن کو فکری غلطی سے بچا لیتی ہے جیسے فنِ عروض شعر کے لئے اور نحو و تصریف عربی کے مرکب مفرد الفاظ کے لئے میزان کا درجہ رکھتے ہیں، اور جس طرح آلات ہیئت اوقات کے لئے میزان ہیں۔

لیکن واقعہ یہ نہیں ہے، اس لئے کہ عقلی علوم ان اسباب ادراک کے ذریعہ سے حاصل کئے جا سکتے

---

[1] یہ کتاب حال میں مطبعہ قیمہ کی طرف سے شائع ہو گئی ہے جس پر مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقدمہ ہے، اس کتاب کی ضخامت ۵۴۵ صفحات ہے، علمائے فن کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی فطرت میں ودیعت کئے ہیں، ان کا کسی شخص معین کے وضع کئے ہوئے میزان پر انحصار نہیں، اور جس طرح عربیت میں تقلید کے بغیر چارہ نہیں، اس لئے کہ وہ ایک قوم کی عادت ہے جو صرف سماع سے معلوم کی جا سکتی ہے، اور اس کے قوانین کا ذریعۂ علم صرف استقراء ہے، اس طرح عقلیات میں تقلید نہیں چلتی، اس طرح سے کیل، وزن، عدد و شمار، اور زراعت وغیرہ میں پیمانوں وغیرہ کی ضرورت ہے۔

منطقِ یونانی کی وضع و ایجاد سے پہلے بھی دنیا کی قومیں حقائق اشیاء کو جانتی تھیں، اور اس کی وضع و ایجاد کے بعد بھی اکثر قومیں ہیں، جو منطق کی مدد کے بغیر حقائق اشیاء کو جانتی سمجھتی ہیں، اور تمام دنیا کی قوموں کے اکثر عقلاء ارسطو کے ان اصول و قواعد کو سیکھے بغیر حقائق کو سمجھتے ہیں، اور یہ لوگ بھی اگر اپنی حالت پر غور کریں گے تو ان کو محسوس ہوگا کہ ان کے نفوس کو اس وضعی فن کے بغیر حقائق کا علم حاصل ہوتا ہے"[1]

بہت سی منطقی حدود و تعریفات مخدوش اور کمزور ہیں

ان کو اس سے بھی انکار ہے کہ منطقی حدود و تعریفات پورے طور پر جامع و مانع اور فنی طور پر مکمل ہیں، اور ان پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

وصاروا یعظمون امر الحدود ویدّعون	اہلِ منطق حدود منطقیہ کی اہمیت میں بڑا مبالغہ
انّهم هم المحققون لذلك وان ما یذکرہ	کرنے لگے، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اس فن کے محقق ہیں
غیرهم من الحدود انما هی لفظیة	اور یہ کہ ان کے علاوہ دوسرے علماء جو حدود بیان کرتے
لا تفید تعریف الماهیة والحقیقة	ہیں وہ لفظی ہوتی ہیں اور ماہیت اور حقیقت کو پورے
بخلاف حدودهم ویسلکون الطرق	طور پر بیان نہیں کرتیں، بخلاف ان کے حدود کے اور یہ
الصعبة الطویلة والعبارات المتکلفة	اہلِ منطق بڑے دشوار اور طویل راستے اختیار کرتے ہیں

---

[1] الرد علی المنطقیین ص ۲۷-۲۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الهائلة وليس لذلك فائدة الا تضييع الزمان
وانعاب الاذهان وكثرة الهذيان ودعوى
التحقيق بالكذب والبهتان وشغل النفوس
بما لا ينفعها بل قد يضلها عما لابد لها
منه واثبات الجهل الذى هو اصل
النفاق فى القلوب وان ادعوا انه
اصل المعرفة والتحقيق۔[1]

اور بڑی پُرتکلف اور مرعوب کرنے والی عبارتیں
استعمال کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ سوائے اضاعت
وقت، دماغی تکان، کثرت ہذیان اور تحقیق کے دعوی
اور لاف زنی کے اس کا کوئی فائدہ نہیں، یہ نفوس کو
ایسی چیزوں میں مشغول کرتے ہیں، جو کچھ مفید نہیں،
بلکہ بعض اوقات گمراہی اور جہالت آفرینی کے سوا
جو قلوب کے نفاق کا ذریعہ ہے، کچھ اور حاصل نہیں
اگرچہ ان کا دعوی ہے کہ یہ معرفت اور تحقیق کی بنیاد ہے

کوہ کندن وکاہ برآوردن

ایک جگہ وہ ثابت کرتے ہیں کہ منطق درحقیقت ایک "کوہ کندن اور کاہ برآوردن" کا سا عمل ہے کہ محنت اور بحث بہت زیادہ اور حاصل محصول بہت کم، "نقض المنطق" میں فرماتے ہیں:۔

"یہ بات واضح ہے کہ منطق کو واجب قرار دینا محض ان لوگوں کا قول ہے جو غالی اور حقیقت سے ناآشنا ہیں، خود ماہرین فن بھی اپنے تمام علوم میں منطق کے قوانین کی پابندی نہیں کرتے، بلکہ بعض اوقات کبھی تو ان کی طوالت کی وجہ کبھی غیر مفید ہونے کی بنا پر اور کبھی بعض قوانین کے فاسد ہونے کی وجہ سے اور کبھی ان کے اجمال اور اشتباہ کی وجہ سے وہ ان سے خود اعراض کرتے ہیں، اس میں متعدد ایسے مقامات ہیں، جو کوہ کندن اور کاہ برآوردن کا مصداق ہیں"[2]

[1] الرد علی المنطقیین ص ۳۱ [2] نقض المنطق ص ۱۵۵

منطق کا اثر ذہن اور قوت بیانیہ پر

ان کے نزدیک منطق سے اکثر اوقات یہ نقصان بھی پہنچا ہے کہ طبیعت کی جولانی اور زبان و خیالات کی روانی میں رکاوٹ پیدا ہو گئی ہے، چنانچہ جو لوگ قواعدِ منطقیہ اور منطقی اسلوب کی بڑی پابندی کرتے ہیں، ان میں ژولیدہ بیانی، مشکل پسندی و اغلاق اور ایک طرح کی ذہنی کجی پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ متاخرین کے متون اور پچھلے دور کی نصابی کتابیں اس کا واضح نمونہ ہیں، امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:۔

وما زال نظار المسلمين يعيبون طريق
اهل المنطق ويبينون ما فيها من العى
واللكنة وقصور العقل وعجز المنطق
ويبينون انها الى افساد المنطق العقلى
واللسانى اقرب منها الى تقويم ذلك۔[1]

مسلمان اہلِ نظر و مناظرہ شروع سے اہل منطق پر کڑی
تنقید کرتے رہے کہ اس سے اشتغال کرنے والوں میں
اکثر یہ عیب پیدا ہو جاتا ہے کہ بے تکلف اظہارِ خیال
نہیں کر سکتے، ان کی زبان و قلم میں ایک طرح کی بندش اور
رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، ذہن اپنا پورا کام نہیں
کرتا اور زبان ساتھ نہیں دیتی، اور وہ اس بات کو
واضح کرتے رہے کہ بجائے ذہن اور زبان کی ترقی
اور تقویت کے اکثر یہی دیکھا گیا ہے کہ ذہن اور
زبان کو اس نے نقصان ہی پہنچایا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

اذا اتسعت العقول وتصوراتها
اتسعت عباراتها واذا ضاقت العقول

قاعدہ یہ ہے کہ جب عقول و تصورات میں وسعت
ہوتی ہے تو عبارتوں میں بھی وسعت ہوتی ہے اور

[1] الرد علی المنطقیین ص ۱۹۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والتصورات بقی صاحبها کانه محبوس العقل واللسان کما یصیب اهل المنطق الیونانی تجده من اضیق الناس علما وبیانا، واعجزهم تصورا وتعبیرا، ولهذا من کان منهم ذکیا اذا تصرف فی العلوم وسلک مسلک اهل المنطق طول وضیق وتکلف وتعسف وغایته بیان البین وایضاح الواضح من الحق وقد یوقعه ذلک فی انواع من السفسطة التی عافی الله بها من یسلک طریقة۔[1]

دماغ تنگ اور تصورات محدود ہوتے ہیں تو انسان ایسا معلوم ہوتا ہے گویا وہ عقلی اور لسانی طور پر محبوس ہے جیسے کہ منطق یونانی سے اشتغال کرنے والوں کو اکثر پیش آتا ہے، تم دیکھو گے کہ وہ اپنے علم وبیان میں بڑے تنگ دامن اور اپنے تصور وتعبیر میں بڑے عاجز نظر آتے ہیں اسی لئے ان میں سے جو ذکی بھی ہوتا ہے جب علوم میں تصرف کرتا ہے اور اہلِ منطق کا راستہ اختیار کرتا ہے تو تطویل وتضییق اور تکلف ومشقت سے کام لیتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا کارنامہ یہ ہوتا ہے کہ ایک معلوم چیز کو بیان اور ایک واضح چیز کو زیادہ واضح کردے اور اس کا نتیجہ ہے کہ منطق کے اشتغال سے اس کے ذہن وزبان پر قفل سے پڑ گئے ہیں، بعض اوقات وہ سفسطہ اور حقائق اشیاء کے انکار کے مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس سے وہ لوگ محفوظ ہیں، جنھوں نے ان اہلِ منطق کا راستہ اختیار نہیں کیا ہے۔

بعض مستثنیات

امام ابن تیمیہ کے سامنے بعض ایسے اشخاص بھی ہیں، جو یونانی علم وحکمت میں انہماک رکھنے اور ان علوم

[1] الرد علی المنطقیین ص ۱۶۷

میں درجۂ امامت تک پہونچنے کے باوجود بڑے شگفتہ قلم، خوش تحریر اور ادیب تھے، مثلاً ابن سینا جس کا قصیدہ روحِ عربیت کا بڑا عمدہ نمونہ اور جس کی تحریروں میں اہلِ حکمت کے برخلاف حلاوت وبلاغت پائی جاتی ہے، ان کے نزدیک یہ اسلامی اور عربی ادب ولٹریچر سے اشتغال اور علوم اسلامیہ کا فیض ہے، اور اس میں شبہ نہیں کہ ابن سینا کے حالات وسوانح سے اس کی تصدیق ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

ومن وجد فی بعض کلامه فصاحة وبلاغة کما یوجد فی بعض کلام ابن سینا وغیره فلما استفاده من المسلمین من عقولهم والسنتهم والاقلو مشی علی طریقة سلفه واعرض عما تعلمه من المسلمین کان عقله ولسانه یشبه عقولهم والسنتهم۔[1]

ان فلاسفہ واہلِ منطق میں سے جس شخص کے کلام میں کچھ فصاحت یا بلاغت محسوس ہوتی ہے جیسے کہ ابن سینا کی بعض تحریروں میں نظر آتی ہے تو یہ مسلمانوں کے عقول وآداب سے فائدہ اٹھانے کا نتیجہ ہے ورنہ اگر وہ اپنے پیشروؤں کے راستہ پر چلتا رہتا اور اس نے مسلمانوں سے جو علوم حاصل کئے ہیں ان سے اعراض کرتا تو اس کی عقل وزبان بھی ان ہی کے عقل وزبان کی طرح کوتاہ اور قاصر نظر آتی۔

منطق کے متعلق اجمالی رائے

ان تنقیدات اور تبصروں کے بعد اس فن کے متعلق ان کی اجمالی رائے خود ان کے الفاظ میں یہ ہے:

فحقه النافع فطری لا یحتاج الیه وما یحتاج الیه لیس فیه منفعة الا معرفة اصطلاحهم وطریقهم

منطق کا جتنا حصہ درست اور مفید ہے وہ تو فطری ہے جس کی (ایک سلیم الفطرت کو) ضرورت نہیں اور جتنے حصے کی ضرورت ہے اس کا بھی فائدہ صرف اتنا ہے کہ اہلِ فن کی

[1] الرد علی المنطقیین ص ۱۹۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوخطأهم۔[1]

اصطلاحات ان کا طریقۂ استدلال یا ان کی غلطیاں معلوم ہوجاتی ہیں۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

انی کنت دائما اعلم ان المنطق الیونانی لایحتاج الیہ الذکی ولاینتفع بہ البلید۔[2]

میرا ہمیشہ سے یہ خیال تھا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے فطری ذکاوت عطا فرمائی ہے اس کو تو اس یونانی منطق کی ضرورت نہیں اور جو اس ذکاوت سے محروم ہے اس کو اس منطق سے کوئی بڑا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

منطق کا صحیح مقام اور فائدہ

منطقِ یونانی کے بارے میں امام ابن تیمیہ کے ان آراء وخیالات میں خواہ کسی قدر انتہا پسندی اور غلو کا رنگ نظر آئے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ منطق کی عظمت وتقدیس کے اس طلسم پر جو تمام عالمِ اسلام پر پانچویں صدی کے بعد سے چھایا رہا ہے ابنِ تیمیہ کی تنقیدوں سے ایک ضرب لگی اور ایسا ہونا ضروری تھا اس کے بارے میں ہمارے درسی اور علمی حلقوں میں جس قدر غالیانہ اور مبالغہ آمیز عقیدت قائم رہی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ جو منطق سے ناآشنا ہو اس کو اس کے تمام علوم وکمالات اور فطری ذکاوت کے باوجود جاہل اور احمق سمجھا جاتا رہا ہے اور عرصہ تک ہندوستان میں منطق وفلسفہ کو "دانشمندی" اور ان کی کتابوں کو "کتب دانشمندی" کے نام سے یاد کیا جاتا رہا ہے اس غلو اور عقیدت کے خلاف ردِّ عمل بھی قدرتی امر ہے اور اسی ردِّ عمل سے اس بات کا امکان ہے کہ اس کے بارے میں معتدل رائے قائم کی جائے گی اور اس کو اس کا صحیح مقام دیا جائے گا، منطق ایک طرح کی ذہنی ورزش اور دماغی ریاضت ہے اور اس میں کوئی شبہ

[1] الرد علی المنطقیین ص۲۰۱ [2] ایضاً ص۳

نہیں کہ اس سے تشحیذ ذہن کا کام لیا جاسکتا ہے اور اگر اس کو اسی حد تک رکھا جائے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا خود امام ابن تیمیہ کو اس کا اعتراف ہے "الردّ علی المنطقیین" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

وایضاً فان النظر فی العلوم الدقیقۃ یفتق الذھن ویدربہ ویقویہ علی العلم فیصیر مثل کثرۃ الرمی بالنشاب وکرکوب الخیل تعین علی قوۃ الرمی والرکوب وان لم یکن ذلک وقت قتال، وھذا مقصد حسن۔[1]

یہ بات بھی ہے کہ علوم دقیقہ میں غور ومطالعہ سے ذہن کھلتا ہے اور اس کی مشق ہوتی ہے اور علم کی طاقت حاصل ہوتی ہے بالکل جس طرح سے تیر اندازی اور شہسواری کی مشق سے نشانہ ٹھیک ہوتا ہے اور گھوڑے کی سواری آسان ہوجاتی ہے اور لوگ جنگ سے پہلے بھی ان چیزوں کی مشق کرتے ہیں یہ ایک اچھا مقصد ہے۔

لیکن لوگوں نے جس طرح اس کو بجائے وسیلہ کے مقصود اور بجائے مقدمہ کے اصل علم سمجھ لیا ہے اس سے ہر منصف اور بالغ نظر کو اختلاف ہوگا۔

دینی والٰہی حقائق کے بارے میں منطق کی بے بسی

منطق وفلسفہ کے بارے میں ایک غلو شروع سے یہ چلا آرہا ہے کہ جس طرح اس کے قواعد واصول کو علوم عقلیہ میں فیصلہ کن اور حکم سمجھا جاتا ہے اس طرح سے دینی والٰہی حقائق کے بارے میں بھی ان سے بے تکلف کام لیا جاتا ہے اور ان کے فیصلہ کو تسلیم کیا جاتا ہے امام ابن تیمیہ اس بات کو پوری طاقت سے واضح کرتے ہیں کہ اگر منطق کو ایک میزان وترازو کا بھی درجہ دیا جائے تو اس ترازو کا کام اور اس کا دائرۂ عمل بہرحال محدود رہے گا، اس ترازو پر حقائقِ دینیہ کو تولنا ایسا ہی ہے جیسے لکڑی، سیسہ اور پتھر تولنے کی ترازو پر سونے چاندی اور جواہرات کو تولا جائے "نقض المنطق" میں لکھتے ہیں:۔

[1] الرد علی المنطقیین ص۲۵۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اتنی بات مسلم ہے کہ لکڑی اور سیسہ اور پتھر کو تولنے کے لئے جو ترازو بنائے گئے ہیں، ان پر سونے چاندی کو نہیں تولا جاسکتا، نبوت کا معاملہ اور انبیاء علیہم السلام جن حقائق کو لے کر آئے ہیں، وہ علوم میں اس سے کہیں زیادہ رفیع اور نازک ہیں، جتنا کہ سونا مالیات میں ہے، تمہاری منطق اس کے لئے کوئی میزان نہیں بن سکتی، اس لئے کہ اس میزان میں جہل وظلم دونوں جمع ہیں، یا تو وہ ان کے وزن و درجہ سے واقف نہیں، اور ان کو وزن کرنے اور ان کی حیثیت بیان کرنے کی اس میں صلاحیت نہیں اس لئے جاہل ہے، یا وہ حق کا انکار کرتی ہے، اور اس کو قبول نہیں کرتی ہے، اس لئے ظالم ہے، حالانکہ وہ حق ہے جس کا طبائع انسانی کے پاس کوئی بدل نہیں اور نہ ان علوم سے کسی کو استغنا ہے اور اسی پر بنی نوع کی سعادت منحصر ہے"[1]

اس موقع پر نامناسب نہ ہوگا کہ نویں صدی کے ایک دوسرے سلیم الطبع اور نقاد عالم ابن خلدون کا ایک اقتباس بھی پیش کر دیا جائے جو بالکل اس مفہوم ومعنی کو ادا کرتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں مختلف اور متعدد سلیم الطبع انسان محض اپنی سلامتِ طبع سے کس طرح ایک حقیقت تک پہونچ جاتے ہیں، اور ان میں خیالات وافکار کا کیسا توارد ہوتا ہے، عقل کے محدود ہونے اور حقائق دینیہ وغیبیہ کا احاطہ کرنے سے قاصر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

"عقل ایک صحیح ترازو ہے، اس کے فیصلے یقینی ہیں، جن میں کوئی جھوٹ نہیں لیکن تم اس ترازو میں امور توحید، امور آخرت، نبوت، صفاتِ الٰہی اور وہ تمام امور وحقائق جو ماوراء عقل ہیں تول نہیں سکتے، یہ لاحاصل کوشش ہوگی، اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے ایک ترازو دیکھی جو سونے کا وزن کرنے کے لئے ہے، اس کو اس ترازو میں پہاڑوں کے تولنے کا شوق پیدا ہوا، جو ناممکن ہے، اس سے ترازو کی صحت پر کوئی حرف نہیں آتا، لیکن اس کی گنجائش کی ایک حد ہے،

[1] نقض المنطق ص۱۶۴

اسی طرح عقل کے عمل کا بھی ایک دائرہ ہے جس سے باہر وہ قدم نہیں نکال سکتی، وہ اللہ اور اس کے صفات کا احاطہ نہیں کر سکتی، اس لئے کہ وہ اس کے وجود کا ایک ذرہ ہے"[1]

منطق پر تفصیلی وفنی تنقید اور ابن تیمیہ کے اجتہادات واضافات

امام ابنِ تیمیہ نے فن منطق پر محض اجمالی تبصرہ اور اصولی اعتراضات پر اکتفا نہیں کی، بلکہ پورے فن پر ایک ناقدانہ اور مجتہدانہ نظر ڈالی، اور اس کا علمی احتساب کیا، انھوں نے اس کے بہت سے اصول ومسلمات کے تسلیم کرنے سے انکار کیا، اور ان پر خالص عقلی اور فنی حیثیت سے بحث کی، اس کی بہت سی تعریفات وحدود کو مخدوش وکمزور ثابت کیا، اور ان سے بہتر تعریفات وحدود پیش کئے، اس کے بہت سے قضایا اور ان کی ترتیب سے اختلاف کیا، قیاس کے مقابلہ میں جو ارسطو کے منطق کی اساس ہے، استقراء کی ترجیح ثابت کی اور اس کو حصولِ علم ویقین کا زیادہ طبعی سہل اور محفوظ طریقہ بتلایا، اسی کے ساتھ انھوں نے منطق وفلسفہ میں کئی جدید نظریات پیش کئے، اور فن میں اضافے کئے، مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم "الرد علی المنطقیین" کے مقدمہ میں ان کی اس خدمت وعظمت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اگر تم اس کتاب کا غور وفکر سے مطالعہ کروگے تو تم کو متعدد ایسے منطقی اور فلسفی مسائل ملیں گے جن کے ابن تیمیہ موجد ہیں، اور وہ اس وقت کے مغربی فلاسفہ کی تصنیفات ونظریات سے بالکل مطابقت رکھتے ہیں، مثلاً تمام مسلمان علماء منطق نے اس بارے میں ارسطو کی پیروی کی ہے کہ کلیات علم کی بنیاد ہیں، اور اس بنا پر انھوں نے برہانیات کو ترجیح دی ہے، اور اصول استقراء کی تحقیر کی ہے، اس بنا پر بعض علماء فرنگ نے یہاں تک لکھا کہ مشہور انگریز منطقی عالم مل (۱۷۷۳ء) پہلا شخص ہے جس نے استقراء کے اصول کو مرتب کیا، اور منطق جدید کی بنیاد رکھی (حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس سے

[1] مقدمہ ابن خلدون ص۴۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئی صدی پہلے امام ابن تیمیہ اس پر زور دے چکے ہیں۔

اسی طرح سے انھوں نے حقیقتِ حد، جنس، فصل، لزوم، حقیقت، علت، قیاس، استقراء، استدلال بالمشہورات، قیاس میں ایک مقدمہ پر اکتفا وغیرہ جیسے اہم اور پیچیدہ مباحث کو جس طرح حل کیا ہے اور محکم دلائل سے اپنے نظریات ثابت کئے ہیں، وہ ان کی ذکاوت و اجتہاد پر گواہ ہے، علت و لزوم کے بارہ میں انھوں نے جو کچھ کہا ہے، بعینہٖ وہی نظریہ ہے جس کو مشہور فلسفی ہیوم (HUME) نے اپنی کتابوں میں ثابت کیا ہے، اہلِ علم کو معلوم ہے کہ لزوم و علّیت ان دشوار ترین مسائل میں سے ہے، جن میں دماغوں نے بڑی ٹھوکریں کھائی ہیں، اور اسی سے طبائعین (نیچر کو ماننے والے) اور ملحدین کی بہت سی گمراہیاں نکلی ہیں، اس کتاب میں امام ابنِ تیمیہ کی بہت سی جدید تحقیقات اور جدید نظریات ہیں، جو ان کی علمی عظمت اور غیر معمولی ذکاوت کی دلیل ہے۔[1]

علومِ عقلیہ میں تقلید درست نہیں ہے

امام ابنِ تیمیہ کو اس بات کا احساس ہے کہ لوگ ان کے ان اعتراضات اور اختلافات کو دیکھ کر یہ کہیں گے کہ یونانی علوم ایک بڑا قدیم علمی ذخیرہ ہے جس کی ترقی و تہذیب میں کئی نسلوں کے بہترین دماغوں نے حصہ لیا ہے، اور ان کو ترقی و کمال کے اعلیٰ مقام تک پہونچا دیا ہے، اس لئے اب ان میں غلطی کا بہت کم احتمال رہ گیا ہے، اور ان پر پچھلے دور کے کسی ناقد کا تنقید اور اعتراض کرنا ایک بڑی علمی جسارت اور اضاعتِ وقت ہے، امام ابن تیمیہ اس مقدمہ کو تسلیم نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ جب یہ علوم محض عقلی ہیں، اور ان کی بنیاد غور و فکر اور مطالعہ پر ہے تو ان میں محض تقلید کا کیا جواز ہے، خود اس کے ناقل اس کو کسی وحی و الہام پر مبنی نہیں بتاتے بلکہ اس کی بنیاد عقل پر رکھتے ہیں اس لئے ہر زمانہ کے اہل عقل کو یہ حق ہے کہ ان پر ناقدانہ

[1] مقدمہ الرد علی المنطقیین ص۴

نظر ڈالے اور عقل کے ترازو پر تولے اور جو چیز خلافِ عقل ہو اس کو بے تکلف رد کر دے، وہ "الرد علی المنطقیین" میں ایک جگہ بعض شیوخِ منطق کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ "یہ علوم وہ ہیں جن کو ہزار برس تک بہترین دماغوں نے صیقل کیا ہے، اور ہر زمانہ کے اہل فضل نے ان کو قبول کیا ہے" پھر اس کا جواب دیتے ہیں:-

هب ان الامر كذلك فهذه العلوم	فرض کرو کہ بات یوں ہی ہے لیکن یہ علوم تو خالص
عقلية محضة ليس فيها تقليد لقائل	عقلی علوم ہیں، جن میں کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں
وانما تعلم بمجرد العقل فلا يجوز ان	یہ تو مجرد عقل سے معلوم کئے جاتے ہیں، اور اس لئے
تصحح بالنقل بل ولا يتكلم فيها الا بالمعقول	نقل کے ذریعہ ان کی تصحیح درست نہیں، اور ان میں
المجرد فاذا دل المعقول الصريح على	خالص معقولات کی بنا پر کلام کیا جاتا ہے تو جب
بطلان الباطل منها لم يجز رده فان	معقول صریح ان میں سے کسی باطل کے بطلان پر
اهلها لم يدّعوا انها ماخوذة عمن	دلالت کرے تو اس کا مسترد کرنا جائز نہیں اس لئے
يجب تصديقه بل عن عقل محض	کہ خود علمائے منطق نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ وہ کسی
فيجب التحاكم فيها الى موجب	ایسی ہستی یا ذریعہ سے ماخوذ ہے جس کی تصدیق واجب ہے،
العقل الصريح۔[1]	وہ خود کہتے ہیں کہ ان کا تعلق عقل محض سے ہے اس لئے
	ان کے بارے میں عقل صریح کے موجبات ہی کی طرف رجوع
	کرنا صحیح اور اس کے فیصلہ کو قبول کرنا ضروری ہوگا۔

عالمِ اسلام کے پچھلے دور میں علومِ عقلیہ کا جمود و انحطاط، اور ابن تیمیہ کے کام کی اہمیت

واقعہ بھی یہی ہے کہ معقول کو ہمیشہ معقول ہی رہنا چاہئے منقول نہیں بننا چاہئے لیکن عالمِ اسلام

[1] الرد علی المنطقیین ص۲۰۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر جب علمی و فکری زوال طاری ہوا اور دماغوں اور قوتِ فکریہ نے اپنا کام آزادی سے کرنا چھوڑ دیا تو تمام علمائے حکمت و فلسفہ بھی اپنے پیشروؤں کی لکیر کے فقیر بن گئے اور ان کی تحقیقات و تصنیفات کے ناقل و شارح بن کر رہ گئے، اور معقولات اور منقولات میں کوئی فرق نہیں رہ گیا، متاخرین کی بڑی سے بڑی پرواز یہ تھی کہ وہ متقدمین کے کلام کی شرح کر دیں، اور ان کے مطالب کو کم سے کم الفاظ میں ادا کر دیں، یہی مشرق کا وہ دور انحطاط ہے، جب علم و حکمت میں اضافہ، تجدید، اجتہاد اور "تخلیقی" کام کا دروازہ بالکل بند ہو گیا، یورپ میں (جس نے یونان کے منطق و فلسفہ کو مسلمانوں کے واسطے سے حاصل کیا تھا، اور حکمائے یونان کے افکار و فلسفہ کو ابن سینا اور ابن رشد کے ذریعہ سمجھا تھا) کچھ عرصہ تک اس علمی میراث پر قناعت کرنے کے بعد فکر و نظر اور تحقیق و تجربہ کا کام آزادانہ طریقہ پر شروع ہوا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یونانیوں کی منطق و فلسفہ کی بساط الٹ گئی، قیاس کے بجائے استقراء پر منطق کی بنیاد رکھی گئی مابعد الطبعیات اور الٰہیات کے بجائے جن کا عملی اور علمی زندگی میں کچھ حاصل نہ تھا، طبعیات پر زور دیا گیا اور اس فکری انقلاب نے نہ صرف یورپ کی دنیا کو بلکہ سارے عالمِ انسانی کو متاثر کیا، اس کے برخلاف ہمارے قدیم علمی و مدرسی حلقوں میں یونانی علوم اور ان کے مشرقی شارحین اور پھر آخر میں ایرانی مصنفین کی کتابوں اور شروح و حواشی کو اس مضبوطی سے پکڑا گیا کہ گویا وہ العروۃ الوثقیٰ اور فکر و نظر کا سدرۃ المنتہیٰ ہیں، اس عقلی جمود و تقلید کے دشت بے نشان میں امام ابن تیمیہ کا یہ مجتہدانہ کارنامہ اور فلسفہ و منطقِ یونانی کی علمی تنقید و محاسبہ ایک سنگِ میل اور چراغِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور نئے اجتہاد و تفکر کا دروازہ کھولتا ہے۔

غیر اسلامی ملل و فرق کی تردید

اور

ان کے عقائد و رسوم و اثرات کا مقابلہ

شیخ الاسلام حافظ ابنِ تیمیہ نے یوں تو تقریباً تمام غیر اسلامی مذاہب و عقائد کی تنقید و تردید کی خدمت انجام دی اور ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ اس علمی جہاد کی نذر ہوا، مشکل سے ان کی کوئی تصنیف متکلمانہ بحث و مناظرہ سے خالی ہوگی، لیکن ہم یہاں ان مذاہب و فرق میں جن کا ابن تیمیہ نے مقابلہ کیا، صرف دو (عیسائیت اور شیعیت) کو انتخاب کرتے ہیں، اس لئے کہ ان دونوں پر ان کی دو علیحدہ و معرکۃ الآراء تصانیف (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح اور منہاج السنۃ النبویہ فی نقض کلام الشیعہ والقدریہ) یادگار ہیں، نیز ان دونوں میں ایک لطیف مناسبت اور قدر مشترک بھی ہے، جس کا اظہار اس حدیث میں ہوا ہے، جس میں حضرت علیؓ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے "یھلک فیک اثنان محب غال ومبغض" (اے علی! تمہارے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہوں گے، ایک غالی محب اور ایک بغض رکھنے والے) اور اس لئے بھی کہ شیخ الاسلام کے زمانہ میں مذاہب میں سے صرف مسیحیت اور فرقوں میں سے صرف شیعیت (اپنی مختلف شاخوں اور اقسام کے ساتھ) دو زندہ تحریکیں اور طاقتور مذاہب تھے، اور شاید اسی لئے امام ابن تیمیہ نے ان دونوں کو اپنی مستقل اور منفرد تصانیف کا موضوع بنایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ردِّ عیسائیت

عالمِ اسلام میں عیسائیت کی نئی تحریک

مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ اسلامی ملکوں میں دوسرے مذاہب و ادیان نے نئی کروٹ لی، ان مذاہب و ادیان میں سب سے زیادہ جرأت و ستعدی کا اظہار مسیحیت نے کیا جس کے ماننے والوں کی بڑی تعداد اسلامی ممالک بالخصوص مصر و شام میں موجود تھی، خصوصیت کے ساتھ شام سے متصل عیسائی ممالک کا سلسلہ تھا، اور ان کی عظیم الشان عیسائی سلطنت (سلطنت قسطنطنیہ) کی سرحدیں اس سے ملتی تھیں، پانچویں صدی ہجری کے آخر میں یورپ نے شام و فلسطین پر حملوں کا وہ سلسلہ شروع کیا جو جنگ صلیبی کے نام سے تاریخ میں مشہور ہیں، شام کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا اور نوّے برس تک بیت المقدس عیسائیوں کے اقتدار و تولیت میں رہا، سلطان صلاح الدین ایوّبی نے اگرچہ حِطّین کے میدان میں عیسائیوں کو فیصلہ کن شکست دی تھی، اور بیت المقدس کو بازیاب کرلیا تھا، لیکن شام کے ساحل پر اب بھی ان کی ایک ریاست باقی تھی، اور عیسائی مبلغین اور علماء کے حوصلے اس فتح سے اتنے بلند ہوچکے تھے کہ وہ شام کو دوبارہ مسیحیت کے جھنڈے کے نیچے اور صلیب کے سایہ میں لینے کے خواب دیکھتے تھے، تاتاریوں کے حملے نے ایک طرف مسلمانوں کو نیم جان کردیا تھا اور دوسری طرف عیسائیوں کو بڑا سہارا دیا تھا، کتاب کے پہلے حصہ میں گذرچکا ہے کہ ۶۵۸ھ میں جب تاتاری دمشق میں فاتحانہ داخل ہوئے تو عیسائیوں نے شہر سے نکل کر ان کا استقبال کیا، اور ان کو تحائف پیش کئے، وہ صلیب کو سروں پر بلند کئے ہوئے تھے، اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ دینِ برحق یسوع مسیح کا دین غالب آیا۔[1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ دعوت و عزیمت" حصہ اول صفحہ ۳۰۲ دوسرا ایڈیشن۔

"الجواب الصحیح" کی تصنیف

یوں تو مسیحی علماء اور پادری مسلمانوں سے اکثر سوال و جواب کرتے رہتے تھے، اور علمائے اسلام ان کے اعتراضات کا جواب دیتے تھے اور مذہبِ مسیحی کی کمزوریاں ظاہر کرتے رہتے تھے، لیکن امام ابن تیمیہ کے لئے اس موضوع کی طرف خصوصی توجہ کرنے کا خاص سبب یہ پیش آیا کہ قبرص (سائپرس) سے عیسائیوں کی ایک نئی مناظرانہ تصنیف ملک شام پہونچی جس میں عقلی اور نقلی حیثیت سے مسیحیت کا اثبات کیا گیا تھا، اور مسیحی عقائد کو عقلاً و نقلاً ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، اس کتاب میں پوری قوت کے ساتھ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت عمومی نہیں، آپ صرف عربوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، اور مسیحی آپ پر ایمان لانے کے لئے مکلّف نہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب نے شام کے علمی اور دینی حلقہ میں کافی اہمیت اختیار کرلی تھی۔

اس کتاب کا جواب دینے کے لئے وہی شخص موزوں تھا جو ایک طرف فلسفہ اور علم کلام اور عقائد و فِرَق پر بڑی وسیع اور گہری نظر رکھتا ہو، دوسری طرف عہدِ عتیق اور عہدِ جدید کے صحیفوں (بائبل) پر اس کو پورا عبور اور مسیحیت کی تاریخ پر اطلاع ہو، اس لحاظ سے اس عصر میں امام ابن تیمیہؒ سے زیادہ کوئی اس کام کا اہل نہ تھا، انھوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا، اور "الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح" کے نام سے چار جلدوں میں ایک کتاب لکھی، جو نہ صرف اس موضوع پر بلکہ خود امام ابن تیمیہ کی تصنیفات میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے[1]، اس کتاب سے ان کی وسعتِ نظر، مطالعہ کے تنوع، مذاہب و ادیان کی تاریخ سے گہری واقفیت اور صحفِ سابقہ پر وسیع نظر کا اندازہ ہوتا ہے، اس کتاب میں انھوں نے صرف مدافعت اور صفائی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ مسیحیت کی بنیادوں پر بھی حملہ کیا ہے، نبوتِ محمدیؐ کے ثابت کرنے کے لئے انھوں نے

[1] اس کتاب کے مجموعی صفحات ۱۳۹۵ ہیں، ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۵ء) میں شیخ فرج اللہ زکی کردی اور شیخ مصطفیٰ قبانی دمشقی کے اہتمام میں مصر میں شائع ہوئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی قدیم اور اصطلاحی دلائل نہیں پیش کئے ہیں، جو علمِ کلام اور مناظرۂ فرق کی کتابوں کا قدیم شعار ہے، بلکہ ایسے نئے وجوہ و دلائل پیش کئے ہیں، جو زیادہ دل نشیں اور ایمان آفریں ہیں، ایک منصف مزاج اور معقولیت پسند انسان کو تسلیم و اعتراف پر مجبور کر دیتے ہیں، پھر اس کتاب میں مسیحیت کی تاریخ، مسیحی علم کلام، اور مسیحی علماء کی موشگافیوں اور تاویلات کا اتنا مواد نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارتوں اور آپ کے دلائل نبوت اور آپ کی پیشین گوئیوں کا اتنا بڑا ذخیرہ پیش کر دیا ہے، جو تنہا کسی ایک کتاب میں دستیاب نہیں ہو سکتا اور جس کے لئے بہت بڑا کتب خانہ کھنگالنے کی ضرورت ہو گی، ہمیں مشہور مصری فاضل شیخ محمد ابوزہرہ کی اس رائے سے بالکل اتفاق ہے :-

وان هذا الكتاب أحد أما كتبه ابن تيمية	امام ابن تیمیہ کی مناظرانہ تصنیفات میں یہ کتاب سب سے
في الجدال، وهو وحده جدير بان يكتب	زیادہ ٹھنڈی اور پرسکون ہے، یہ کتاب تنہا ان کو
ابن تيمية في سجل العلماء العاملين والأئمة	باعمل علماء، مجاہد ائمہ اور غیر فانی مفکرین کا مرتبہ
المجاهدين والمفكرين الخالدين[1]۔	دلانے کے لئے کافی ہے۔

پیشِ نظر مضمون میں اس کتاب پر ایک اجمالی نگاہ ڈالنی ہے، اور اقتباسات کی مدد سے اس کا ایک ایسا خلاصہ پیش کرنا ہے، جس سے ان کا نقطۂ نظر اور اس کتاب کی روح سامنے آجائے۔

مسیحیت حضرت مسیح کی تعلیم اور رومی بت پرستی کا مجموعہ ہے

جن مسلمان علماء و مصنفین نے مسیحیت کی تردید و تنقید پر قلم اٹھایا، ان میں سے اکثر خود مسیحیت کی تاریخ سے ناواقف تھے، انھوں نے مسیحیت کو حضرت مسیح کے اقوال و حالات کا مجموعہ سمجھ کر اور ایک آسمانی مذہب کا درجہ دے کر بحث کی اور اس طرح اس کو ایسا اعزاز بخشا جس کی وہ مستحق نہیں تھی، امام ابن تیمیہ

[1] ابن تیمیہ، ص ۵۱۹

چونکہ مسیحیت کی تاریخ اور اس کے تدریجی ارتقاء و تغیرات پر نظر رکھتے ہیں، اس لئے وہ اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہیں کہ ان کے زمانہ کی مسیحیت حضرت مسیح کی تعلیمات اور یونانیوں اور رومیوں کے مشرکانہ عقائد اور رسوم اور علم الاصنام (دیومالا) کا ایک معجون مرکب ہے، اس لئے وہ عام ناقدین کی اس تاریخی غلطی کا شکار نہیں ہوتے اور پوری جرأت و بیباکی کے ساتھ موجودہ مسیحیت کی تنقید کا فرض انجام دیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں :-

"رومی اور یونانی وغیرہ مشرک و بت پرست تھے، وہ ہیاکل علوی اور اصنام ارضی کی پرستش کرتے تھے، حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے سفراء و مبلغین کو ان کی طرف امر الٰہی کی دعوت دینے کے لئے بھیجا، ان میں سے بعض آپ کی زندگی میں ان ملکوں میں گئے، اور بعض آپ کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد انھوں نے ان کو اللہ کے دین کی دعوت دی، کچھ لوگوں نے اللہ کے دین کو قبول کیا، اور ایک مدت تک اس پر قائم رہے، پھر شیطان نے ان میں سے کچھ لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ وہ حضرت مسیح کے دین کو بدل دیں، انھوں نے ایک ایسا دین ایجاد کیا جو حضرت مسیح علیہ السلام کے دین اور مشرکین کے دین کا مجموعہ تھا[1]"

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

"عیسائیوں نے دو دینوں کو ملا کر ایک دین بنایا، ایک انبیاء موحدین کا دین، ایک مشرکین کا دین، ان کے دین میں ایک حصہ تو انبیاء کی تعلیمات کا ہے، اور ایک حصہ ان نئے اقوال و افعال کا ہے جو انھوں نے مشرکین کے دین میں سے لے کر شامل کئے ہیں، اس طرح سے انھوں نے اقانیم کے الفاظ ایجاد کئے جن کا انبیاء علیہم السلام کے کلام میں کہیں پتہ نہیں چلتا، اسی طرح سے انھوں نے مجسم اور سایہ دار بتوں کی جگہ پر وہ بت ایجاد کئے جن کا سایہ نہیں، اسی طرح آفتاب، چاند اور کواکب کی طرف نماز پڑھنے، موسم بہار میں روزہ رکھنے کو دین میں داخل کیا، تاکہ دین شرعی اور امر طبعی دونوں کو وہ جمع کر لیں[2]"

[1] اجوبۃ الصحیح حصہ اول ص ۱۱۹-۱۲۰ [2] ایضاً - جلد ۳ ص ۱۹۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجودہ مسیحیت عہد قسطنطین کی تصنیف ہے

وہ اس سے ایک قدم آگے بڑھا کر یہ کہتے ہیں کہ مسیحیت کی ابتدائی تحریف و تبدیلی کے علاوہ جو مسیحیت کے ابتدائی عہد اور پال (پولس) کے زمانہ میں ہوگئی تھی، دوسری بڑی تحریف اور تبدیلی قسطنطین کے زمانہ میں ہوئی، جو چوتھی صدی مسیحی کا مشہور رومی بادشاہ ہے، اور جو پہلی مسیحی سلطنت کا بانی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"عیسائیوں کے عقائد اور شریعت و احکام ان کے علماء و اکابر برابر تصنیف کرتے رہے جیسے کہ بادشاہ قسطنطین کے زمانہ میں ۳۱۸ آدمیوں نے وہ عیسائی محضر تیار کیا جس پر مختلف مسیحی فرقوں نے اتفاق کیا اور اریوس وغیرہ جو اس کے مخالف تھے ان پر لعنت کی اس محضر میں وہ مسائل ہیں جن کا کسی آسمانی کتاب میں نشان نہیں ملتا بلکہ تمام آسمانی کتابوں کی تعلیمات کے مخالف اور عقل صریح کے معارض ہیں۔"[1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"اس مذہبی سمجھوتے میں انھوں نے حضرت مسیحؑ اور انبیاء کی پیروی نہیں کی بلکہ ایک نیا عقائد نامہ تیار کیا جس کا انبیاء علیہم السلام کے کلام میں کوئی سراغ نہیں ملتا انبیاء علیہم السلام کے کلام نیز حضرت مسیح اور دوسرے انبیاء کے کلام میں کہیں اللہ کے اقانیم کا ذکر نہیں، نہ تین کا نہ زیادہ کا، نہ کہیں صفات ثلاثہ کا ثبوت ہے، نہ کہیں کسی صفتِ الٰہی کو ابن اللہ یا رب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، نہ اللہ کی حیات کو روح کہا گیا ہے، اور نہ یہ کہا گیا ہے کہ خدا کا ایک فرزند ہے جو الٰہ حق ہے اور الٰہ حق سے وجود میں آیا ہے، وہ اپنے باپ کے جوہر سے ہے اور وہ بھی اسی طرح خالق ہے جیسے کہ اللہ خالق ہے اسی طرح سے اور وہ دوسرے اقوال جو مختلف اقسام کفر پر مشتمل ہیں اس طرح کے اقوال کسی نبی سے بھی منقول نہیں۔"[2]

[1] الجواب الصحیح حصہ اول ص۱۸۱ [2] ایضاً حصہ سوم ص۱۳۴

اناجیل کی صحیح حیثیت

بعض علمائے اسلام سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ انھوں نے انجیل کو قرآن مجید اور دوسرے صحف سماوی کے درجہ میں رکھ کر بحث کی ہے اور عیسائی علماء و مبلغین کے دعوے اور شہرت عام سے متاثر ہو کر یہ تسلیم کر لیا کہ وہ بھی اسی طرح کی ایک آسمانی کتاب ہے جیسے کہ دوسری آسمانی کتابیں، یہ ایک بنیادی غلطی تھی جو محض عہدِ جدید کی تاریخ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے، امام ابن تیمیہ انجیل کو وہی مقام دیتے ہیں جس کی وہ مستحق ہے، ان کے نزدیک انجیل کے ان چار صحیفوں کی حیثیت سیرت اور حدیث کی عام کتابوں سے کسی طرح زائد نہیں، وہ لکھتے ہیں:-

"ان اناجیل اربعہ میں بعض راویوں نے کچھ حضرت مسیح کے اقوال اور کچھ ان کے افعال و معجزات نقل کئے ہیں انھوں نے اس کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے حضرت مسیح سے جو کچھ سنا اور دیکھا سب نقل نہیں کیا، پس جیسے محدثین اور اصحاب سیر و مغازی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال نقل کرتے ہیں اور کوئی ان کو قرآن کا درجہ نہیں دیتا، اسی طرح سے ان راویوں نے حضرت مسیح کے اقوال و افعال نقل کئے ہیں، اور اور ان کی حیثیت بھی وہی ہے، جو ہمارے یہاں سیرت اور حدیث کی کتابوں کی ہے۔"[1]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"آج جو انجیل عیسائیوں کے ہاتھوں میں ہے اس کے متعلق ان کو خود اعتراف ہے کہ وہ نہ حضرت مسیح کی لکھی ہوئی ہے، نہ ان کی لکھوائی ہوئی ہے، حضرت مسیح کے آسمان پر تشریف لے جانے کے بعد متی اور یوحنا نے (جو حضرت مسیح کے حواری تھے اور ان کو آپ کی صحبت حاصل ہوئی) اور مرقس اور لوقا نے (جنھوں نے حضرت مسیح کو نہیں دیکھا) لکھوایا، اس کو اتنے آدمیوں نے یاد نہیں کیا جو تواتر کی حد تک پہنچ جائے، ان چاروں مصنفین کا بھی یہ بیان ہے کہ انھوں نے حضرت مسیح کے اقوال و حالات کا

[1] الجواب الصحیح حصہ دوم ص۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ حصہ نقل کیا ہے، انھوں نے پورے اقوال و افعال کا استیعاب بھی نہیں کیا، دو تین چار کے نقل کرنے میں غلطی کی گنجائش ہے، خصوصیت کے ساتھ اس لئے اور بھی کہ خود حضرت مسیح کے بارے میں ان کو غلطی ہوئی، اور یہ بات مشتبہ ہوگئی کہ کون مصلوب ہے"[1]

وہ نہ صرف انجیل بلکہ تورات کے متعلق بھی لکھتے ہیں :-

"تورات کی نقل و روایت میں بھی انقطاع واقع ہوا جب بیت المقدس ویران کیا گیا اور بنی اسرائیل وہاں سے جلاوطن کئے گئے، یہودیوں کی روایت ہے کہ اس کے بعد ایک شخص نے تورات قلمبند کروائی جس کا نام عاذر بتلاتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ وہ نبی تھے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے، ان کا بیان ہے کہ اس نسخہ کا ایک دوسرے پرانے نسخہ سے مقابلہ کیا گیا، ایک روایت یہ ہے کہ ایک نسخہ جو مغرب میں تھا لایا گیا، اس سے مقابلہ ہوا، اس سب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے الفاظ متواتر نہیں ہیں، اور ان میں بعض مقامات میں غلطی کا وقوع ناممکن نہیں، جیسے ان تمام کتابوں میں پیش آتا ہے، جس کو دو چار آدمی نقل کرتے ہیں، اور ان کا مقابلہ کرتے ہیں، اور حفظ کرتے ہیں"[2]

آخر میں وہ نتیجہ نکالتے ہیں :-

"عیسائیوں کے پاس ان انجیلوں کے الفاظ کی حضرت مسیح سے کوئی متواتر روایت نہیں، اور نہ احکام و عقائد کی کوئی متواتر نقل ہے، جن پر وہ قائم ہیں، نہ یہودیوں کے پاس توراۃ کے الفاظ اور انبیاء کی پیشین گوئیوں کی کوئی متواتر نقل ہے، جیسی مسلمانوں کے یہاں قرآن اور احکامِ شریعت کی متواتر نقل موجود ہے، جو عوام و خواص سب کو معلوم ہے"[3]

وہ قرآن مجید اور تورات و انجیل کا فرق دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"قرآن مجید کے الفاظ و معانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متواتر چلے آرہے ہیں، اور ان پر

[1] الجواب الصحیح۔ حصہ اول ص ۳۶۸-۳۶۹ [2] ایضاً ص ۳۶۸ [3] ایضاً ص ۳۷۲

اجماع ہے، اسی طرح سے سنت متواترہ، اسی طرح مسلمانوں کے پاس اپنے نبیؐ کے بہت سے حالات اور واقعات ہیں، جن کا صحیح ہونا مختلف طریقوں سے معلوم ہے مثلاً امت کی تصدیق، عادات کی دلالت وغیرہ، یہ قرآن مجید مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ ہے، اس کا حفظ کسی لکھی ہوئی کتاب پر موقوف نہیں، اگر مصاحف خدانخواستہ دنیا سے ناپید ہو جائیں تو اس سے ان کے حفظ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بخلاف اہلِ کتاب کے کہ اگر بائبل کے نسخے معدوم ہو جائیں تو ان کے پاس ان کے الفاظ کی کوئی متواتر نقل نہیں ہے، اس لئے کہ کتابوں کے معدودے چند حافظ ہیں جن کے حفظ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، اسی لئے عہدِ نبوت کے بعد ان کتابوں میں برابر تبدیلی (معنوی یا لفظی) واقع ہوتی رہی، اور اسی لئے ان میں اس سند کا رواج نہیں جس کا مسلمانوں میں رواج ہے، اور نہ جرح و تعدیل اور اسماء الرجال کا وہ علم ہے، جو مسلمانوں کے پاس موجود ہے"[1]

اناجیل میں تحریف

امام ابن تیمیہ کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ وہ تورات و انجیل میں تحریف لفظی کے قائل نہیں، لیکن اس کتاب کے مطالعہ سے اس کی تردید ہوتی ہے، اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ وہ اس پر بار بار زور دیتے ہیں کہ تحریف معنوی پر اتفاق ہے اور چونکہ ان کے نزدیک علمائے یہود و نصاریٰ بھی اس کے قائل ہیں کہ تحریف معنوی ہوئی ہے، اس لئے وہ اس سے زیادہ استدلال کرتے ہیں، اور علمائے یہود و نصاریٰ کے مقابلہ میں اس کو پیش کرتے ہیں، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :-

واذا عرف ان جمیع الطوائف من المسلمین	جب یہ بات مسلّم ہے کہ مسلمان یہود اور عیسائی سب
والیھود والنصاریٰ یشھدون انہ قد وقع	اس بات کے قائل ہیں کہ ان کتابوں (توراۃ و انجیل)

[1] الجواب الصحیح حصہ دوم ص ۱۲-۱۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی ھذہ الکتب تحریف وتبدیل فی معانیھا	کے معانی وتفسیر واحکام میں تحریف واقع ہوئی ہے
وتفاسیرھا وشرائعھا فھذا القدر کافٍ۔[1]	تو اتنی بات بھی کافی ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

ولکن علماء المسلمین وعلماء اھل الکتاب	مسلمان علماء اور علمائے اہلِ کتاب اس بات پر متفق
متفقون علی وقوع التحریف فی المعانی والتفسیر[2]	ہیں کہ توراۃ وانجیل کے معانی وتفسیر میں تحریف ہوئی ہے

لیکن کیا تورات وانجیل کے الفاظ میں بھی تحریف ہوئی ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں ان کو اس سے تو اتفاق نہیں ہے کہ یہ کتابیں سرتاپا محرف ہوگئی ہیں، اور ان میں کہیں بھی اصل الفاظ نہیں ہیں، لکھتے ہیں کہ "اس قول کی نسبت مسلمانوں کی طرف صحیح نہیں کہ ان کتابوں کے تمام الفاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد تمام زبانوں میں بدل دیئے گئے ہیں" وہ کہتے ہیں کہ "میرے علم میں علمائے مسلمین میں سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے"[3] البتہ وہ اس کے قائل ہیں کہ ان کتابوں میں جزوی تحریف ضرور ہوئی ہے، اور بہت سے مقامات پر اس کے الفاظ بدل دیئے گئے ہیں، وہ اسی کو جمہور کا مسلک بتلاتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:۔

فجمھور المسلمین یمنعون ھذا	جمہور کو اس بات سے انکار ہے (کہ رسول اللہ صلے اللہ
ویقولون ان بعض الفاظھا بُدّل	علیہ وسلم نے توراۃ وانجیل کے تمام الفاظ کی تصدیق
کما قد بدّل کثیر من معانیھا۔[4]	کی ہے) اور ان کا مسلک ہے کہ ان کتابوں کے بعض
	الفاظ تو ضرور بدل دیئے گئے ہیں جیسے کہ اس کے
	بہت سے مطالب اور تشریحات بدل دی گئی ہیں۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

والصواب الذی علیہ الجمھور انہ	صحیح مسلک جس پر جمہور ہیں وہ یہ کہ ان کتابوں کے

[1] الجواب الصحیح حصہ اول ص۳۷۶ [2] ایضاً ص۳۸۰ [3] ایضاً ص۳۷۳ [4] ایضاً

بدّل بعض الفاظھا۔[1]	بعض الفاظ میں ضرور تبدیلی ہوئی ہے۔

نصاریٰ الفاظِ انبیاء کو سمجھے نہیں

وہ لکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی گمراہی اور عقیدۂ تثلیث اور مشرکانہ خیالات کا بڑا سبب اور فساد کا سرچشمہ یہ ہے کہ عیسائیوں نے انبیاء علیہم السلام کے بہت سے الفاظ کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا، اور بہت سے الفاظ کے مفہوم کی تحریف کردی، وہ کہتے ہیں اس لحاظ سے یہودیوں کو عیسائیوں پر کسی درجہ میں فوقیت حاصل ہے اگرچہ وہ ضد، تکبر اور انکارِ حق میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام کی زبان اور الفاظ سے اتنے ناآشنا نہیں ہیں[2]۔

وہ اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ ان آسمانی کتابوں کے سمجھنے اور ان سے صحیح طور پر تعلیم کو اخذ کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کی زبان اور اصطلاحات کا سمجھنا بہت ضروری ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

ان معرفۃ اللغۃ التی خاطبنا بھا الانبیاء	اس زبان کا سمجھنا جس میں انبیاء علیہم السلام نے
وحمل کلامھم علیھا امر واجب متعین	ہم سے خطاب کیا اور ان کے الفاظ کا وہی مطلب لینا
ومن سلک غیر ھذا المسلک فقد	جو ان کی مراد تھی ضروری اور یقینی چیز ہے، جو اس کے
حرف کلامھم عن مواضعہ وکذب	علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا وہ ان کے کلام کو
علیھم وافتری[3]۔	اصل مفہوم سے ہٹادے گا، اور ان پر جھوٹ باندھنے
	اور افترا پردازی کے جرم کا مرتکب ہوگا۔

اسی زبان اور اصطلاحات کو نہ سمجھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ابن اور روح القدس کے معنی غلط سمجھ لئے گئے اور تثلیث کا عقیدہ پیدا ہوگیا۔

[1] الجواب الصحیح حصہ دوم ص۴ [2] ایضاً ص۱۰۹ [3] ایضاً حصہ سوم ص۱۸۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کے صحیح معنی

وہ لکھتے ہیں:۔

"اہل کتاب نے انبیاء علیہم السلام سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اب (باپ) اور ابن (فرزند) کے الفاظ استعمال کئے، ان کی خود مراد اب سے رب اور ابن سے منتخب اور محبوب تھی، کسی نے بھی ان سے یہ نقل نہیں کیا کہ انھوں نے صفات الٰہی میں سے کسی صفت کو لفظ ابن سے تعبیر کیا ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کی صفت کے متعلق یہ کہا ہو کہ اس کا اس سے تولد ہوا، یا وہ اس کی مولود ہے، پس اگر حضرت مسیحؑ کے کلام میں یہ آتا ہے کہ لوگوں کو باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو تو لفظ ابن کی یہ تفسیر کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک قدیم اور ازلی صفت ہے، حضرت مسیح پر محض افترا ہے اس لئے کہ ان کی زبان میں ابن سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدیم ازلی صفت نہیں تھی، اسی طرح سے انبیاء علیہم السلام کے کلام میں اللہ تعالیٰ کی صفت حیات کو روح القدس کے لفظ سے کبھی تعبیر نہیں کیا گیا، ان کی زبان اور اصطلاح میں روح القدس سے مراد وہ ہستی یا شئی تھی جس کو اللہ تعالیٰ انبیاء اور صالحین پر نازل فرماتا تھا، اور اس سے ان کی تائید فرماتا تھا"[1]

دوسری جگہ عیسائیوں کو خطاب کر کے لکھتے ہیں:۔

"تمہاری گمراہی کا سبب یہ ہے کہ تم نے انبیاء علیہم السلام کے صریح اور واضح کلام کو چھوڑ کر وہ تاویلیں اختیار کیں، جن پر انبیاء علیہم السلام کا کلام نصًّا اور ظاہرًا دلالت نہیں کرتا، تم نے محکم کو چھوڑ دیا، اور فتنہ اور تاویل کی جستجو میں متشابہ کی پیروی کی، اگر تم اس کلام کے ظاہر کو پکڑے رہتے تو گمراہ نہ ہوتے، اس لئے کہ ابن کا لفظ جہاں انبیاء علیہم السلام کے کلام میں آتا ہے، وہاں اس سے کوئی صفت مراد نہیں ہوتی بلکہ اللہ کا دوست اور اس کا محبوب مراد ہوتا ہے، روح القدس

[1] الجواب الصحیح حصہ سوم صفحہ ۱۸۱-۱۸۲

سے بھی کوئی صفت مراد نہیں ہوتی، بلکہ وحی اور فرشتہ مراد ہوتا ہے، تم نے ظاہر لفظ اور اس کے مفہوم کو چھوڑ کر ایسے معنی مراد لئے، جن پر لفظ مطلقًا دلالت نہیں کرتے"[1]

الفاظ "ابن" اور "روح القدس" مشترک اور عام ہیں

پھر وہ توراۃ و انجیل کی عبارتوں اور نصوص سے ثابت کرتے ہیں کہ ابن اور روح القدس کے الفاظ حضرت مسیح کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ بکثرت دوسروں کے لئے استعمال ہوئے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"ابن اور روح القدس کے الفاظ حضرت مسیح کے علاوہ دوسروں کے حق میں خود تمہارے نزدیک آئے ہیں، تم خود بیان کرتے ہو کہ حواریوں نے کہا کہ حضرت مسیح نے ان سے فرمایا بیشک اللہ میرا اور تمہارا باپ ہے، اور میرا اور تمہارا معبود ہے، وہ خود کہتے ہیں کہ روح القدس ان میں حلول کرتا ہے، تمہارے پاس جو تورات ہے، اس کے اندر یہ عبارت موجود ہے کہ رب نے حضرت موسیٰ سے کہا فرعون کی طرف جا، اور اس سے کہہ رب کہتا ہے اسرائیل میرا پلوٹھی کا لڑکا ہے، اس کو چھوڑ دے تاکہ وہ میری عبادت کرے، اگر تو نے میرے پلوٹھی کے بیٹے کو چھوڑنا منظور نہ کیا تو میں تیرے پلوٹھی کے بیٹے کو قتل کر دوں گا جب فرعون نے بنی اسرائیل کو نہ چھوڑا تو جیسے خدا نے کہا تھا تو خدا نے فرعون کے اور فرعون کی قوم کے پلوٹھی کے بیٹوں کو قتل کر دیا، اس فرعون کے بیٹے سے لے کر جو تخت پر بیٹھا تھا، دوسرے آدمیوں اور ان کے جانوروں کے پلوٹھی کے بیٹوں تک" تو یہ تورات تمام بنی اسرائیل کو اللہ کے بیٹے اور اس کی پلوٹھی کی اولاد کہہ رہی ہے، اور اہل مصر کے بیٹوں کو فرعون کے بیٹے بتلا رہی ہے، اور اس سے بھی زیادہ وسعت سے کام لیتی ہے، اور جانوروں کے بچوں کو جانوروں کے مالک کا بچہ کہتی ہے، اسی طرح سے مزامیر داؤد میں ہے تو میرا بیٹا ہے تو مجھ سے سوال کر میں دوں گا، انجیل میں حضرت مسیح کا یہ قول نقل

[1] الجواب الصحیح حصہ سوم صفحہ ۱۵۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا ہے، میں اپنے اور تمہارے باپ اور اپنے اور تمہارے معبود کے پاس جانے والا ہوں اور انھوں نے فرمایا، جب تم دعا کرو تو کہو اے ہمارے باپ جو آسمان میں ہے، قدوس تیرا نام ہے، ہمیں فلاں فلاں نعمتیں عطا کر، اسی طرح روح القدس کے حلول کرنے کا تذکرہ صرف حضرت مسیح ہی کے بارے میں نہیں آتا بلکہ اور انسانوں کے بارے میں بھی آتا ہے"[1]

غرض انھوں نے مدلل طریقہ پر ثابت کیا ہے کہ جن الفاظ سے نصاریٰ حضرت مسیح کی ابنیت، حلول واتحاد اور الوہیت کے لئے استدلال کرتے ہیں، وہ الفاظ تورات وانجیل میں بکرات ومرات غیر مسیح کے لئے استعمال کئے گئے ہیں، اور وہ سب کنایات، مجازات ومحاورات ہیں[2]، آخر میں وہ نتیجہ نکالتے ہیں:۔

"خلاصہ یہ ہے کہ گذشتہ پیشین گوئیوں اور تورات وانجیل وزبور جیسی آسمانی کتابوں اور دوسرے انبیاء کی پیشین گوئیوں میں کوئی بات ایسی نہیں کی گئی ہے، جس سے حضرت مسیحؑ کے متعلق خصوصیت سے یہ ثابت ہو کہ ان کو الوہیت کا اتحاد وحلول حاصل تھا، جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے، ان کی خصوصیت بس اتنی ہی بیان کی گئی ہے، جتنی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں بیان کردی ہے "اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ" واقعہ یہ ہے کہ انبیاء کے صحفِ سابقہ اور تمام پیشین گوئیاں اس کے بالکل مطابق ہیں، جس کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی، اور ان میں سے ایک سے دوسرے کی تصدیق ہوتی ہے، عیسائی باقی جن الفاظ سے حضرت مسیح کی الوہیت پر استدلال کرتے ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کے اقوال سے ثابت کرتے ہیں، یہ تمام الفاظ وکلمات حضرت مسیح کے علاوہ دوسروں کے متعلق بھی آئے ہیں تو حضرت مسیح کو الوہیت کے ساتھ مخصوص کرنا بے اصل بات ہے، مثلاً ابن، مسیح، روح القدس کا آپ میں حلول کر جانا یا آپ کو الٰہ کے لفظ سے یاد کرنا، یا آپ کے اندر رب کا ظہور یا حلول کرنا، یا ساکن ہونا یا اس کی جگہ پر ساکن ہونا،

[1] الجواب الصحیح حصہ سوم ص ۱۸۵، ۱۸۶ [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الجواب الصحیح حصہ دوم ص ۱۱۹-۱۳۲

یہ سب الفاظ دوسروں کے لئے بھی موجود ہیں، اور اس سے وہ الٰہ ثابت نہیں ہوتے"[1]

مسیحی کبھی ان منقولات سے ہٹ کر اقانیم وحلول واتحاد پر عقلی بحث کرتے ہیں، اور اس کو ایک فلسفیانہ یا متصوفانہ بحث بنا دیتے ہیں، امام ابن تیمیہ نے اس پر خالص اور فلسفیانہ نقطۂ نظر سے سیر حاصل بحث کی ہے، چونکہ یہ ان کا خاص موضوع ہے، اور علم کلام وعقائد اور وحدۃ الوجود کے سلسلہ میں وہ اس پر بار بار بحث کر چکے ہیں، اس لئے وہ دل کھول کر اس پر بحث کرتے ہیں، اور ثابت کر دیتے ہیں کہ یہ بالکل خلافِ عقل باتیں ہیں، اور ایک خود ساختہ فلسفہ ہے، جس کا حقائق ومعقولات سے کوئی تعلق نہیں ہے[2]۔

منافی عقل باتیں

جب عقلی حیثیت سے عیسائیوں پر گرفت کی جاتی ہے، اور ثابت کیا جاتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ بالکل خلافِ عقل اور ناقابلِ فہم عقیدہ ہے، اور عام انسانی عقل اس کی تائید نہیں کرتی تو وہ پھر منقولات کی طرف پناہ لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کیا کیا جائے آسمانی کتابوں میں اسی طرح سے آیا ہے، اور یہ امور وعقائد عقل وقیاس سے بالاتر حقیقتیں ہیں، جن میں ایمان وتقلید ہی سے کام لینا پڑتا ہے، اس کو عقلی حیثیت سے سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، امام ابن تیمیہ اول تو اسی بات سے انکار کرتے ہیں کہ یہ عقائد وتعلیمات آسمانی کتابوں میں آئی ہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آسمانی کتابوں میں ان کے خلاف تعلیمات ہیں، پھر وہ کہتے ہیں کہ دو چیزیں الگ الگ ہیں، ایک وہ جو عقلی حیثیت سے محال اور باطل ہے، اور سب جانتے ہیں کہ وہ چیزیں ناممکن ہیں، اور ایک وہ جس سے عقل قاصر ہے، وہ اس کی حقیقت کو پہچان نہیں سکتی، اور اس میں نفیاً واثباتاً کوئی فیصلہ صادر نہیں کر سکتی، وہ فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور کلام میں صرف دوسری قسم پائی جاتی ہے، گویا ان کے کلام میں مخالفِ عقل چیزیں نہیں ہیں، ماورائے عقل

[1] الجواب الصحیح حصہ دوم ص ۱۸۹-۱۹۰ [2] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الجواب الصحیح حصہ سوم ص ۱۱۹-۱۹۱، ۲۱۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزیں ہیں اور مخالف عقل اور ماورائے عقل میں بڑا فرق ہے، وہ لکھتے ہیں :-

لايميزون بين ما يحيله العقل ويبطله ويعلم انه ممتنع وبين ما يعجز عنه العقل فلا يعرفه ولا يعلم فيه بنفي ولا اثبات وان الرسل اخبرت بالنوع الثاني ولا يجوزان تخبر بالنوع الاول فلم يفرقوا بين محالات العقول ومحارات العقول وقد ضاهوا في ذلك من قبلهم من المشركين الذين جعلوا لله ولدا وشريكا۔[1]

یہ عیسائی علماء ان چیزوں میں جن کو عقل محال بتلاتی ہے، اور باطل ٹھہراتی ہے اور یقین سے معلوم ہے کہ وہ ممتنع ہیں، اور ان چیزوں میں جن کے بارے میں عقل عاجز ہے، وہ اس کی حقیقت نہیں معلوم کر سکتی، اور نفی واثبات کا فیصلہ نہیں کر سکتی، کچھ فرق نہیں کرتے حالانکہ انبیاء نے صرف دوسری قسم کی اطلاع دی ہے پہلی قسم کی اطلاع ان کے کلام میں ممکن نہیں، یہ بیچارے ان علم محالات میں، اور ان مسائل وحقائق میں جن میں عقل سرگرداں وحیران رہتی ہے، تمیز نہیں کر سکے، انھوں نے اس بارہ میں مشرکین کا مقابلہ کیا ہے، جنھوں نے اللہ کے لئے بیٹا اور شریک ٹھہرایا۔

وہ بڑے شدومد سے ثابت کرتے ہیں، اور ان کی تمام کتابیں اس بیان سے بھری ہوئی ہیں کہ دینِ صحیح عقل صریح کے خلاف نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں، اس مقام پر دو جماعتوں نے ٹھوکر کھائی ہے، بعض لوگوں نے معقولات میں ایسا غلو کیا کہ جو معقول نہیں تھا، اس کو بھی معقول بنا دیا، اور اس کو حسیات اور انبیاء کے نصوص پر ترجیح دی، ایک گروہ نے یہ بے اعتدالی کی کہ صریح معقولات کو رد کر دیا، اور اپنے خیالی سمعیات اور حسیات کو ان پر مقدم رکھا، یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ایک حق دوسرے حق کا مخالف اور مکذب نہیں ہوتا، بلکہ ان میں سے ایک کی دوسرے سے تصدیق ہوتی ہے، بخلاف باطل کے کہ وہ مختلف

[1] الجواب الصحیح حصہ دوم صـ۸۹

اور متناقض ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ مخالفین انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے :-

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ۝ (الذاریات۔ ۷، ۸، ۹)

آسمان جالی دار کی قسم ہے البتہ تم پیچیدہ باتوں میں پڑے ہوئے ہو، قرآن سے وہی روکا جاتا ہے، جو ازل سے گمراہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جو چیز عقل صریح سے ثابت ہو جائے اس کی مخالف نہ تو خبر صحیح ہوتی ہے، نہ حسِ صحیح اور جو چیز نقل صحیح سے ثابت ہو جائے، اس کی معارض نہ عقل ہوتی ہے، نہ حس، اسی طرح جو چیز حسِ صحیح سے معلوم ہو جائے اس کے متناقض نہ خبر ہوتی ہے نہ معقول۔[1]

اور یہی عیسائیت اور اسلام کا فرق ہے کہ اسلام میں عقل ونقل کی پوری مطابقت ہے، اس میں وہ حقائق غیبیہ ضرور ہیں جو ماورائے عقل ہیں لیکن مخالف عقل نہیں بخلاف مسیحیت کے جس میں بہت سے مسائل اور عقائد مخالف عقل ہیں، اور بہت سے مسیحی علماء بھی ان کو مخالفِ عقل مانتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ یہ مرتبۂ عقل کے بعد کی چیزیں ہیں، اور ان کو آنکھ بند کر کے ماننا ہی پڑے گا۔

توحید اور حضرت مسیحؑ کی عبدیت کے قائل مسیحی علماء

اس کتاب میں امام ابن تیمیہ نے ایک بڑا مفید کام یہ کر دیا ہے کہ ان علمائے مسیحیت اور پیشوایانِ مذاہب کے اقوال اور ان کا کلام نقل کر دیا ہے، جو توحید اور حضرت مسیحؑ کی عبدیت کے قائل تھے، لیکن ان کو مختلف اسباب کی بنا پر مسیحی دنیا میں قبول عام حاصل نہ ہو سکا، اس سلسلہ میں انھوں نے فرق نصاریٰ کی تفصیل اور غالب مذہب کا تذکرہ اور اس کی تشریح کی ہے، جس سے ان کی گہری واقفیت، وسیع مطالعہ اور باریک بینی کا اظہار ہوتا ہے، اسی سلسلہ میں انھوں نے ایک نومسلم عالم حسن بن ایوب کا ایک طویل رسالہ نقل کر دیا ہے،

[1] الجواب الصحیح حصہ سوم صـ۱۲۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کے اسباب اور دین اسلام کی ترجیح کے دلائل تفصیل سے نقل کئے ہیں، یہ رسالہ گرانقدر معلومات پر مشتمل ہے۔[1]

تورات وصحف سماویہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں

اس سب سے فارغ ہو کر امام ابن تیمیہ نے وہ بشارتیں اور پیشین گوئیاں نقل کی ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اطلاع اور بعثت کی خبر دی گئی ہے، ان بشارتوں اور پیشین گوئیوں کے تذکرے میں انھوں نے بڑے استقصاء اور استیعاب سے کام لیا ہے، اور اشعیاء نبی حبقوق، دانیال اور حضرت مسیح کے کلام سے وہ تمام جملے اور عبارتیں نقل کر دی ہیں، جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہیں، اس سلسلے میں جتنا مواد اس کتاب میں آگیا ہے، وہ مشکل سے کسی اور کتاب میں مل سکتا ہے، انھوں نے ان پیشین گوئیوں کی تشریح بھی کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ پیشین گوئیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی پر منطبق ہوتی ہیں۔[2]

ان پیشین گوئیوں میں سے ایک پیشین گوئی انجیل یوحنا کی پیشین گوئی ہے کہ حضرت مسیح نے فرمایا کہ "ان ارکون العالم سیاتی ولیس لی شئی" (ارکون کے معنی عبرانی میں عظیم الشان اور جلیل القدر کے ہیں، اور عظماء واکابر کو ارکنہ کہتے ہیں) امام ابن تیمیہ یہ ثابت کرتے ہوئے کہ اس پیشین گوئی کا مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، لکھتے ہیں:-

"تمام اہل زمین کا اس پر اتفاق ہے، اور یہ بات بالکل بدیہی اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کے بعد صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسی تھی جن کی باطنی اور ظاہری سیادت تمام عالم پر قائم ہوئی قلوب اور اجسام ان کے فرمانبردار تھے، اور اپنی زندگی اور اپنی وفات کے بعد تمام زمانوں میں اور مشرق و مغرب کے تمام اقالیم معتدلہ میں آپ کی ظاہراً اور باطناً اطاعت کی گئی، بادشاہوں کی صرف ظاہری

---

[1] ملاحظہ ہو حصہ دوم صـ۳۱۲ تا حصہ سوم صـ۳
[2] حصہ سوم صـ۲۶۵ تا حصہ چہارم صـ۲۰

طور پر اطاعت کی جاتی ہے، اور موت کے بعد کوئی ان کی فرمانبرداری نہیں کرتا، اور اہل مذہب کو ان کی ایسی اطاعت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا جس سے کہ ان کو آخرت میں اجر کی امید اور سزا کا خوف ہو لیکن انبیاء علیہم السلام کی اطاعت کی یہی شان ہوتی ہے۔

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سابقین کے دین کو ظاہر کیا، ان کی تصدیق فرمائی ان کے نام کا چرچا کیا، اور ان کا مرتبہ بلند کیا، آپ ہی کی بدولت وہ بڑی قومیں حضرت موسیٰ اور مسیح وغیرہ انبیاء اور مرسلین پر ایمان لائیں کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ان پر ایمان نہ لاتیں اہل کتاب ان میں سے جن کے نام سے آشنا بھی تھے، ان کے بارے میں بھی ان کو اختلاف تھا، وہ حضرت داؤد وسلیمان وغیرہ پر اعتراض کرتے تھے، اور ان پر طعن کرتے تھے، ان کے علاوہ اور بہت سے پیغمبر مثلاً ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ وغیرہ ہیں جن کو جانتے بھی نہ تھے۔"[1]

معجزات ودلائل نبوت

اس سے فارغ ہونے کے بعد امام ابن تیمیہ نے معجزات نبوی (جن کے متعلق ان کو اصرار ہے کہ آیات کا لفظ اصل قرآنی اصطلاح اور زیادہ صحیح تعبیر ہے) کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اپنی عادت کے موافق اس سلسلہ میں اتنا مواد جمع کر دیا ہے جو آسانی کے ساتھ ایک جگہ نہیں مل سکتا،[2] اس سلسلہ میں معجزات کی تعریف، ان کے ثبوت کا طریقہ اور بہت سے اصولی اور کلامی مباحث اور لطیف نکتے آگئے ہیں۔

ان معجزات وآیات کے بارے میں امام ابن تیمیہ نے صرف ان ہی مشہور ومعروف معجزات پر اکتفا نہیں کیا ہے، جو عام طور پر سیرت وکلام کی کتابوں میں ذکر ہوتے چلے آرہے ہیں، بلکہ آیات ودلائل نبوت کے دائرہ کو اتنا وسیع کیا ہے کہ اس میں آپ کی پوری سیرت وشمائل کو شامل کر لیا ہے، جو نبوت کی سب سے بڑی دلیل اور

---

[1] الجواب الصحیح حصہ چہارم صـ۱۶-۸۶ تا صـ۹۵ و ۷۸ تا ۸۶
[2] ملاحظہ ہو حصہ چہارم صـ۶۶ تا ۲۲۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہلِ انصاف اور اہلِ نظر کے لئے نبوتِ محمدی پر سب سے بڑی حجت اور برہان ہے گویا وہ مولانا روم سے اس بارے میں اتفاق کرتے ہیں ؎

در دلِ ہر کس کہ دانش را مزہ است
روئے و آواز پیمبر معجزہ است

اس سلسلہ میں انھوں نے سیرت و شمائلِ نبوی کا بہت اچھا خلاصہ پیش کر دیا ہے[1]، وہ اس دائرہ میں اور وسعت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:-

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت آپ کے اخلاق اور اقوال و افعال بھی آپ کا معجزہ ہیں آپ کی شریعت بھی آپ کا ایک مستقل معجزہ ہے، اور آپ کی امت اور آپ کی امت کا علم اور ان کی دینداری اور زندگی بھی آپ کا ایک معجزہ ہے، اور آپ کی امت کے صالحین کی کرامات بھی آپ کا ایک معجزہ ہے[2]۔"

اسلامی انقلاب اور امتِ محمدی مستقل معجزہ ہے

پھر حیاتِ طیبہ کا ایک خلاصہ پیش کرنے کے بعد جس کو پڑھ کر یہ اذعان پیدا ہو جاتا ہے کہ آپ پیغمبر صادق مؤید من اللہ اور رسول برحق تھے، لکھتے ہیں:-

"اسلام کی دعوت تمام سرزمین عرب پر چھا گئی وہ اس سے پیشتر بتوں کی پرستش کاہنوں کی اطلاعات، خالق کے انکار اور مخلوق کی اطاعت، خونریزی اور قطع رحمی سے معمور تھی، نہ کسی کو آخرت کا علم تھا نہ زندگی بعد موت کا ہوش، یہ جاہل و کندۂ ناتراش آپ کی تعلیم کے فیض سے روئے زمین کے سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے دیندار، سب سے بڑے عابد اور سب سے بڑے فاضل بن گئے، عیسائیوں نے ان صحابۂ کرام کو جب شام میں دیکھا تو انھوں نے کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ مسیح کے حواری ان لوگوں سے افضل نہ تھے، یہ ان کے علم اور عمل کی

۱ے ملاحظہ ہو حصہ چہارم ص ۸۶ تا ۹۵ و ۷۸ تا ۸۶ ۲ے حصہ چہارم ص ۱۷۸

یادگاریں ہیں، جو تمام دنیا میں روشن و درخشاں ہیں، ان کے مقابلہ میں دوسری قوموں کی یادگاریں اور آثار دیکھو اہلِ عقل کو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے[1]۔"

"آپ کی امت ہر فضیلت میں تمام امتوں سے زیادہ مکمل ہے، اگر تمام دنیا کی قوموں کے علم کا ان کے علم سے مقابلہ کیا جائے تو ان کے علم کی برتری ثابت ہوگی، اگر ان کے دین و عبادت اور طاعتِ الٰہی کو ان کے دین و عبادت و طاعتِ الٰہی کے مقابلہ میں لایا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ دیندار ہیں، اگر شجاعت و جہاد فی سبیل اللہ، اللہ کے راستہ میں صبر علی المکارہ اور جفاکشی کو دیکھا جائے تو ان کا پلہ بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے، اگر سخاوت و انفاق اور فراخ دلی اور بلند حوصلگی کو دیکھا جائے تو ان ہی میں زیادہ سخاوت و کرم نظر آتا ہے، یہ تمام فضائل و مکارمِ اخلاق ان مسلمانوں کو آپ ہی سے حاصل ہوئے اور آپ ہی کی ذات سے انھوں نے اخذ کئے اور آپ ہی نے ان کو ان کا حکم دیا، آپ کی بعثت و نبوت سے پہلے وہ کسی کتاب کے پیرو نہ تھے، جس کی آپ نے تکمیل فرمائی ہوتی جیسے کہ حضرت مسیح تورات کی شریعت کی تکمیل کے لئے تشریف لائے تو حضرت مسیح کے پیروؤں کے فضائل و علوم کچھ تورات سے ماخوذ تھے، کچھ زبور سے، کچھ اور تعلیماتِ انبیاء سے اور کچھ حضرت مسیح سے اور کچھ حصہ حواریوں کے بعد بعض دوسری تعلیموں اور فلاسفہ وغیرہ کے کلام سے ماخوذ ہیں، لیکن امتِ محمدی میں آپ سے پہلے نہ کسی کتاب کا وجود تھا، اور نہ کسی نبی کی تعلیم تھی، بلکہ ان میں سے اکثر تو موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور داؤدؑ اور تورات اور زبور پر بھی آپ ہی کے ذریعہ سے ایمان لائے آپ ہی نے ان کو تمام انبیاء پر ایمان لانے اور تمام کتبِ منزلہ کے اقرار کا حکم دیا، اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان تفریق کرنے کی ممانعت کی[2]۔"

شریعتِ محمدیؐ کا اعجاز

شریعتِ محمدی کی کاملیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

۱ے الجواب الصحیح حصہ چہارم ص ۱۸۱ ۲ے حصہ چہارم ص ۸۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"آپ کی شریعت مکمل ترین شریعت ہے، کوئی ایسی معقول اور بھلی بات نہیں جو عقلی طور پر معقول و مستحسن ہو اور آپ نے حکم نہ دیا ہو، اور کوئی ایسی نامناسب اور قبیح بات نہیں جس کو عقل نامناسب اور قبیح سمجھتی ہو اور آپ نے اس سے نہ روکا ہو، آپ نے کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا، جس کے متعلق آج یہ کہنے کا موقع ہو کہ کاش آپ اس کا حکم نہ دیتے اور نہ کسی ایسی چیز کی ممانعت کی کہ آج یہ کہا جا سکے کہ کاش آپ اس کی ممانعت نہ کرتے، آپ نے تمام پاکیزہ صاف ستھری چیزوں کو حلال کیا، اور ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کیا، جیسا کہ بعض شریعتوں میں حرام کیا گیا تھا، اور تمام ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام کیا، ان میں سے کسی چیز کو حلال نہیں کیا جیسے کہ بعض شریعتوں میں حلال ہوئیں، دنیا کی تمام قوموں کے پاس جتنی خوبیاں اور محاسن ہیں، اس شریعت میں وہ سب جمع ہیں، تورات و انجیل و زبور میں اور اس کے فرشتوں اور یوم آخرت کے متعلق جو اطلاعات ہیں، وہ مکمل ترین طریقہ پر قرآن میں اور آپ کی شریعت میں آگئی ہیں، اور کچھ ایسی چیزوں کی بھی اطلاع دی گئی ہے، جن کا ان کتابوں میں تذکرہ نہیں، ان کتابوں میں عدل کی ضرورت، صحیح فیصلہ، فضائل کی دعوت اور حسنات کی جو کچھ ترغیب آئی ہے، وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لائے، اور اس پر اضافہ کیا، اگر کوئی عقلمند ان عبادات کے بارے میں غور کرے گا، جو اسلام میں مشروع ہیں، اور دوسری قوموں کی عبادتوں پر بھی غور کرے گا، تو اسلامی عبادات کی برتری اور فوقیت ظاہر ہوگی، یہی حال تمام حدود و احکام اور شریعت کے مسائل و قوانین کا ہے"[1]

اس سلسلہ میں انھوں نے عبادات کا مقصود اور اس کے بارے میں مختلف گروہوں کے مذاہب اور نقطۂ نظر کا ذکر کرنے کے بعد اسلامی عبادات کے مقاصد و اسرار اور فوائد و آثار پر بڑی حکیمانہ بحث کی ہے[2]، پھر ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صدق و عدل کا نمونۂ کامل تھے اور آپ کے خلفائے راشدین

[1] ایجاب الصحیح حصہ چہارم ص ۸۱-۸۲ [2] ایضاً ص ۱۰۴-۱۱۰

اور صحابۂ کرام نے اپنی زندگی اور حکومت و خلافت اور معاملہ و سیاست میں اس صدق و عدل کا اظہار کیا اور ایسے زہد و ورع کی زندگی گزاری جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی[1]۔

نبوتِ محمدیؐ کا اقرار ہر مقرِ نبوت کے لئے ضروری ہے

امام ابن تیمیہ بڑے واضح اور مدلل طریقہ پر ثابت کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص نبوت کے مفہوم سے آشنا نبوت کا قائل اور کسی ایک نبی کا بھی کلمہ گو ہے، اس کے لئے نبوتِ محمدی کا انکار ممکن نہیں، اس لئے کہ دوسرے انبیاء کی نبوت کے جو بھی دلائل اور ثبوت پیش کئے جا سکتے ہیں، انہی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت بطریق اولیٰ ثابت ہوتی ہے، اگر کوئی کہے کہ ان انبیاء کی نبوت معجزات سے ثابت ہوتی ہے، تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کہیں زیادہ عظیم اور ایسے تواتر سے ثابت ہیں جس تواتر سے کسی نبی کا معجزہ ثابت نہیں، اسی طرح آپ کی لائی ہوئی کتاب دوسرے صحیفوں سے زیادہ مکمل، آپ کی امت دوسرے پیغمبروں کی امتوں سے زیادہ بہتر و برتر، آپ کے دین کے احکام و قوانین فائق و اعلیٰ ہیں، درحقیقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تکذیب سے تمام نبوتوں کی تکذیب لازم آتی ہے، اور کسی ایک کا ثابت ہونا مشکل ہو جاتا ہے[2]۔

وہ کہتے ہیں کہ دوسرے انبیاء کی نبوت کے ثبوت پر اصرار کرنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی فن کے علماء کی عظمت و امامت کا اقرار کیا جائے، اور اس فن کے استاذ الاساتذہ اور امام الائمہ کا انکار کیا جائے، وہ اس کی متعدد دلچسپ مثالیں دیتے ہیں، فرماتے ہیں:-

"یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے زفر[3] ابن القاسم، مزنی اور اثرم[4] تو بڑے فقیہ تھے لیکن ابوحنیفہ، شافعی اور مالک فقیہ نہیں تھے، یا کوئی شخص کہے کہ اخفش[5] ابن الانباری اور مبرد[6] تو ضرور نحوی تھے لیکن خلیل، سیبویہ اور فراء[7] نحوی نہیں تھے، یا کہے کہ بلکی اور مسیحی وغیرہ طب کے مصنفین تو بیشک اطباء تھے، لیکن

[1] ایجاب الصحیح حصہ چہارم ص ۱۱۹ [2] ایضاً حصہ اول ص ۱۸۰ [3] یہ ائمہ اربعہ کے تلامذہ اور ان کی فقہ کے مرتبین ہیں [4] مشہور علمائے نحو و لغت [5] مشہور ائمۂ نحو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقراط وجالینوس وغیرہ طبیب نہیں تھے، یا کہے کہ کوشیار اور خلفی تو علم ہیئت سے واقف تھے لیکن بطلیموس وغیرہ کو ہیئت کا کوئی علم نہیں تھا، یا کوئی کہے کہ داؤد وسلیمان ولیخا وعاقوص اور دانیال تو ضرور پیغمبر تھے اور محمد ابن عبداللہ صلے اللہ علیہ وسلم نبی نہیں تھے، اس شخص کا تناقض اور اس کے قول کی نامعقولیت اوپر کے تمام اقوال سے زیادہ روشن ہے، بلکہ جو شخص یہ کہے کہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام تو بیشک اللہ کے رسول اور تورات وانجیل تو ضرور آسمانی کتابیں تھیں لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں اور قرآن آسمانی کتاب نہیں، جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور آپ سے پہلے آئے ہوئے ادیان وصحف پر غور کرے گا، اور اس کو نبوتِ محمدی کے دلائل وآیات اور انبیائے سابقین کی نبوت کے دلائل وآیات اور شرع محمدی اور شرائع سابقہ پر غور کرنے کا موقع ملا ہوگا وہ اس قول کو بالکل باطل اور مہمل سمجھے گا۔"[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت عامّہ

آخر میں مسیحیوں کے اس دعویٰ کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کو امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب میں سب سے پہلے جگہ دی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف عرب جاہلیت کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور انہی لوگوں سے ایمان کا مطالبہ تھا، اور مسیحی آپ پر ایمان لانے کے لئے مجبور نہیں ہیں اور اگر وہ ایمان نہ لائیں تو ان سے کسی طرح کا مواخذہ نہیں ہوگا، یہ عقیدہ اس زمانہ کے عرب عیسائیوں اور مسیحی علماء میں بھی پایا جاتا ہے، خود ہمارے ملک ہندوستان میں بھی کچھ دنوں سے بعض حلقوں میں یہ خیال ظاہر کیا جانے لگا ہے کہ ادیانِ سابقہ کی مکمل پیروی نجات کے لئے کافی ہے، نبوتِ محمدی پر ایمان لانا ایک مکمل وصادق مسیحی یا یہودی یا غیر مسلم کے لئے ضروری نہیں، چونکہ یہ عقیدہ اسلام کی دعوتِ عامّہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

[1] الجواب الصحیح حصہ اول ص۱۸۱

بعثت عامّہ پر ایک بہت بڑی ضرب ہے اور اس سے تبلیغ ودعوتِ اسلام کا دروازہ بند ہوتا ہے اور وہ ساری جد وجہد بے معنی اور عبث ٹھہرتی ہے، جو اسلام کی دعوت واشاعت میں کی گئی، اس لئے امام ابن تیمیہ نے اس عقیدہ کی تردید میں اپنا پورا زورِ قلم صرف کیا، یہ بحث کتاب کے پہلے حصہ کے صفحہ ۲۸ سے صفحہ ۲۳۰ تک پھیلی ہوئی ہے، اور اس موضوع پر علمی اور استدلالی حیثیت سے سب سے مکمل اور وسیع بحث ہے جو ایک متکلّم اور عالم کے قلم سے نکلی ہے، انھوں نے اس سلسلہ میں وہ تمام آیات ونصوص قرآنی اور احادیث صحیحہ جمع کر دی ہیں، جن کو دیکھنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی اس شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ آپ کی بعثت صرف عرب کی طرف تھی، یا آپ کی نبوت کے اقرار کے بغیر نجات ہو سکتی ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃ" (پہلے پیغمبر اپنی قوم کی طرف مخصوص بھیجے جاتے تھے، اور میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوا ہوں) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" (اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں، جس کی آسمانوں اور زمین پر سلطنت ہے) نیز ارشاد ہے "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا" (ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر) قرآن مجید کی جن آیتوں میں اہلِ کتاب یہود ونصاریٰ مشرکین اور بُت پرستوں اور تمام انسانوں اور جنات کو دعوت دی گئی ہے، ان کا بڑی مشکل اور تکلف ہی سے شمار ہو سکتا ہے، یہ ایک بدیہی اور یقینی مسئلہ اور اسلامی عقیدہ ہے، یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے خود عربوں کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنے مبعوث ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے، یہ آپ کی دعوت وتبلیغ کے واقعات، یہ آپ کے سفراء اور داعیانِ اسلام کے حالات ہیں، یہ یہود ونصاریٰ اور مجوسیوں (علاوہ مشرکین کے) جہاد کے تذکرے ہیں، اور یہ آپ کی سیرت ہمارے سامنے ہے، پھر وہ کتاب مقدس جو تواتر سے آپ سے ہم تک پہونچی ہے، اس میں جا بجا اہلِ کتاب کو آپ پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔"[1]

[1] الجواب الصحیح حصہ اول ص۱۱۵-۱۱۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

"ان دلائل سے کئی گنا دلائل ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے خود اس بات کی اطلاع دی کہ آپ نصاریٰ اور دوسرے اہلِ کتاب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، اور یہ کہ آپ نے ان کو دعوت دی، ان سے جہاد کیا، اور ان کو دعوت دینے اور ان سے جہاد کرنے کا حکم دیا، اور یہ کوئی ایسا فعل نہیں جو آپ کی امت نے آپ کے بعد اپنی طرف سے کیا ہو اور اس کی کوئی سند نہ ہو جیسے کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کے بعد بہت سے نئے کام کئے، اس لئے کہ مسلمان کسی کے لئے بھی اس کو جائز نہیں قرار دیتے کہ وہ آپکے بعد آپ کی شریعت میں تغیر کرے، اور کسی حرام فعل کو حلال اور کسی حلال کو حرام بنائے، ان کے نزدیک امت میں کسی کو کسی غیر واجب اور کسی واجب کو ساقط کرنے کا اختیار نہیں، ان کے نزدیک حلال وہی ہے جس کو اللہ و رسولؐ نے حلال کیا، اور حرام وہی ہے جس کو اللہ و رسولؐ نے حرام کیا، اور دین وہی ہے جس کو اللہ و رسول نے مشروع کیا۔"[1]

ردّ شیعیت

یوں تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی تصنیفات میں شیعیت کا جابجا رد کیا ہے، اور سنت و عقائدِ اہلِ سنت، خلفائے راشدین و صحابۂ کرام کی طرف سے پرزور مدافعت کی ہے لیکن ردِ شیعیت میں ان کی ایک ہی مستقل اور منفرد تصنیف "منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ" ہے، اس تصنیف کی تحریک و تقریب یہ ہوئی کہ ان کے ایک معاصر شیعی عالم ابن المطہر الحلی نے اپنے ولی نعمت اور مخدوم تاتاری بادشاہ اولیجا خدابندہ خاں کے لئے جس نے عالمِ مذکور ہی کی تبلیغ و تحریک سے مذہبِ شیعہ اختیار کیا تھا، ایک ضخیم کتاب اثباتِ شیعیت و امامت و ردِ شیعیت و خلافت میں "منہاج الکرامۃ فی معرفۃ الامامۃ" کے نام سے لکھی،

[1] الجواب الصحیح حصہ اول ص۱۷۱-۱۸۰

یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ شام پہنچی، اور شیخ الاسلام کے مطالعہ میں بھی آئی، شیعوں کو اس کتاب پر بڑا ناز تھا، وہ اس کو ناقابلِ تردید اور لاجواب تصنیف سمجھتے تھے، اس کتاب کا بڑا حصہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہلِ بیت کی امامت و عصمت کے ثبوت اور خلفائے ثلٰثہ کی خلافت کی تردید اور ان کے اور صحابۂ کرام کے مطاعن پر مشتمل تھی، سیدنا علیؓ اور ائمۂ اثنا عشر کے فضائل اور ان کی امامت و عصمت کو آیات و نصوص قرآنی اور احادیث و روایات سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، اسی طرح سے خلفائے ثلٰثہ و صحابۂ کرام کے مطاعن کو آیات و احادیث اور تاریخ و سیر سے ثابت کیا گیا تھا، اور مصنف نے اپنی ذہانت، قوتِ استدلال اور علمی تبحر کا پورا ثبوت دینے کی کوشش کی تھی، اور اپنے نزدیک اہلِ سنت پر اتمامِ حجت کیا تھا، مصنف چونکہ عام متاخرین شیعہ کی طرح اصول و عقائد میں معتزلی العقیدہ ہے، اس لئے ذات و صفات اور اہلِ سنت کے اصول و عقائد پر بھی متکلمانہ اور فلسفیانہ بحث کی ہے، اہلِ سنت نے امام ابن تیمیہ سے اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے شدید اصرار کیا، چونکہ اس کتاب میں علم کلام، عقائد، فلسفہ، تفسیر، حدیث، تاریخ، اور آثار کے بکثرت مباحث آگئے تھے، اس لئے اس کتاب کا جواب دینے کے لئے وہی شخص موزوں تھا، جو ان تمام علوم و مضامین پر نہایت وسیع اور گہری نظر رکھتا ہو، اور ان علوم کا صاحبِ نظر جوہری و نقاد ہو، اور چونکہ بد قسمتی سے شیعہ مصنفین احادیث کے وضع کرنے میں اور ان کا غلط حوالہ دینے میں نہایت مشاق اور جری واقع ہوئے ہیں، فنِ حدیث نے اتنی وسعت اختیار کرلی تھی، اور اس کے اتنے مجموعے اور دفاتر تیار ہوگئے تھے، کہ ان سب میں ان احادیث و روایات کی چھان بین کرنا اور جرح و تعدیل اور اسماء الرجال کے اصول پر ان کو جانچنا نہایت دشوار کام تھا، اس لئے یہ خدمت وہی شخص انجام دے سکتا تھا جس کو حدیث و رجال کے ذخیرہ پر پورا عبور ہو، اور حدیث کے کتب خانہ کا ایک ایک ورق اس کے سامنے ہو، اور کسی روایت کسی راوی اور کسی حوالہ کے بارے میں اس کو دھوکا نہ دیا جاسکے، اسی کے ساتھ تاریخِ اسلام پر بھی اس کی ایسی نظر ہو کہ وہ ایک نظر میں مصنف کی تاریخی غلطی پکڑ لے، اور کوئی غلط بیانی یا فرضی روایت اس کے سامنے چل نہ سکے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بات مسلم ہے کہ کسی تاریخی شخصیت پر اعتراض کرنا، اور اس میں عیب نکالنا، تاریخ کے وسیع ذخیرہ میں سے آسان ہے، لیکن صفائی پیش کرنا، اور مدافعت کرنا مشکل ہے، اور مطاعن صحابہ اہلِ تشیع کا پسندیدہ موضوع اور ان کی جولانی طبع کا خاص میدان ہے، علم دین کی یہ بڑی خوش قسمتی تھی کہ اس کتاب کے زمانۂ تصنیف ہی میں ایک ایسے عالم اہلِ سنت نے اس کے جواب کی طرف توجہ کی جو اپنے زمانہ کا امیر المومنین فی الحدیث تھا، جس کی آنکھوں کے سامنے حدیث و رجال کا پورا کتب خانہ کھلا ہوا تھا، اور اس کے متعلق اہلِ نظر کا مقولہ ہے کہ جس حدیث کو امام ابن تیمیہ کہہ دیں کہ میں نہیں جانتا وہ حدیث ہی نہیں، انھوں نے مطاعن صحابہ کے باب میں امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر دیا اور وہ کام کر دیا جو ان کے زمانہ کے بعد کسی دوسرے عالم کے لئے بہت مشکل تھا، اس باب میں ان کے بعد کے تمام علماء ان ہی کے خوشہ چیں رہیں گے۔

ابن المطہر الحلی کی کتاب "منہاج الکرامہ" کے جواب میں انھوں نے "منہاج السنہ" کے نام سے جو کتاب لکھی[1] وہ ان کی تمام تصانیف میں ایک امتیازی شان رکھتی ہے، ابن تیمیہ کے علمی تبحر، وسعتِ نظر، حاضر دماغی، حفظ و استحضار، پختگی، اور اتقان اور ذہانت و طباعی کا اگر صحیح نمونہ دیکھنا ہو تو اس کتاب کو دیکھنا چاہئے، مصنف "منہاج الکرامہ" کی عبارت نقل کرنے کے بعد جب ان کے علم و حمیت دینی کو جوش آتا ہے، اور ان کے علم کے سمندر میں طوفان اٹھتا ہے، اور تفسیر و حدیث، تاریخ و سیر کے معلومات کا لشکر امنڈتا ہے تو بے اختیار ان کے فریق مقابل سے کہنے کو جی چاہتا ہے کہ "یٰٓاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ"[2]

کتاب کا محرک اور اندرونی باعث

امام ابن تیمیہ کے لئے اس کتاب (منہاج السنہ) کی تصنیف کا اصل محرک اور اندرونی باعث

---

[1] یہ کتاب بڑے سائز کی چار جلدوں میں ہے، کتاب کے مجموعی صفحات ۱۲۱۴ ہیں ۱۳۲۲ھ میں شیخ مصطفےٰ البابی حلبی کے اہتمام میں مطبعۂ امیریہ مصر میں شائع ہوئی، علامہ ذہبی نے اس کا خلاصہ "المنتقیٰ" کے نام سے کیا تھا، حال میں وہ شیخ محمد نصیف کی توجہ اور عالی ہمتی سے اور استاد محب الدین الخطیب کے اہتمام سے مصر میں شائع ہوا ہے۔ [2] النمل - ۱۸

یہ ہے کہ مصنف "منہاج الکرامہ" نے خلفائے راشدین اور سابقین اولین پر جو امام ابن تیمیہ اور اہلِ سنت کے عقیدہ میں انبیائے کرام کے بعد افضل خلائق اور صالح ترین افراد انسانی ہیں، عامیانہ اور سوقیانہ طریقہ پر زبان طعن دراز کی اور ان کو شرار خلق اور ارذل مخلوقات ثابت کیا، اور یہ بات ان کے نزدیک اسلام کی بنیادوں پر تیشہ چلانے اور نبوتِ محمدی پر اعتراض و طعن اور الحاد و زندقہ کا دروازہ کھولنے کے مرادف ہے، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"اگر اس ستمگر حد سے بڑھنے والے شخص نے ان لوگوں پر دست درازی نہ کی ہوتی جو سرخیل اولیاء اللہ اہلِ زمین کے سردار و پیشوا، اور انبیائے کرام کے بعد اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، اور دست درازی بھی ایسی جو دین میں رخنہ ڈالتی ہے، اور کفار و منافقین کو دلیل اور حجت فراہم کرتی ہے، اور بہت سے اہلِ ایمان کے دلوں میں ضعف و شبہہ پیدا کرتی ہے تو ہمیں اس شخص کی تنقید و تردید کی اور اس کی قلعی کھولنے کی ضرورت پیش نہ آتی، اللہ تعالیٰ اس شخص سے اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں سے انصاف کرے[1]"

شیعوں کے نزدیک خیر الامم سے یہود و نصاریٰ بہتر ہیں

ایک دوسری جگہ شیعوں کے مطاعن اور صحابۂ کرام کی تنقیص کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"امت محمدی خیر الامم ہے، اور اس امت محمدی میں سب سے بہتر قرن اول کے لوگ تھے، قرن اول کے لوگ علم نافع اور عمل صالح میں سب سے اکمل و اعلیٰ تھے، لیکن ان افترا پردازوں نے اس کے خلاف نقشہ کھینچا ہے، ان کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ ان کو حق کا علم تھا، اور نہ وہ حق کی پیروی کرتے تھے، بلکہ ان میں سے اکثر حق کی جان بوجھ کر مخالفت کرتے تھے، جیسے کہ ان کا خلفاء ثلثہ اور جمہور صحابہ امت کے متعلق بیان ہے، اور ان کے نزدیک ان میں سے بہت سے حق سے آشنا نہیں تھے، بلکہ انھوں نے ظالموں کی تقلید کی، اس لئے کہ ان کو غور و فکر حاصل نہیں تھا، جو علم تک پہنچا سکے اور جس نے غور و فکر سے کام

---

[1] حصہ چہارم ص۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں لیا، اس نے خواہش نفسانی یا دنیا طلبی میں کیا ہوگا، یا اپنے قصور اور ادراک میں کمی کی وجہ سے ان کا دعویٰ ہے کہ صحابۂ کرام میں سے بعض استحقاقاً اپنے لئے خلافت کے طالب تھے، اس سب سے یہ لازم آتا ہے کہ امت اپنے نبیؐ کے بعد ساری کی ساری گمراہ تھی، اس میں سے کوئی ہدایت کے راستہ پر نہیں تھا، اسی طرح یہود و نصاریٰ (یہودیت و مسیحیت کے نسخ و تبدیل کے بعد) ان مسلمانوں سے بہتر ثابت ہوتے ہیں، اس لئے کہ قرآن شریف میں آتا ہے "وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ"[1] (اور موسیٰؑ کی قوم میں سے ایک جماعت ہے، جو حق کی راہ بتاتے ہیں، اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے کہ یہود و نصاریٰ میں ستر سے زائد فرقے ہو جائیں گے ان میں سے ایک نجات پانے والا ہوگا، لیکن اگر ان شیعوں کی بات مان لی جائے تو ان مسلمانوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک گروہ بھی ایسا ثابت نہیں ہوتا، جو حق پر قائم ہو، اور انصاف کا علمبردار ہو، اور جب ان کے بہترین دور میں بھی ایسا نہیں تھا تو اس کے بعد تو اور بھی میدان صاف ہوگا، اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نسخ و تبدیل کے بعد بھی اس امت سے بہتر ہیں، جن کی تعریف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ"[2]

شیعوں نے خیار امت کو شرار امت بنا دیا

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"ان شیعوں نے ان اخیار امت کو جو انبیاء و مرسلین کے بعد اولین و آخرین میں سب سے اعلیٰ و افضل تھے، اور جن کی شان میں "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" آیا ہے شرار الناس ثابت کیا، اور ان پر بڑے بڑے قبائح کا الزام لگایا، اور ان کے حسنات کو بھی سیئات بنا دیا، اور اس کے بالمقابل اسلام

[1] الاعراف۔ ۱۵۹۔ [2] حصہ اول ص ۱۵۲

کی طرف اپنی نسبت کرنے والوں میں جو اہل اہواء تھے، اور جن سے بڑھ کر جاہل کاذب، ظالم، کفر و فسق و معاصی سے قریب اور حقائق ایمانی سے دور کوئی نہیں، ان کو انھوں نے برگزیدہ ترین خلائق ثابت کیا، اور اس طرح ساری امت کی تکفیر کی، یا اس کو گمراہ ثابت کیا، سوائے اپنی چھوٹی سی ٹولی کے جس کے متعلق ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی برسر حق ہے۔

ایک مثال

ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بھیڑ بکریوں کے ایک بڑے ریوڑ میں جائے، اس سے کہا جائے کہ اس ریوڑ میں سب سے اچھی بھیڑ بکری چھانٹ دو، تاکہ ہم اس کی قربانی کریں، وہ ان میں سے ایک کانی لنگڑی لاغر، مریل، بکری چھانٹ دے، جس میں نہ گوشت نہ گودا، اور کہے یہ اس ریوڑ کی سب سے اچھی بکری ہے، اور قربانی اسی کی جائز ہے، باقی جتنی بھیڑ بکریاں ہیں، یہ سب بھیڑ بکریاں نہیں ہیں، بلکہ سور ہیں، ان کا قتل واجب اور قربانی ناجائز ہے"[1]

امام شعبی کا قول

وہ امام شعبی کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ روافض کے مقابلہ میں اپنے پیغمبر کے زیادہ مرتبہ شناس اور قدرداں ہیں، یہودیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون لوگ ہیں، انھوں نے کہا حضرت موسیٰؑ کے ساتھی اور ان کے اصحاب، عیسائیوں سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے بہتر کون ہے، انھوں نے کہا حضرت عیسیٰؑ کے حواری، اور روافض سے پوچھا گیا کہ تمہاری ملت میں سب سے بدتر کون ہے، انھوں نے کہا اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان نیک بختوں کو حکم دیا گیا تھا، صحابہ کے لئے مغفرت کی دعا کرنے کا انھوں نے ان کو سب و شتم کیا[2]۔

[1] حصہ سوم ص ۴۰۔ [2] حصہ اول ص ۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سابقین اولین سے عداوت کفار سے محبت

"روافض کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ جماعت مسلمین کو چھوڑ کر ہمیشہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا ساتھ دیتے ہیں اور انہی کی دوستی کا دم بھرتے ہیں ان لوگوں سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین سے عداوت رکھیں اور منافقین و کفار سے دوستی کریں"[1]

پھر وہ شیعوں کے کفار کا ساتھ دینے اور ان کی مدد کرنے کے واقعات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"ان میں سے اکثر تہ دل سے کفار سے دوستی رکھتے ہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ، چنانچہ جب تاتاری مشرق کی طرف سے آئے اور انھوں نے مسلمانوں کا قتل عام کیا، اور خراسان، عراق و شام اور جزیرہ میں ان کے خون کے دریا بہائے تو یہ روافض مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے حامی و مددگار تھے اسی طرح جو شیعہ شام و حلب وغیرہ میں تھے وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں دشمنان اسلام کے بہت زیادہ مدد کرنے والے تھے، اسی طرح سے جب عیسائیوں نے شام میں مسلمانوں سے جنگ کی تو روافض ان کی کمک پر تھے اسی طرح اگر یہودیوں کی عراق میں یا کہیں اور حکومت قائم ہو جائے تو یہ روافض ان کے سب سے بڑے مددگار ثابت ہوں گے تو وہ ہمیشہ کفار مشرکین یہود و نصاریٰ کی مدد کے لئے اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار رہتے ہیں"[2]

تعصب و بے انصافی

ایک جگہ ابن المطہر الحلی نے خواجہ نصیر الدین طوسی کا ذکر کرتے ہوئے بڑی تعظیم و تقدیس سے ان کا نام لیا ہے اور "شیخنا الامام الاعظم خواجہ نصیر الملۃ والحق والدین محمد بن الحسن الطوسی قدس اللہ روحہ"[3] کے الفاظ

[1] حصہ دوم ص ۸۳ [2] حصہ دوم ص ۸۴ [3] منہاج السنۃ ج ۲ ص ۹۹

لکھے ہیں اس پر ابن تیمیہ کی حمیت ایمانی کو جوش آ گیا ہے، وہ خواجہ نصیر الدین طوسی کے فضائح اور خلیفہ عباسی اور بغداد کے قتل عام کے کارنامہ اور ان کے ملحدانہ عقائد و خیالات کا ذکر کرتے ہوئے بڑے تعجب سے لکھتے ہیں:-

"حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ مصنف ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ اور سابقین اولین اور ان کے بعد کے ائمہ مسلمین اور اہل علم و دین کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور ان کی طرف بڑے بڑے قبائح کا انتساب کرتا ہے اور ان کا سیدھے منہ نام نہیں لیتا، اور جس شخص کی اسلام دشمنی عالم آشکارا ہے اس کو شیخنا الاعظم اور قدس اللہ روحہ لکھتا ہے، حالانکہ خود یہ ان عقائد پر تکفیر کا فتویٰ دے چکا ہے جن کا یہ شخص (نصیر الدین طوسی) اور اس کے پیرو قائل ہیں، حقیقت میں یہ بے انصافی اس آیت قرآنی کا مصداق ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ	کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا کچھ
يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ	حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور
لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ	کافروں کے لئے یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ مسلمانوں سے
اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ	زیادہ راہ راست پر ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر
اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ	اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ لعنت
نَصِيْرًا ۝[1] (النساء۔ ۵۱۔۵۲)	کرے تو اس کا کوئی مددگار نہیں۔

شیعوں کی بوالعجبیاں

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ شیعوں کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ وہ انبیاء سے نسبی تعلق رکھنے والے (اصول و فروع) یعنی ان کے والدین اور ان کی اولاد کی تو بڑی تعظیم کرتے ہیں لیکن ان کی شریک زندگی اور رفیقۂ حیات بیویوں کی شان میں گستاخی اور طعن و تشنیع کرتے ہیں، یہ سب تعصب و خواہش نفسانی کا کرشمہ ہے، چنانچہ حضرت فاطمہؓ

[1] منہاج السنۃ ج ۲ ص ۹۹۔۱۰۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور حضرت حسنؓ و حسینؓ کی تو تعظیم کرتے ہیں اور حضرت عائشہ ام المومنینؓ کی توہین اور ان پر اعتراض کرتے ہیں۔[1] ایک دوسری بوالعجبی یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر کی تعظیم میں تو بڑا غلو اور مبالغہ کرتے ہیں، اور ان کے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شان میں بے ادبی! امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :۔

"روافض محمد بن ابی بکر کی تعظیم میں بڑے غلو سے کام لیتے ہیں اور یہ ان کی قدیم عادت ہے کہ جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش میں حصہ لیا تھا، ان کی مدح کرتے ہیں اسی طرح سے جنھوں نے حضرت علیؓ کی معیت میں جنگ کی تھی، ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں یہاں تک کہ محمد بن ابی بکرؓ کو ان کے والد حضرت ابو بکرؓ پر فضیلت دیتے ہیں، طرفہ تماشا یہ ہے کہ جو شخص پوری امت میں نبیؐ کے بعد سب سے افضل ہے، اس پر تو لعنت کرتے ہیں اور جس کو نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے، نہ سبقت نہ فضیلت اس کی مدح کرتے ہیں اور انساب کی تعظیم میں ان سے عجیب قسم کا تضاد و تناقض ظاہر ہوتا ہے۔"[2]

صحابۂ کرام سے دل میں کھوٹ دل کی ناپاکی ہے

وہ لکھتے ہیں :۔

"دلوں کی سب سے بڑی ناپاکی اور مرض یہ ہے کہ انسان کے دل میں ان لوگوں کی طرف سے کھوٹ ہو جو اخیار مومنین اور انبیائے کرام کے بعد اولیاء اللہ کے سرگروہ اور سرتاج تھے اسی لئے مال غنیمت (فئی) میں ان ہی لوگوں کا حصہ رکھا گیا ہے، جو مہاجرین و انصار اور سابقین اولین کی طرف سے دل میں کھوٹ نہ رکھتے ہوں، اور ان کے لئے دعا و استغفار کرتے ہوں؛

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝ (الحشر۔ ۱۰)	اور ان کے لئے بھی جو مہاجرین کے بعد آئے دعا مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان داروں کی طرف سے کینہ قائم نہ ہونے پائے اے رب ہمارے! بیشک تو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

[1] منہاج السنۃ حصہ دوم ص۱۹۳ [2] ایضاً ص۲۰۰۔۲۰۱

شیخین پر طعن کرنے والا دو حال سے خالی نہیں

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر دو ہی طرح کے آدمی طعن کر سکتے ہیں ایک منافق زندیق، اسلام کا دشمن جس کو ان دونوں پر طعن و اعتراض کے ذریعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اور دین اسلام پر اعتراض و طعن مقصود ہو اور روافض کے معلم اول کا یہی حال تھا، اور ائمۂ باطنیہ کا بھی یہی معاملہ ہے، دوسرے وہ جاہل شخص جو جہالت اور خواہش کی پیروی میں بہت بڑھا ہوا ہو اور شیعوں میں سے عوام کا حال یہی ہے اگر وہ اندر سے مسلمان ہیں۔"

رسالت پر الزام

"یہ بات تواتر سے عوام و خواص کے نزدیک ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خصوصی تعلق تھا، اور ان تینوں حضرات کو آپ کا قرب و اختصاص حاصل تھا، اور ان تینوں کے آپ کے ساتھ رشتے ہیں، دو کی صاحبزادیاں آپ کے نکاح میں تھیں اور ایک کے نکاح میں آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں، اور کہیں اس کا ذکر نہیں آتا کہ آپ ان کی مذمت کرتے تھے، یا ان پر لعنت کرتے تھے بلکہ معروف یہی ہے کہ آپ ان سے محبت کرتے تھے اور ان کی تعریف فرماتے تھے، اب دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ تینوں حضرات آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات

[1] منہاج السنۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ظاہراً و باطناً، صالح، وفادار، سلیم العقیدہ اور صحیح العمل تھے، یا یہ کہ وہ تینوں آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد استقامت پر نہیں تھے، اور (معاذ اللہ) دین سے منحرف تھے، دوسری صورت میں اگر اس حالت اور انحراف کے باوجود ان کو آپ کا یہ تقرب حاصل تھا تو دو میں سے ایک بات ماننی پڑے گی، یا تو آپ کو ان کے حالات کا علم نہیں تھا، یا علم تھا، لیکن آپ معاذ اللہ مداہنت کرتے تھے، ان دونوں صورتوں میں سے ہر صورت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان پر بڑا دھبہ اور بہت بڑا اعتراض ہے، یہ تو وہی بات ہوگی جو شاعر نے کہی ہے ؎

فان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ

وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ کی زندگی تک تو وہ راہِ راست پر تھے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے خواص اور اکابر اصحاب کے بارے میں بڑا دھوکا اور ناکامی ہوئی جس شخص کو اپنے بعد کی اطلاعیں دی گئی تھیں، اور جس نے اپنے بعد ہونے والے واقعات کی خبر دی اس کو اتنی بات نہیں معلوم تھی کہ اس کے اخص خواص اس طرح منحرف ہو جائیں گے، اور احتیاط کا تو یہی تقاضا تھا کہ امت کو آپ اس کی خبر دے جاتے، تاکہ وہ غلطی سے کہیں ان کو خلیفہ نہ بنالیں اور جس شخص سے یہ وعدہ کیا گیا کہ اس کا دین تمام ادیان پر غالب ہوگا، اس کے اکابر و خواص کیسے مرتد ہو سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ایسی باتوں سے روافض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر بہت بڑا اعتراض کرتے ہیں، حضرت امام مالک نے صحیح فرمایا کہ دراصل روافض نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو مطعون کرنا چاہا تاکہ لوگ کہیں کہ برے آدمی تھے، اس لئے ان کے برے ساتھی تھے، اگر اچھے آدمی ہوتے تو ان کے ساتھی بھی اچھے ہوتے، اسی لئے اہلِ علم کا قول ہے کہ رفض زندقہ کی ایک سازش ہے۔"[1]

[1] منہاج السنۃ حصہ چہارم ص ۱۲۳

فضائلِ صحابہ قطعی و متواتر ہیں

امام ابن تیمیہ صحابۂ کرام کی عدالت کو اسلام کی ایک اہم بنیاد مانتے ہیں، اور ان کو ان کی صداقت، ثقاہت پر بڑا یقین ہے، وہ ان کو اسلام کی تعلیم کا سچا نمونہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور فیضِ صحبت کا بہترین نتیجہ تسلیم کرتے ہیں، ان کے نزدیک صحابۂ کرام کے فضائل ایسے قطعی اور متواتر ہیں اور قرآن مجید کی ایسی صریح نصوص و آیات سے اور ایسی صحیح احادیث و روایات سے ثابت ہیں کہ وہ کسی تاریخی روایت یا کسی غریب و شاذ حدیث سے مشکوک نہیں ہو سکتے، وہ لکھتے ہیں:-

"جب کتاب و سنت اور نقل متواتر سے صحابۂ کرام کے محاسن و فضائل ثابت ہو چکے ہیں تو یہ درست نہیں کہ وہ ایسی منقولات سے رد ہو جائیں، جن میں سے بعض منقطع، بعض محرّف ہیں، اور بعض ایسی روایات ہیں جن سے ان ثابت شدہ حقائق پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس لئے کہ یقین، شک سے زائل نہیں ہوا کرتا ہم کو کتاب و سنت، اور اپنے پیشروؤں کے اجماع اور ان کی مؤید اور متواتر روایات اور عقلی دلائل سے اس بات کا یقین ہو چکا ہے کہ صحابۂ کرام انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل خلق تھے، اس یقینی و متواتر چیز پر ان امور کا اثر نہیں پڑ سکتا جو مشکوک و مشتبہ ہیں، چہ جائیکہ جن کا باطل ہونا ظاہر ہو چکا ہے۔"[1]

صحابۂ کرام معصوم نہیں تھے

امام ابن تیمیہ اس کے قائل نہیں ہیں کہ صحابۂ کرام انبیاء علیہم السلام اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح معصوم تھے، ان سے گناہ کا صدور ہو ہی نہیں سکتا تھا، لیکن وہ اس کے ضرور قائل ہیں کہ امت کے تمام لوگوں میں وہ سب سے زیادہ عادل، خدا ترس، صادق القول، امین اور راست باز تھے، اگر ان سے غلطیاں یا گناہ ہوئے تو

[1] منہاج السنۃ حصہ سوم ص ۲۰۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے مقابلہ میں ان سے ایسے اعمال حسنہ اور خدا و رسولؐ کو راضی کرنے والے کام ہوئے جو ان سیئات کا کفارہ بن گئے اور بہر حال ان کے حسنات اور اعمال کا پلہ ان کی تقصیرات پر بھاری ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے بھی گناہوں سے معصوم ہونے کے قائل نہیں، چہ جائیکہ خطاء فی الاجتہاد کے بھی قائل نہ ہوں، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ	اور جو سچی بات لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی پرہیزگار
هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ	ہیں ان کے لئے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس
ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ	موجود ہوگا نیکوکاروں کا یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان سے وہ
اَسْوَاَ الَّذِیْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ	برائیاں دور کردے جو انھوں نے کی تھیں اور اللہ ان کو ان کا
بِاَحْسَنِ الَّذِیْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (الزمر ۳۳ تا ۳۵)	اجر دے ان نیک کاموں کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا	یہی وہ لوگ ہیں جن سے ہم وہ نیک عمل قبول کرتے ہیں،
وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ	جو انھوں نے کئے اور بہشتیوں میں شامل کرکے ان کے
وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِیْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝[1]	گناہوں سے درگزر کرتے ہیں، یہ اس سچے وعدہ کے
(الاحقاف ۔ ۱۶)	مطابق ہے جو ان سے کیا گیا تھا۔

صحابۂ کرام کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی

وہ کہتے ہیں کہ ان بشری لغزشوں اور کوتاہیوں کے باوجود جو انسانیت کا لازمہ ہیں مجموعی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ افراد انسانی کا کوئی مجموعہ اور انسانوں کی کوئی نسل صحابۂ کرام سے بہتر سیرت و کردار

[1] منہاج السنۃ، حصہ سوم ص ۲۳۸

کی نظر نہیں آتی، اگر ان کی زندگی میں کہیں کہیں کچھ ہلکے سے دھبے اور داغ نظر آتے ہیں تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے سفید کپڑے میں کہیں کچھ تھوڑی سی سیاہی نظر آجائے، یہ عیب چینوں کا قصور ہے کہ ان کو اس کپڑے میں سیاہی کا نقطہ تو نظر آیا، اور اس کپڑے کی سفیدی نظر نہ آئی، دوسری جماعتوں کا تو حال یہ ہے کہ ان کا سارا نامۂ اعمال سیاہ نظر آتا ہے کہیں کہیں سفیدی نظر آتی ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"صحابۂ کرام اخیار امت ہیں، امتِ محمدی میں کوئی ایسا گروہ نہیں ہے، جو ان سے زیادہ ہدایت اور دین حق پر مجتمع اور تفرق و اختلاف سے دور ہو، ان کی زندگی میں کوئی نقص کی بات بھی نظر آتی ہے تو اگر اس کا کسی دوسری امت کے حالات و زندگی سے مقابلہ کیا جائے تو اس کے مقابلہ میں اس کی کوئی حقیقت نہیں معلوم ہوتی، غلطی اس شخص کی ہے جس کو سفید کپڑے کی تھوڑی سی سیاہی تو نظر آتی ہے اور سیاہ کپڑے کی تھوڑی سی سفیدی نظر نہیں آتی، یہ بڑی نادانی اور بڑا ظلم ہے، اگر ان اکابر کا اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے مقابلہ کیا جائے تو پھر ان کی فوقیت اور ان کی ترجیح ظاہر ہو جائیگی، یہ کہ کوئی شخص اپنے دل میں کوئی خیالی تصویر بنالے یا کوئی معیار تجویز کرلے جس کو اللہ تعالےٰ نے پیدا ہی نہ کیا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ایک شخص اپنے دل میں ایک امام معصوم کا تصور قائم کرلیتا ہے، ایک شخص ایک اور ایسے امام کا تصور قائم کرتا ہے جس میں اور معصوم میں کوئی فرق نہیں اگرچہ اس کو صاف صاف معصوم نہیں کہتا، اور وہ تجویز کرتا ہے کہ عالم کو یا شیخ کو یا امیر کو یا بادشاہ کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور خواہ وہ کیسا ہی کثیر العلم، کیسا ہی دیندار صاحبِ محاسن ہو اور اس کے ہاتھ سے اللہ تعالےٰ نے کیسے ہی خیر کے کام کرائے ہوں، لیکن یہ تجویز کرتا ہے کہ اس کو ایسا کامل العلم ہونا چاہئے کہ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو اور وہ کسی بھی مسئلہ میں غلطی نہ کرے، وہ بشریت کے لوازم و خصائص سے پاک ہو، کبھی اس کو غصہ نہ آتا ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں، بلکہ بہت سے لوگ تو ان ائمہ کے متعلق وہ تجویز کرتے ہیں جو انبیاء تک کے لئے تجویز نہیں کرتے ہیں"[1]

[1] منہاج السنۃ، حصہ سوم ص ۲۴۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن تیمیہ اس پر بڑا زور دیتے ہیں کہ جس شخص کی ساری تاریخ پر نظر ہوگی اور اس نے مختلف امتوں، قوموں اور ملتوں کے حالات پڑھے ہوں گے اور مختلف انسانی جماعتوں کا تجربہ کیا ہوگا اس کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ صحابۂ کرام سے زیادہ متحد، حق کا پیرو، فتنہ اور افتراق سے نفور، اور نفسانیت و دنیا داری سے دور کوئی جماعت نہیں گزری، وہ لکھتے ہیں :۔

فمن استقرأ أخبار العالم في جميع الفرق تبيّن له أنه لم يكن قط طائفة أعظم اتفاقاً على الهدى والرشد وأبعد عن الفتنة والتفرق والاختلاف من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم الذين هم خير الخلق بشهادة الله لهم بذلك إذ يقول تعالى كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ[1]

جس شخص نے دنیا کے تمام فرقوں کے حالات و واقعات کا اہتمام سے مطالعہ کیا ہے اور ان کے حالات کا تتبع کیا ہے وہ جانتا ہے کہ کوئی گروہ ایسا نہیں گذرا جو ہدایت و رشد پر صحابہ کرامؓ سے زیادہ مجتمع اور تفرق و اختلاف سے اتنے زیادہ دور ہو، ان صحابۂ کرام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے شہادت دی ہے کہ وہ اس کی مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، وہ فرماتا ہے تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

مسلمانوں میں جو کچھ خیر ہے صحابۂ کرامؓ کی برکت ہے

امام ابن تیمیہ یہ بالکل صحیح فرماتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کے پاس علم و دین کا جو کچھ سرمایہ ہے خیر و برکت کا جو کچھ ذخیرہ ہے، شعائر اسلام کی بلندی، اسلام کی اشاعت، عمل خیر کے جو کچھ محرکات اور جو کچھ توفیقِ خیر ہے، اور سچ پوچھئے تو عالم میں اس وقت جو کچھ صلاح و خیر نظر آرہی ہے، وہ سب صحابۂ کرام کی جاں فشانیوں، اخلاص، علو ہمت، ایثار اور قربانیوں کا نتیجہ اور ان کے نفوس قدسیہ کی برکت و نورانیت ہے، امام ابن تیمیہ بڑے

[1] منہاج السنۃ حصہ سوم ص۲۴۱

جوش سے لکھتے ہیں :۔

وأما الخلفاء والصحابة فكل خير فيه المسلمون إلى يوم القيامة من الإيمان والإسلام والقرآن والعلم والمعارف والعبادات ودخول الجنة والنجاة من النار وانتصارهم على الكفار وعلو كلمة الله فإنما هو ببركة ما فعله الصحابة الذين بلغوا الدين وجاهدوا في سبيل الله وكل مؤمن آمن بالله فللصحابة رضي الله عنهم عليه فضل إلى يوم القيامة وكل خير فيه الشيعة وغيرهم فهو ببركة الصحابة، وخير الصحابة تبع لخير الخلفاء الراشدين فهم كانوا أقوم بكل خير في الدين والدنيا من سائر الصحابة[1]

اس وقت سے لے کر قیامت تک مسلمانوں کے پاس جو کچھ خیر ہے مثلاً ایمان و اسلام، قرآن، علوم و معارف، عبادات، دخول جنت، جہنم سے نجات، کفار پر غلبہ، اللہ کے نام کی بلندی، وہ سب صحابۂ کرام کی کوششوں کی برکت ہے، جنھوں نے دین کی تبلیغ کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا، جو مومن بھی اللہ پر ایمان لایا اس پر صحابہ کرام کا احسان قیامت تک رہے گا، اور شیعہ وغیرہ کو بھی جو کچھ خیر حاصل ہے وہ صحابۂ کرام کی برکت سے، اور صحابۂ کرام کی خیر خلفائے راشدین کی خیر کی تابع ہے اس لئے کہ وہ دین و دنیا کی ہر خیر کے ذمہ دار و سرچشمہ تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت دلیل نبوت و صداقت ہے

امام ابن تیمیہ نے یہ بات بھی بڑے کام کی لکھی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی جانشینی و خلافت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کمال کی ایک دلیل ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ رسول برحق تھے، اور آپ کا مزاج، مزاج نبوت تھا مزاج سیاست نہ تھا، اور آپ کو دنیا کے بادشاہوں اور سلاطین عالم سے کوئی مناسبت نہیں جو ہمیشہ اپنے بیٹے یا اپنے خاندانی آدمی کو اپنا جانشین بناتے ہیں، اگر آپ میں بھی معاذ اللہ سلطنت

[1] منہاج السنۃ حصہ سوم ص۲۴۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خاندان پرستی کا کوئی شائبہ ہوتا تو حضرت علیؓ اور عباسؓ کے علاوہ بنی ہاشم کے اور بھی بہت سے افراد تھے، جن کو اپنا جانشین بنا کر ایک خاندانی سلطنت کی بنیاد رکھی جا سکتی تھی، اور اس اثر و اقتدار کو جو آپ کو من جانب اللہ حاصل تھا، اپنے خاندان میں محفوظ کیا جا سکتا تھا، وہ لکھتے ہیں:-

"یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا کمال ہے، اور جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ رسولِ برحق تھے، کوئی دنیاوی بادشاہ نہیں تھے، اس لئے کہ بادشاہوں کی عادتِ قدیمہ ہے کہ وہ اپنے عزیزوں کو ترجیح دیتے ہیں، اور انہی کو حکومتیں سپرد کرتے ہیں، اور اس سے وہ اپنے نزدیک اپنی سلطنت کی حفاظت کرتے ہیں، اسی طرح اطراف و نواح کے والیوں اور حکمرانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا بھی یہی دستور ہے بنو بویہ، بنی سلجوق (سلاجقہ) اور مشرق و مغرب اور شام و یمن کے تمام سلاطین و ملوک اپنے ہی عزیزوں کو اور اپنے خاندانی لوگوں کو حکومت حوالہ کرتے ہیں، اسی طرح سے عیسائی اور مشرکین بادشاہوں کا بھی یہی معمول ہے، فرنگی بادشاہ اور چنگیز خاں کے خاندان کے بادشاہوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ سلطنت بادشاہ کے خاندان میں باقی رہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ شاہی خاندان میں سے ہے، یہ شاہی خاندان میں سے نہیں ہے، یہ ہڈی کا ہے، یہ ہڈی کا نہیں ہے، اس بنا پر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی تولیت اور اپنے چچا حضرت عباسؓ اور اپنے چچازاد بھائی علیؓ، عقیل، ربیعہ ابن الحارث بن عبد المطلب، ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب وغیرہ کا خلیفہ نہ بنانا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ اس شاہی آئین کے پابند نہیں تھے، ان کے علاوہ بنی عبد مناف میں حضرت عثمانؓ بن عفان، خالدؓ بن سعید ابن العاص، ابان بن سعید بن العاص وغیرہ موجود تھے، اور بنو عبد مناف کا خاندان قریش میں سب سے جلیل القدر اور نسب میں آپ سے قریب تر تھا، یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندہ اور اللہ کے رسول ہیں، اور وہ کوئی بادشاہ نہیں ہیں، کیونکہ انھوں نے خلافت کے بارہ میں کسی کو محض قربِ نسب یا خاندانی شرف کی وجہ سے آگے نہیں کیا،

بلکہ ایمان و تقویٰ کی بنا پر، اور اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت آپ کے بعد اللہ ہی کی عبادت کرے گی، اور اللہ ہی کے حکم پر چلے گی، قومی یا خاندانی یا ذاتی سربلندی اور علو فی الارض اس کا مقصود نہیں، یہاں تک کہ بعض انبیاء کے لئے جس سلطنت کی اجازت دی گئی، اس تک کو اختیار نہیں کریں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ آپ عبد رسول رہیں یا پیغمبر بادشاہ، آپ نے اسی کو اختیار کیا کہ آپ عبد رسول رہیں، درحقیقت حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی تولیت اسی کا تتمہ تھا، اس لئے کہ اگر آپ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو اپنا قائم مقام بنا جاتے تو ان لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ آپ نے مال اپنے ورثا کے لئے جمع کیا ہے۔"[1]

جاہلیت کی نسب پرستی

درحقیقت ان تمام فرقوں میں جو حضرت علیؓ کے وصی ہونے کے مدعی ہیں، اور جن کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ حقیقی چچازاد بھائی اور داماد کے ہوتے کوئی دوسرا شخص خلیفہ ہو سکتا ہے، جاہلیت کی بو اور اہلِ جاہلیت کی نسب پرستی کی رگ پائی جاتی ہے، جو اس بات کے تصور سے ہمیشہ قاصر رہے ہیں کہ مناصب و مراتب محض نسب و قرابت کی بنا پر نہیں بلکہ استعداد و قابلیت اور فضائل پر عطا ہوتے ہیں، عرب، ایران، ہندوستان اور اسلام سے پہلے تمام ملکوں کا یہی ذہن اور مزاج تھا، جن لوگوں نے یہ فیصلہ صادر کیا، اور قطعی طور پر یہ رائے قائم کر لی کہ حضرت علیؓ ہی کو خلیفہ ہونا چاہئے تھا، انھوں نے دراصل اپنی قومی عادات اور اپنی طبیعتوں پر قیاس کیا اور انھوں نے انبیاء علیہم السلام کا مقابلہ اور مذاق و مزاج اور ان کا ظرف و حوصلہ نہیں سمجھا۔ ع

فکر ہر کس بقدر ہمتِ اوست

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:-

---

[1] منہاج السنۃ۔ حصہ چہارم ص ۱۲۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"روافض کا کلام مشرکین جاہلیت ہی کے کلام سے ملتا جلتا ہے، وہ نسب اور آباء کے بارے میں تو بڑا تعصب برتتے ہیں اور خاندان کی بنیاد پر حمایت و محبت کرتے ہیں اور انسان کے لئے وہ چیزیں قابلِ اعتراض قرار دیتے ہیں جس سے ایمان و تقویٰ میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا، اور یہ سب جاہلیت کے افعال ہیں[1]۔"

شیعوں کا انتساب اور مدح اولادِ حسین کے لئے ایک آزمائش ہے

امام ابن تیمیہ کے نزدیک شیعہ اہلِ بیت کے نادان دوست ہیں، اور ان کی مبالغہ آرائیوں، غلو اور غلط واقعات و روایات سے اہلِ بیت کی بدنامی ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"اولادِ حسین کے لئے شیعوں کا ان کی طرف انتساب اور تعظیم و مدح بھی ایک مصیبت اور ابتلاء ہے اس لئے کہ وہ ان کی ایسی چیزوں کے ساتھ مدح کرتے ہیں جو مدح کی بات نہیں وہ ان کے لئے ایسے دعوے کرتے ہیں جن کی کوئی حجت نہیں اور ان کے متعلق ایسی باتیں ذکر کرتے ہیں کہ اگر ان کی فضیلت سنیوں کے کلام سے اور کتابوں سے نہ معلوم ہوتی تو شیعہ ان کے متعلق جو کچھ بیان کرتے ہیں، وہ مدح سے زیادہ قدح ہوتی[2]۔"

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"ان شیعوں کو مناقب و مثالب کی حقیقت کی خبر ہی نہیں، اور نہ ان کو ان طرق کا علم ہے جن سے یہ مناقب ثابت ہوتے ہیں[3]۔"

تعصب کی کرشمہ سازیاں

مصنف "منہاج الکرامہ" نے حضرت علیؓ اور ائمۂ اہلِ بیت کی امامت کے ثبوت میں اور ان کے مناقب میں بکثرت آیات اور احادیث و روایات جمع کر دی ہیں[4]، ان آیات و احادیث و روایات کو دیکھ کر اندازہ

[1] منہاج السنۃ حصہ چہارم صفحہ ۱۴۸ [2] حصہ دوم صفحہ ۱۲۵ [3] حصہ دوم صفحہ ۱۲۶ [4] ملاحظہ ہو حصہ چہارم از صفحہ ۲ تا ۹۷ و از صفحہ ۱۸ تا ۱۲۹ و از صفحہ ۲۰۹ تا ۲۱۳

ہوتا ہے کہ تعصب انسان کو کہاں تک پہنچا سکتا ہے، ان آیات میں بیشتر یا تقریباً تمام تر حصہ وہ ہے جس کا اہلِ بیت سے یا تو سرے سے کوئی تعلق نہیں یا وہ بھی عامۂ مسلمین کے ساتھ شامل ہیں، احادیث و روایات میں سے اکثر موضوع و ضعیف ہیں، اور بقول امام ابن تیمیہ کے "الروایات المسیبۃ التی لا زمام لھا ولا خطام" یعنی وہ احادیث جن کا کوئی سر پیر نہیں، اس سلسلہ میں شیعہ مصنف نے ایسی جرأت و بے باکی سے کام لیا ہے کہ بہت سی احادیث کو صحیحین کی طرف اور بہت سی احادیث کو مسند احمد ابن حنبل کی طرف منسوب کیا ہے، اور امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ ان کا کہیں صحیحین و مسند میں وجود نہیں، بعض احادیث کے متعلق لکھا ہے کہ احادیث کے کسی مجموعہ اور دواوینِ اسلام میں کہیں ان کو نہیں دکھایا جا سکتا، شیعہ چونکہ قرآن و حدیث سے بہت ناواقف ہیں اس لئے وہ معمولی اصطلاحات کو بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات بے تکلف غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔

آیات کے سلسلہ میں مصنف نے بڑے بڑے لطیفے کئے ہیں، ان کی تفسیر کو دیکھ کر وہ مشہور لطیفہ یاد آجاتا ہے کہ کسی بھوکے سے پوچھا گیا دو دو کتنے ہوتے ہیں، اس نے کہا چار روٹیاں، مصنف نے چالیس آیتیں لکھی ہیں، جو اس کے نزدیک حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئیں، یہاں پر چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

آیت "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" مصنف ابو نُعیم کی ایک حدیث نقل کرتا ہے کہ یہ آیت غدیر خم کے خطبہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ اکبر علی اکمال الدین واتمام النعمۃ ورضا الرب برسالتی وبالولایۃ لعلی من بعدی"۔

امام ابن تیمیہ پہلے تو محدثانہ طریقہ پر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث باتفاق اہلِ فن موضوع ہے، اور کتبِ حدیث میں سے کسی قابلِ اعتماد کتاب میں نہیں پائی جاتی، پھر مفسرانہ اور مورخانہ طریقہ پر ثابت کرتے ہیں کہ صحاح، مسانید اور تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن وقوف کی حالت میں نازل ہوئی، ایک یہودی نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ ایک آیت آپ کے قرآن میں ایسی ہے کہ اگر ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کونسی، اس نے کہا "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے خوب معلوم ہے کہ کس دن نازل ہوئی تھی، اور کس جگہ نازل ہوئی ہے، یہ عرفہ کے دن عرفات میں ایسی حالت میں نازل ہوئی تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وقوف میں تھے، امام ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ دوسرے ذرائع سے بھی یہ بات شہرت اور تواتر کو پہونچ گئی ہے، اور یہ مسلمانوں کی تمام کتابوں میں موجود ہے، یہ یوم جمعہ ۹ ذی الحجہ یوم خم سے ۹ دن پہلے کا واقعہ ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ غدیر خم کے موقع پر نازل ہوئی،

دوسرے اس روایت میں یہ الفاظ جو نقل کئے گئے ہیں "اللّٰھم والِ من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مستجاب الدعوات کون ہو سکتا ہے، اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس دعا کا تحقق ہوتا، لیکن تاریخ سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔

مصنف نے لکھا ہے کہ آیت "مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ"[۱] بحرین سے مراد علی وفاطمہ اور "بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ" سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور "يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ" سے مراد حسن حسینؓ ہیں، امام ابن تیمیہ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

ان ھذا وامثالہ یقولہ من لایعقل ما	اس طرح کی باتیں وہی کہہ سکتا ہے جو بے سمجھے بات
یقول وھذا بالھذیان اشبہ منہ بتفسیر	کرنے کا عادی ہے، اور یہ تفسیر کے بجائے ایسی ہی بے ربط
القرآن وھو من تفسیر الملاحدۃ	اور مہمل باتیں ہیں، جیسی سرسامی کیفیت میں مریض کی زبان
والقرامطۃ الباطنیۃ للقرآن بل ھو	سے نکلتی ہیں اور وہ اسی طرح کی تفسیر ہے جیسی ملاحدہ قرامطہ
شر من کثیر منھم۔	اور باطنیہ کرنے کے عادی ہیں بلکہ یہ اس سے بھی بدتر ہے۔

امام ابن تیمیہ نے پھر اس تفسیر کے غلط ہونے کے چھ وجوہ لکھے ہیں، ان میں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ آیت سورۂ رحمٰن کی ہے، اور وہ بالاتفاق مکی ہے، اور حضرت حسن حسین مدینہ طیبہ میں اس کے نزول کے کئی سال بعد پیدا ہوئے ہیں،

دوسرے اس آیت کی تفسیر سورۂ فرقان کی آیت سے ہوتی ہے "وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

[۱] ترجمہ :۔ اس نے دو سمندر ملا دیئے جو باہم ملتے ہیں، ان دونوں میں پردہ ہے کہ وہ حد سے تجاوز نہیں کر سکتی (سورہ رحمٰن ۱۹۔۱۱)

وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ"[۱] اگر اس سے مراد علی وفاطمہ ہیں تو ان میں سے ایک کو ملح اجاج (کڑوا نمکین) قرار دینا پڑے گا، تیسرے اگر برزخ سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ مانع وحجاب ہوئے اور یہ مدح نہیں بلکہ ذم ہے۔[۲]

اسی طرح سے یہ حصہ عجائب ولطائف سے بھرا ہوا ہے، اور شیخ الاسلام نے مفسرانہ اور محدثانہ، فقیہانہ ومورخانہ اور ناقدانہ جوابات دیئے ہیں، جو ان کی ذہانت، وفور علم اور قوت مناظرہ کا روشن ثبوت ہیں، انھوں نے ان تمام دلائل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حضرت علیؓ کی فضیلت وولایت اور علو مرتبت ایسے صحیح اور مسلّم طریقوں سے ثابت ہے جس سے یقینی اور قطعی علم حاصل ہوتا ہے، ان چیزوں کی موجودگی میں دروغ بافی، غلط بیانی اور مشکوک روایات وبیانات کی ضرورت نہیں۔"[۳]

کتاب کا دوسرا معرکۃ الآرا حصہ وہ ہے جس میں منہاج الکرامۃ کے اس حصہ پر بحث ہے جس میں مصنف نے صحابۂ کرام پر بالعموم اور شیخین پر بالخصوص اور صدیق اکبرؓ پر بالاخص مطاعن اور اعتراض جمع کئے ہیں، یہ اعتراضات بزعم مصنف قرآن مجید سے بھی ماخوذ ہیں، احادیث وسیر سے بھی، اور تاریخ سے بھی، یہ مطاعن واعتراضات اس بات کا ثبوت ہیں کہ عداوت ایک پڑھے لکھے انسان کو بھی کہاں تک لے جا سکتی ہے، یہاں پر اس کے صرف دو نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی مشہور آیت جو صدیق اکبرؓ کی خصوصیت کی سب سے بڑی دلیل، اور ان کی وہ فضیلت و منقبت ہے جس میں امت کا کوئی فرد ان کا شریک وسہیم نہیں، وہ یہ آیت ہے "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا"[۴] منہاج الکرامۃ کا مصنف لکھتا ہے کہ اس میں حضرت ابوبکرؓ کے لئے فضیلت کی کوئی بات نہیں، اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلے اللہ

[۱] ترجمہ :۔ اور وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا، یہ میٹھا خوشگوار ہے، اور یہ کھاری کڑوا ہے (الفرقان ۵۳) [۲] حصہ ۴ ص ۶۸ [۳] حصہ ۴ ص ۱۸۶ [۴] ترجمہ :۔ اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو اس کی اللہ نے مدد کی ہے جس وقت اسے کافروں نے نکالا تھا کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا تو غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے (التوبہ ۔۔ ۴۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ وسلم نے آپ کو صرف اس لئے ساتھ لیا ہو کہ وہ آپ کے روانہ ہوجانے کے بعد کہیں مخبری نہ کردیں، اس لئے کہ ان کے متعلق اس بات کا اطمینان نہ تھا، دوسرے اس آیت کے اندر خود ان کی ہجو موجود ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کہا "لاتحزن" اس سے معلوم ہوا کہ آپ (معاذ اللہ) بہت ڈرنے والے اور بے صبر تھے، اور آپ کو اللہ پر یقین اور اس کے فیصلہ پر اطمینان نہیں تھا، تیسرے یہ کہ قرآن مجید کا قاعدہ ہے کہ جہاں کہیں نزولِ سکینہ کا ذکر کرتا ہے، وہاں مومنین کو ضرور شریک کرتا ہے، لیکن یہاں تنہا رسول کا ذکر کیا حضرت ابوبکرؓ کا ذکر نہیں جس سے معلوم ہوا کہ سکینہ کا نزول ان پر نہیں ہوا۔

امام ابن تیمیہ نے اول تو ثابت کیا ہے کہ اس آیت نے ابوبکرؓ کے لئے کیسے کیسے فضائل و مناقب جمع کردیئے ہیں، اور یہ معیت کیسی خصوصی تھی[1]، باقی مصنف کا یہ کہنا کہ ان کو اس لئے ساتھ لے لیا تھا تاکہ وہ دشمنوں کو خبر نہ کردیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناقابلِ اعتماد تھے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے مطمئن نہیں تھے، تو دنیا کا ضعیف العقل سے ضعیف العقل انسان ایسے نازک اور خطرناک سفر میں ایسے ناقابلِ اعتماد آدمی کو ساتھ نہیں لے سکتا، امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :۔

فقبح اللہ من نسب رسولہ الذی	اللہ سمجھے اس شخص سے جس نے رسول اللہ صلے اللہ
ھو اکمل الخلق عقلاً وعلماً وخبرۃ	علیہ وسلم کی طرف جو عقل و علم و تجربہ میں کامل ترین
الی مثل ھذہ الجھالۃ والغباوۃ۔[2]	انسان تھے ایسی جہالت و غباوت کی نسبت کی۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ بادشاہ خربندہ[3] جس کے لئے مصنف نے یہ کتاب تصنیف کی ہے، جب اس سے یہ کہا گیا کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے تھے، اور آپ کے دشمن تھے، اور اس کے باوجود آپ نے ان کو سفر ہجرت میں ساتھ لیا جو سب سے زیادہ خوفناک سفر تھا، تو اس نے

---

[1] منہاج السنۃ ص۲۴۰ تا ۲۵۵ [2] ایضاً حصہ چہارم ص۲۵۵ [3] منہاج السنۃ۔ اور بعض تاریخ کی اور کتابوں میں بھی اس تاتاری بادشاہ کو اس نام سے یاد کیا گیا ہے۔

سنتے ہی وہ بات کہی جو ایسے موقعہ پر کہی جاسکتی ہے، اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس سے بالکل منزّہ ہے، یعنی "یہ کسی عقلمند آدمی کا فعل نہیں ہوسکتا"[1] پھر تفصیل کے ساتھ ایک ایک بات کا جواب دیا ہے[2]، اور بتایا ہے کہ قرآن مجید میں حزن و خوف کا ذکر کہاں کہاں آیا ہے، کیسے کیسے انبیائے اولوالعزم اور صلحائے مومنین اور افراد اہلِ بیت سے طبعی طور پر خوف اور حزن ثابت ہوتا ہے، باقی مصنف کا یہ کہنا کہ قرآن مجید میں جہاں جہاں نزول سکینہ کا ذکر ہے، وہاں مومنین کا ہمیشہ تذکرہ آتا ہے تو اس سے یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں بکثرت ایسا ہوا ہے، حالانکہ صرف ایک ہی آیت ایسی ہے[3]، جہاں نزول سکینہ کے موقع پر رسول کے ساتھ مومنین کا بھی ذکر ہے، اور وہ آیت یہ ہے "وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا"[4] وہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر مومنین کے ذکر کا خاص موقعہ تھا، اس لئے کہ "ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ" آچکا ہے، اس کے برخلاف قرآن مجید میں کسی جگہ صرف مومنین ہی کا تذکرہ نزول سکینہ کے موقع پر آیا ہے، پھر امام نے اس کے لطائف اور وجوہ تفصیل سے لکھے ہیں[5]۔

اس تعصب کا دوسرا نمونہ یہ ہے کہ روایات و سیر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میدانِ بدر میں عریش[6] کے نیچے تھے تو حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے، مصنف لکھتا ہے کہ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ کو جنگ کا حکم دیا جائے گا تو کھیل بگڑ جائے گا، اس لئے کہ وہ آپ کے غزوات میں کئی دفعہ بھاگ چکے تھے، امام ابن تیمیہ کو اس موقع پر علمی و ایمانی جوش آگیا ہے،

---

[1] منہاج السنۃ حصہ چہارم ص۲۵۵ [2] ایضاً ص۲۵۶ [3] ایک دوسری آیت بھی ہے "إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ الخ" (سورۃ الفتح۔ ۲۶) [4] التوبہ ۲۵ [5] منہاج السنۃ حصہ چہارم ص۲۷۳ تا ۲۷۷ [6] میدانِ بدر میں ایک چھپر ڈال دیا گیا تھا، اس کے نیچے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سربسجود و مشغول دعا تھے، اس وقت تنہا حضرت ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے ملاحظہ ہو کتب سیرت و احادیث۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لکھتے ہیں کہ مصنف نے یہ جو کہا ہے کہ وہ غزواتِ نبوی میں کئی دفعہ راہِ فرار اختیار کر چکے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف غزواتِ نبوی کے بارے میں بالکل جاہل واقع ہوا ہے، اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لئے کہ جس گروہ سے اس کا تعلق ہے، اُس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات و واقعات سے نہ کوئی واقفیت ہے، نہ کوئی دلچسپی، اس کو یہ خبر نہیں کہ بدر کی جنگ پہلی جنگ تھی جس میں لڑائی ہوئی، اس سے پہلے کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ شریک ہوئے ہوں، اس پر تمام اہلِ سیر، حدیث و مغازی، فقہ و تواریخ کا اتفاق ہے کہ بدر پہلی جنگ تھی جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قتال فرمایا، اس سے پہلے کوئی غزوہ یا سریّہ ایسا پیش نہیں آیا جس میں جنگ کی نوبت آئی ہو سوائے ابن الحضرمی کے واقعہ کے جس میں حضرت ابوبکرؓ شریک ہی نہیں تھے، تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ حضرت ابوبکرؓ اس سے پہلے کئی بار میدان جنگ سے فرار اختیار کر چکے تھے، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا کسی جنگ سے بھاگنا ثابت نہیں، اس کا بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ ہے کہ وہ ثابت کرے کہ کس جنگ سے انھوں نے فرار اختیار کیا، تیسری بات یہ ہے کہ اگر معاذ اللہ حضرت ابوبکرؓ ایسے ہی بزدل تھے تو ان کو اپنے ساتھ عریش میں رکھنا مناسب نہیں تھا، بلکہ ایسے آدمی کو میدانِ جنگ میں لانا بھی مناسب نہیں تھا، چہ جائیکہ خاص طور پر تمام صحابہ کرام میں سے ان کو اپنی رفاقت کے لئے انتخاب فرمایا۔[1]

حضرت علیؓ کے بارے میں تناقض

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا اور خدا بنایا، دوسری طرف ان کی صلیب کے واقعہ کی ایسی تصویر کھینچی کہ وہ ایک بے بس و مجبور انسان نظر آتے ہیں، جو ہر طرح کی توہین و تذلیل اور تمسخر و استہزاء کا نشانہ و تختۂ مشق ہیں، اسی طرح سے شیعہ حضرات نے ایک طرف تو حضرت علیؓ

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ص ۲۸۲ تا ۲۸۶

کے لئے وہ صفات اور قوتیں ثابت کیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا پایہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی کچھ بلند تھا، اور اگر وہ نہ ہوتے تو اسلام کو فروغ نہ ہوتا، ان ہی کے پنجۂ خیبر شکن اور ذوالفقار آبدار سے اسلام کی فتح ہوئی، اور کفر سرنگوں ہوا، دوسری طرف خلفائے ثلثہ کی خلافت میں ان کو ایسا مجبور و بے بس ثابت کیا ہے کہ وہ سب کچھ اپنے ضمیر و عقیدہ کے خلاف دیکھتے اور ان کی اور ان کے اہلِ بیت کی ہر طرح توہین و تذلیل ہوتی، اور وہ کچھ نہ کر سکتے، یہ صریح تناقض اور تضاد ہے، امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں :-

"یہ شیعہ جمع بین النقیضین کرتے ہیں، ایک طرف وہ حضرت علیؓ کو قوت و شجاعت میں سب سے کامل اور بڑھا ہوا بتاتے ہیں، یہاں تک کہ معلوم ہوتا ہے ان ہی نے دینِ رسول کو قائم کیا، اور خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے محتاج تھے، اور ان کو اقامتِ دین میں اللہ کا شریک بتاتے ہیں، پھر اسلام کے غلبہ اور قوت کے بعد لوگوں کے اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد ان کے عجز و ضعف، اضطرار و تقیہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ان سے زیادہ کمزور اور بے بس ہستی نہ تھی، حالانکہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد وہ بہ نسبت سابق کے زیادہ حق کے پیرو ہو گئے، تو جو شخص دینِ محمدی کے قائم کرنے میں اللہ کا شریکِ حال تھا، جس نے کفار کو مغلوب کیا، اور وہ اسلام لائے وہ اپنی طاقت اس جماعت کے مغلوب کرنے میں کیوں نہیں دکھاتا، جنھوں نے اس پر زیادتی کی تھی، حالانکہ وہ تعداد میں بھی ان کفار سے کم تھے، اور قوت و شوکت میں بھی کمزور تھے، اور یہ مخالفین بہر حال حق سے زیادہ قریب تھے"[1]

مبحثِ امامت

امام ابن تیمیہ نے امامت کے مبحث پر بھی بڑی مفصل بحث کی ہے، اور شیعہ امامت کی جو تعریف کرتے ہیں، اور اس کو دین کا رکن قرار دیتے ہیں، اس کا بہ شدت انکار کیا ہے، اور ان تمام عقلی و نقلی دلائل کا رد کیا ہے جو اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبوت میں پیش کیے جاتے ہیں، اس سلسلہ میں امام غائب کے عقیدہ کا بڑا مذاق اڑایا ہے، اور ثابت کیا ہے کہ اس عقیدہ سے سوائے فساد، اختلاف، بے عملی اور تعطل کے کوئی فائدہ نہیں۔[1]

شیعوں کو قرآن و حدیث سے دلچسپی نہیں

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ شیعوں کو حفظ قرآن کی طرف اور اس کے معانی و تفسیر کا علم اور ادلہ کی تلاش و جستجو کی طرف کوئی توجہ نہیں، اسی طرح احادیث صحیح و سقیم کی پہچان، حدیث کے معانی و مطالب اور صحابہ و تابعین کے آثار سے واقفیت کا کوئی اہتمام نہیں، ان کا سرمایہ اور مبلغ علم کچھ آثار ہیں، جو بعض اہل بیت سے نقل ہوتے چلے آرہے ہیں، ان میں جھوٹ سچ سب کچھ ہے۔[2]

مساجد و جمعہ و جماعت سے بیگانگی

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ شیعوں نے انبیاء بلکہ ائمہ کے بارے میں ایسا غلو کیا کہ ان کو "ارباباً من دون اللہ" بنا دیا، اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت سے جس کا پیغمبروں نے حکم دیا تھا بے اعتنائی کی تم دیکھو گے کہ وہ مساجد جن کو بلند اور بارونق رکھنے اور ان میں اللہ کا نام لینے کا حکم دیا ہے، ان کو ویران رکھتے ہیں، اور ان میں جمعہ و جماعت کو قائم نہیں کرتے، اور ان کے نزدیک ان کا کوئی بڑا احترام نہیں ہے اور اگر ان میں کبھی نماز پڑھتے بھی ہیں، تو الگ الگ، اور ان مشاہد کی بڑی تعظیم کرتے ہیں، جو قبور پر بنائے گئے ہیں، ان پر معتکف رہتے ہیں جیسے مشرکین، اور دور دور سے سفر کر کے ان کی زیارت کے لئے آتے ہیں، جیسے کہ حجاج خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے آتے ہیں۔[3]

متاخرین شیعہ معتزلہ کے پیرو ہیں

متاخرین شیعہ عقلیات میں عام طور پر معتزلہ کے پیرو ہیں، اور کچھ لوگوں نے فلاسفۂ یونان کی پیروی کی ہے،

۱؎ منہاج السنہ حصہ سوم ص۲۴۹ تا ۲۵۰   ۲؎ ایضاً ص۴۰   ۳؎ ایضاً حصہ اول ص۱۳۱

اور ان پر تفلسف غالب ہے، ان کے علماء میں سے کوئی تو فلسفہ و اعتزال اور رفض کا جامع ہے، جیسے منہاج الکرامۃ کا مصنف[1]، اس سلسلہ میں مصنف کتاب نے عقائد و علم کلام کی جو بحثیں چھیڑی ہیں، جن میں اعتزال و فلسفہ کا رنگ صاف جھلکتا ہے، ان کا امام ابن تیمیہ نے تفصیلاً جواب دیا ہے، یہ حصہ گہری فلسفیانہ اور متکلمانہ بحثوں سے بھرا ہوا ہے، اور چونکہ وہ معقول و منقول دونوں سمندروں کے شناور ہیں، اس لئے انھوں نے اپنی عادت کے مطابق دل کھول کر بحث کی ہے[2]، اور ایک ایک حرف کا رد کیا ہے، اور اس نتیجہ تک پہونچے ہیں کہ اس فرقہ کی واقفیت عقلیات سے بہت سطحی اور عامیانہ ہے اور ان کے علماء بھی اس علم میں طفلِ مکتب معلوم ہوتے ہیں۔[3]

گذشتہ تاریخ

امام ابن تیمیہ نے جابجا لکھا ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں شیعوں نے کفار و مشرکین کا ساتھ دیا، اور اسلام سے بے وفائی کی اور اسلامی سلطنت کو نقصان پہونچایا اور اخیر میں ان کا قلم یہ لکھنے پر مجبور ہوا ہے،

"فایامھم فی الاسلام کلھا سود۔"[4]

اہلِ سنت راہِ اعتدال پر

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ اسلامی فرقوں میں صرف اہلِ سنت ہی توسط اور اعتدال کی راہ پر ہیں، اور افراط و تفریط سے محفوظ ہیں، ان کے نزدیک اہل بیت کی محبت اور صحابہ کرام کی تعظیم میں کوئی تضاد نہیں، انھوں نے ان دونوں نعمتوں کو جمع کر رکھا ہے، اور یہی صحیح اسلام ہے، وہ لکھتے ہیں :-

"اہلِ سنت تمام مومنین کی دوستی کا دم بھرتے ہیں، اور علم و عدل کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں،

۱؎ منہاج السنہ حصہ سوم ص۴۰   ۲؎ ملاحظہ ہو ص۳۰ تا ۱۲۹ حصہ اول   ۳؎ ایضاً

۴؎ ایضاً حصہ چہارم ص۱۱۱ ترجمہ:- خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے ان کی تاریخ بالکل سیاہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ نہ اہلِ جہل میں سے ہیں، نہ اہل اہواء میں سے، وہ روافض اور خوارج دونوں کے طریقہ سے بیزار، وہ تمام سابقین اولین کے معتقد ہیں، اور صحابۂ کرام کی قدر و منزلت کے شناسا اور معترف ہیں، اور ان کے مناقب کے قائل ہیں، اور اس سب کے ساتھ اہلِ بیت کرام کے حقوق کی ادائگی ضروری سمجھتے ہیں، جو شریعت سے ثابت ہیں۔[1]

[1] منہاج السنۃ حصہ اول ص ۱۶۵

علومِ شریعت کی تجدید

امام ابنِ تیمیہ کا عہد

امام ابن تیمیہ جس زمانہ میں پیدا ہوئے اس میں شرعی اور دینی علوم بڑی وسعت اختیار کر چکے تھے، خصوصیت کے ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ اور اصولِ فقہ میں سے ہر موضوع پر اتنا وسیع کتب خانہ مرتب ہو چکا تھا کہ ان میں سے کسی ایک موضوع پر عبور حاصل کرنا اور اس وقت تک کے علمی ذخیرہ سے اجمالی واقفیت بھی ایک متوسط آدمی کے لئے بہت بڑا علمی کارنامہ تھا، لیکن پھر بھی ان کے عہد میں بکثرت ایسے عالم اور مدرس موجود تھے، جو اس کتب خانہ پر نظر ڈال چکے تھے، اور ان میں سے متعدد ایسے بھی تھے، جو اپنے قوی حافظہ، علمی اشتغال، کثرتِ مطالعہ اور کثرتِ درس و تدریس کی وجہ سے اس کے ایک معتدبہ حصہ کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھتے تھے، اور تدریس و مناظرہ کے وقت اس سے بے تکلف استفادہ اور اس کا اعادہ کر سکتے تھے، علامہ کمال الدین ابن الزملکانی، تقی الدین علی بن السبکی، شمس الدین الذہبی، ابوالحجاج المزی اس کا ایک نمونہ ہیں، "طبقات الشافعیۃ الکبریٰ" کے مطالعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں علمی استحضار، تبحر، محفوظات کی کثرت اور علمی تفنن کس حد تک پہونچ چکا تھا، متعدد اصحاب ایسے تھے، جن کو علوم شرعیہ کا دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) کہنا صحیح ہوگا۔

لیکن علم و معلومات میں جتنی وسعت تھی، فکر میں اتنا عمق نہیں تھا، ایسے لوگوں کی عرصہ سے کمی چلی آرہی تھی، جو اس پورے علمی ذخیرہ پر ناقدانہ اور استادانہ نظر رکھتے ہوں، متقدمین کے آراء و خیالات میں موازنہ و تقابل کی قوت رکھتے ہوں اور مسائل و آراء میں اپنی کوئی ذاتی اور منفرد رائے بھی رکھتے ہوں، متقدمین نے جو قابلِ قدر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی اندوختہ چھوڑا تھا، اکثر متاخرین کا کام صرف اس پر عبور حاصل کر لینا، اور اس کی شرح و توضیح، اختصار و تلخیص رہ گیا تھا، عرصہ سے اس میں کوئی معتدبہ اور قابلِ قدر اضافہ نہیں ہو رہا تھا، کوئی ایسی تصنیف جس کو طبع زاد یا مجتہدانہ کہا جا سکے، کمیاب تھی، اس عصر کی جو بہترین اور مایۂ ناز تصنیفات سمجھی جاتی تھیں، ان کا جوہر بھی صرف یہ تھا کہ مصنف نے اپنے سے پہلے کے منتشر معلومات کو یکجا جمع اور سلیقہ سے مرتب کر دیا تھا، یا وہ کسی سابق فقہی متن کی عمدہ شرح تھی۔

ان کی تصنیفی و علمی خصوصیات

امام ابن تیمیہ نے اپنے حافظۂ خداداد سے اس پورے علمی ذخیرہ پر عبور حاصل کیا اور اس کو فکری طور پر ہضم کر لیا، اور اس سے اپنی تصنیفات میں پورا فائدہ اٹھایا، لیکن ان کی بے چین اور مولج طبیعت، ان کا نکتہ سنج و نکتہ آفریں دماغ اور ان کا سیال و رواں قلم اس پر قانع نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ صرف نقل و روایت اور شرح و تلخیص یا انتخاب پر اکتفا کریں، قرآن مجید کا گہرا علم، مقاصد شریعت سے گہری واقفیت اور اصولِ فقہ اور اصولِ تشریع کا ملکۂ راسخہ ان کی ہر تصنیف میں ان کا رفیق ہے، وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں، اس میں اپنے تازہ علم سے جان ڈال دیتے ہیں، ان کی کوئی ایسی تصنیف نہیں ہوگی جس میں کچھ نئے علمی حقائق، علمی نکتے، ناقدانہ بحثیں اور جدید اصولی مباحث نہ ملیں، اور قرآن مجید کے فہم کی ایک نئی راہ اور شریعت کے مقاصد کے سمجھنے کا نیا دروازہ کشادہ نہ ہو، ان کی دو ضخیم تصنیفات "الجواب الصحیح" اور "منہاج السنۃ" پر مفصل تبصرہ اور ان کے مضامین کی تلخیص گزر چکی ہے، ان دونوں کے علاوہ ان کی متعدد تصنیفات ایسی ہیں، جو ان کے مجتہدانہ فکر و نظر و ذہن رسا، اور قوت تنقید کی شاہد ہیں، اور ہر عہد کے دماغوں کو جدید و صالح علمی و فکری غذا مہیا کرتی ہیں، اور زمانہ کے اہل علم کو ان میں نیا مواد، نئے دلائل اور نئی تحقیقات نظر آتی ہیں، مثال کے طور پر کتاب النبوات "الرد علی المنطقیین"

"اقتضاء الصراط المستقیم"[1] نہ صرف اعلیٰ علمی تصنیفات اور اپنے موضوع پر کامیاب کتابیں ہیں، بلکہ اس طرح کی خیال آفریں و خیال افروز کتابیں ہیں، جو ذہن کو سوچنے پر آمادہ کرتی ہیں، اور ان کے سامنے نئے علمی میدان اور سوچنے اور غور کرنے کے لئے نئے مسائل اور مضامین لاتی ہیں۔

تفسیر

امام ابن تیمیہ نے تفسیر کو اپنے فکر و تصنیف کا خاص موضوع بنایا، یہ ذوق ان پر اس قدر غالب تھا کہ ان کی کوئی تصنیف مشکل سے ایسی ہوگی جس میں قرآن مجید کی تفسیر کا مواد نہ ملے اور آیات سے استدلال اور ان کی شرح و تفسیر نہ ہو، ان کے سامنے جب کوئی آیت آتی ہے تو اس کی تفسیر کئے بغیر ان سے بڑھا نہیں جاتا، ان کے تلامذہ کا بیان ہے کہ انھوں نے جو تفسیری ذخیرہ چھوڑا وہ تیس جلدوں سے زائد ہے، اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اگر وہ ذخیرہ دستیاب ہو جائے تو وہ تفسیر کا ایک بہت قیمتی اور مستند ذخیرہ ہوگا، فکر و نظر کی گہرائی، سلامت ذوق، روایات پر کامل عبور اور ان سے استناد، آیات کی زندگی پر تطبیق، اپنے ماحول و معاشرہ سے واقفیت، داعیانہ روح اور جذبۂ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور حمیت دین کی جو دولت اللہ نے ان کو عطا فرمائی تھی، اس کی وجہ سے ان کے قلم سے نکلی ہوئی تفسیر شاید سب سے بہتر اور جامع تفسیر ہوتی اگرچہ یہ مفصل و مسلسل تفسیر اس وقت نایاب ہے، لیکن قرآن مجید کی متعدد سورتوں کی تفسیریں چھپ چکی ہیں، اور ان سے ان کی مفسرانہ خصوصیات کا اندازہ ہو سکتا ہے، ان میں سے تفسیر سورۃ الاخلاص، تفسیر معوذتین اور تفسیر سورۂ نور، عرصہ ہوا

---

[1] "اقتضاء الصراط المستقیم مخالفۃ اصحاب الجحیم" کا موضوع اگرچہ صرف یہ ہے کہ غیر مسلموں کے رسوم و شعائر اختیار نہ کئے جائیں، اور ان کی مذہبی تقریبات اور تہواروں میں شرکت نہ کی جائے، مگر حسب معمول یہ کتاب بڑے نفیس مباحث و علوم پر مشتمل ہے، اور شیخ الاسلام کی بہترین تصنیفات میں شمار ہونے کے قابل ہے، اس کا ایک ایڈیشن بڑے اہتمام سے انصار السنۃ قاہرہ نے شائع کیا ہے، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ کی جانب سے اس کے ضروری اور موجودہ حالات میں رہنمائی کرنے والے مباحث کو اردو میں "اسلام اور غیر اسلامی تہذیب" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر میں چھپ چکی ہیں، حال میں ان کی مختلف تصنیفات میں سے تفسیری حصوں کو علیحدہ کرکے چھاپ دیا گیا ہے[1] تفسیر سے ان کا تعلق اس میں ان کا اشتغال وانہماک ان کی زندگی میں بھی معروف تھا، یہ ان کا ایسا امتیازی نشان سمجھا جاتا ہے کہ ان کے جنازہ کی نماز کا اعلان بھی اسی عنوان سے ہوا "الصلوٰۃ علی ترجمان القرآن" ان کا ایک چھوٹا سا رسالہ اصول تفسیر پر بھی ہے، جہاں تک ہم کو معلوم ہے امام ابن تیمیہ کا یہ رسالہ اصول تفسیر کا پہلا مستقل رسالہ ہے۔

حدیث

حدیث اور شرح حدیث میں اگرچہ امام ابن تیمیہ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے، اور حدیث کا فن ساتویں اور آٹھویں صدی میں جس وسعت وکمال کو پہونچ چکا تھا، اس کے بعد یہ کام کچھ ایسا ضروری بھی نہیں رہ گیا تھا، مگر ان کی تصنیفات میں اصول حدیث، اسماء الرجال، جرح وتعدیل، نقد حدیث اور فقہ حدیث کا جتنا مواد ملتا ہے، اگر وہ سب علیحدہ جمع کر دیا جائے تو وہ ایک بہت بڑی تصنیف اور ایک بڑا قیمتی ذخیرہ ہوگا، خصوصیت کے ساتھ موضوعات پر ان کی جیسی بے لاگ اور محققانہ رائیں ان کی کتابوں میں ملتی ہیں، اس کا کہیں اور ملنا مشکل ہے، اس سلسلہ میں "منہاج السنۃ" میں جو مواد ملتا ہے، اور بیسیوں مشہور، متداول حدیثوں پر انھوں نے جو کلام کیا ہے، وہ بڑا کارآمد اور نادر ذخیرہ ہے۔

اصولِ فقہ

اصولِ فقہ ان کا ایک پسندیدہ اور ذوقی موضوع تھا جس میں ان کو ملکۂ راسخہ حاصل ہو گیا تھا، اور جس میں وہ مجتہدانہ شان رکھتے تھے، ان کی کوئی تصنیف ان اصولی مباحث سے خالی نہیں "اقتضاء الصراط المستقیم" اور ان کے فتاویٰ میں اس کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، اور بعض مستقل رسائل مثلاً رسالہ القیاس"

[1] یہ "تفسیر ابن تیمیہ" کے نام سے مطبع قیمہ بمبئی میں چھپ چکی ہے۔

منہاج الوصول الی علم الاصول" وغیرہ بھی یادگار ہیں۔

علم کلام

امام ابن تیمیہ کی تصنیفات کا اگر تجزیہ کیا جائے تو شاید علم کلام وعقائد ان کی تحریروں کے پورے نصف حصہ پر مشتمل ہوگا، یا دو ثلث حصوں پر، اس موضوع پر ان کے وہ رسائل جو مختلف مقامات اور شہروں کے نام پر معنون ہیں[1] مثلاً شرح اصبہانیہ، رسالہ حمویہ، تدمریہ، واسطیہ، کیلانیہ، بغدادیہ، ازہریہ وغیرہ وغیرہ اس موضوع پر ان کے اصلی خیالات، قوتِ استدلال، حمیتِ دینی، اور ان کے علم وذہانت کا مظہر ہیں۔

فقہ

ان کے زمانہ میں ہر مذہب کی فقہ اتنی مدوّن ہو چکی تھی کہ اس میں نیا اضافہ بہت مشکل تھا، پھر بھی انھوں نے بکثرت مسائل واحکام پر مجتہدانہ نظر ڈالی ہے، اور کتاب وسنّت، اجماع وقیاس اور اصول فقہ ..... کی روشنی میں استنباط واجتہاد سے کام لیا ہے، فقہ وحدیث میں تطبیق کی کوشش کی، اور فقہی آراء وجزئیات کو صحیح احادیث کے تابع بنانے کی کوشش کی، نئے پیش آنے والے مسائل وحالات اور نئی ضروریات کے لئے استنباط واجتہاد سے کام لیا، جس طرح ہر مذہب کے فقہاء اور قضاۃ ہر عصر میں نئے مسائل پر اجتہاد واستنباط سے کام لیتے رہے تھے، اسی طرح امام ابن تیمیہ نے بھی (جن کے متعلق بعض اہلِ نظر کا خیال ہے کہ ان میں شرائط اجتہاد جمع تھے) ان نئے مسائل پر اجتہاد سے کام لیا، اور اپنے فتاوی اور اختیارات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا، یہ ذخیرہ فتاویٰ ابن تیمیہ کی چار ضخیم جلدوں میں محفوظ ہے، اور نہ صرف فقہی مسائل واحکام کا بلکہ بہت سے علمی مسائل وراصولی

[1] عام طور پر جس شہر سے کوئی استفتاء آتا تھا، اسی شہر پر اس رسالہ کا نام رکھ دیا جاتا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحثوں کا ایک بڑا قیمتی و نادر ذخیرہ ہے۔[1]

امام ابن تیمیہ کا اثر بعد کی صدیوں پر

اس عظیم علمی کارنامہ کے ساتھ جس میں وسعت بھی تھی، اور عمق بھی تھا، اور جس میں نقل و عقل دوش بدوش ہیں، انھوں نے علوم شریعت کی تجدید کی خدمت انجام دی اور فکر اسلامی پر جو جمود و اضمحلال طاری ہونے لگا تھا، اس کو دور کیا نئی علمی راہیں، اور نئے فکری دروازے کھولے، اور تصنیفات و مباحث کا ایسا علمی ذخیرہ چھوڑا جس کے مطالعہ سے ذہن میں وسعت، طبیعت میں جولانی اور فکر میں تحریک و نشاط پیدا ہوتا ہے، اور جس کے اثر سے ہر دور میں اچھے مصنف، بلند خیال مفکر، پرجوش مصلح اور مخلص داعی پیدا ہوتے رہے، اس فکری و اصلاحی تسلسل و حرکت میں جو آٹھویں صدی کے بعد سے نظر آتی ہے، بلاشبہہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا نمایاں حصہ ہے، اور وہ علوم و افکار اسلامیہ کے مجددین کبار میں شمار ہونے کے قابل ہیں، خصوصیت کے ساتھ بارہویں صدی ہجری سے عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں جو اصلاحی و فکری و علمی تحریکیں پیدا ہوئیں، ان کے ماخذوں میں ایک بڑا ماخذ اور محرک امام ابن تیمیہ کی تصنیفات ہیں۔

---

[1] یہ مجموعۂ فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے نام سے شیخ فرج اللہ زکی کردی کے اہتمام سے ۱۳۲۶ھ میں مصر میں چار حصوں میں شائع ہوا ہے، مجموعی صفحات ۱۵۸۶ ہیں، چوتھے حصہ کے اخیر میں الاختیارات العلمیہ کے نام سے کتاب ہے جس میں ان کے اختیارات و ترجیحات کو جمع کر دیا گیا ہے، فتاوی کا پانچواں حصہ عقائد و علم کلام کے مسائل و رسائل سے متعلق ہے، حکومت سعودیہ کی طرف سے "فتاوی ابن تیمیہ" کے نام سے جو مجموعہ شائع ہوا ہے، اور تیس جلدوں پر مشتمل ہے، اس کی حیثیت ایک مستقل کتبخانہ اور دائرۃ المعارف کی ہے۔

فکر اسلامی کا احیاء

عقائد کا ماخذ کتاب و سنت

عقائد و دینی حقائق کا صحیح ماخذ

امام ابن تیمیہ کا ایک مستقل تجدیدی کارنامہ (جو شاید ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ اور ان کا امتیازی کام ہے) یہ ہے کہ انھوں نے فکر اسلامی کا احیاء کیا، اسلام کا دوسرے نظامہائے فکر کے مقابلہ میں امتیاز یہ ہے کہ اس کی بنیاد وحی و نبوت محمدی پر ہے، اس کے عقائد و حقائق قیاس، تجربہ، ظن و تخمین، اور انسانی ذہانت، اور بحث و جدال پر مبنی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ پر مبنی ہیں، پیغمبر نے خدا کی ذات و صفات و افعال، عالم کی ابتداء و انتہاء اور دنیا کے آغاز و انجام، معاد اور اعمال کے خواص و نتائج اور دوسرے مابعد الطبیعیاتی مسائل کے متعلق جن کا دین سے تعلق ہے، جو کچھ اور جتنا کچھ کہہ دیا وہی عقائد ہیں، اور وہی حقائق ہیں، اور وحی و نبوت کے سوا درحقیقت ان کے معلوم کرنے کا پھر ان پر یقین کرنے کا کوئی اور ذریعہ ہی نہیں، اس لئے کہ تمام معلومات اور حقائق کا ذریعہ علم مبادی اولیہ ہی ہوتے ہیں، اور ان حقائق دینیہ و غیبیہ کے مبادی اولیہ ہی کسی کو حاصل نہیں، کسی نئی چیز کے علم کا ذریعہ ہی یہ ہے کہ معلومات کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ مجہول تک رسائی ہو جائے، لیکن جس طرح ہم کو طبعیات و مادیات کے معلومات اولیہ حاصل ہیں، ان غیبی و دینی حقائق کے ابتدائی معلومات و مقدمات حاصل نہیں، اللہ کی ذات و صفات حواس و عقل دونوں سے ماوراء ہیں، اور اس کے بارے میں انسان کو کوئی تجربہ و مشاہدہ حاصل نہیں، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ یہاں قیاس کے لئے کوئی بنیاد ہے "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" اس لئے اس بارہ میں سوائے اس کے کہ انسانوں کے اس گروہ پر اعتماد کیا جائے جس کو اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات وصفات کا علم ویقین خود بخشا ہے اور روشنی وہدایت عطا کی ہے کوئی اور ذریعہ نہیں ہے اور ہمیں اس کے مقابلہ میں انکار وبحث کا کوئی حق نہیں اسی حقیقت کو قرآن مجید میں ایک پیغمبر کی زبان سے اس طرح بیان کیا گیا ہے "قَالَ اَتُحَاجُّوْنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ" (کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں بحث وجدال کرتے ہو، حالانکہ اللہ تعالےٰ مجھے اس بارے میں راستہ پر لگا چکا ہے)۔

فلسفہ کی سعی لاحاصل

یہ ایک ایسی واضح اور روشن حقیقت تھی کہ جس کی موجودگی میں فلسفہ کو ذات وصفاتِ الٰہی کے بارے میں کسی دردسری کی ضرورت نہ تھی لیکن یہ علم انسانی کی تاریخ کا ایک عجیب واقعہ ہے کہ کئی ہزار برس تک فلسفہ نے اس شغل لاحاصل کو جاری رکھا، اور اپنی بہترین ذہانتیں اور قوتیں ایک ایسے موضوع پر صرف کیں جس کے متعلق خود اس کو اعتراف ہے کہ اس کو اس کے مبادی ومقدمات بھی حاصل نہیں تھے اور اس کے بارے میں اس کے پاس یقین حاصل کرنے اور قطعی رائے قائم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا، پھر اس نے اس بارے میں ایسی تدقیق وتفصیل اور ایسی بے تکلفی سے کام لیا جو علمائے لغت واشتقاق کسی لفظ کے بارے میں اور علمائے صرف ونحو تصریف وترکیب میں برتتے ہیں، بلکہ ماہرین علم الکیمیا ادویہ ونباتات کے بارے میں کرتے ہیں، اور مباحث وتفصیلات کا اتنا انبار اکٹھا کر دیا اور ایسی بال کی کھال نکالی کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری بحث کسی ایسی محسوس ومرئی ہستی کے بارے میں ہو رہی ہے، جو بالکل ان کے تصرف اور دسترس میں ہے۔

متکلّمین کا تفلسف

اس سے زیادہ عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ متکلمین اسلام نے جو فلسفہ کے رد کے لئے اور اسلام کی

مدافعت کے لئے کھڑے ہوئے تھے فلسفہ کی انہی اصطلاحات ومفروضات کو تسلیم کر لیا اور خدا کی ذات وصفات کے متعلق ایسے وثوق وتحکم اور تفصیل وتدقیق سے بحث شروع کر دی گویا وہ بھی کسی محسوس ومشاہد ہستی اور کسی طبعی مسئلہ کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، وہ فلسفہ کی تردید کے لئے نکلے تھے لیکن وہ بھی فلسفہ کے مفروضات اور اصطلاحات کے جنگل میں گم ہو گئے، سوال وجواب وبحث ومباحثہ کے جوش میں ان کو یہ خیال نہیں رہا کہ وہ فلسفہ کو اس کی بنیادی غلطی پر سرزنش کریں کہ وہ ایک ایسے مسئلہ وموضوع سے بحث کر رہا ہے، جس کے مبادی ومقدمات اور اس پر بحث کرنے کی استعداد واستحقاق حاصل نہیں اور وہ فلاسفہ سے یہ کہیں کہ تمہارے بحث ونظر کا میدان صرف ریاضیات وطبعیات ہے، تم کو اپنی بحث ونظر کو اسی میدان کے اندر محدود رکھنا چاہئے الٰہیات میں تمہاری مداخلت اپنے حدود سے تجاوز اور "دخل درمعقولات" ہے اور وہ قرآن کے حکیمانہ وبلیغ الفاظ میں فلاسفہ کو مخاطب کر کے کہیں:۔

هٰاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ	سنتے بھی ہو تم جھگڑ چکے ایسی باتوں میں جس کا تم کو
فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ	(تھوڑا بہت) علم تھا پھر اب کیوں جھگڑا کرتے
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	ہو ایسی باتوں میں جس کا تم کو کچھ تو علم نہیں اور
(آل عمران - ٦٦)	اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

قرونِ متاخرہ میں اسلامی فکر کا انحطاط

پچھلی صدیوں میں تو اسلامی فکر کے انحطاط کا یہ عالم تھا کہ خدا کی ہستی، عالم کے حدوث، توحید، معاد، تمام بنیادی عقائد کے ثبوت کے لئے ان ہی دلائل اور ترتیب مقدمات کو اصل قرار دے دیا گیا تھا، جو متکلمین نے ترتیب دیئے تھے، اور جن کی بنیاد فلسفہ پر تھی، محدثین وفقہاء کے ایک چھوٹے سے گروہ کو چھوڑ کر عام طور پر متکلمین ونُظّار عقل کو معیار قرار دیتے تھے اور کتاب وسنت کو عقائد واحکام کا ماخذ بنانے کے بجائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متکلمین کی کتابوں کو عقائد کا ماخذ بناتے تھے، اور فلسفہ کے اعتراضات سے بچنے کے لئے، یا فلسفہ کے بعض ثابت کئے ہوئے اصول کو قائم رکھنے کے لئے اور دین کو ان کے مطابق ثابت کرنے کے لئے وہ آیات واحادیث میں تاویل سے کام لیتے تھے، باوجود فلسفہ کی تردید کے ان پر فلسفہ کا اتنا رعب طاری تھا کہ وہ بجائے فلسفہ کے انکار اور اپنے علم کلام میں تبدیلی کر دینے کے آیات واحادیث کی تفسیر وتشریح میں تاویل وتوجیہ سے کام لیتے، امام ابن تیمیہ اسی ذہنیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"حالت یہ ہے کہ ہر فریق نے اپنے لئے انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی تعلیم کے بارے میں ایک قانون بنا رکھا ہے، جس چیز کو ان کی عقول نے تسلیم کر لیا ہے، اس کو وہ اصل قرار دیتے ہیں جس پر ان کو اعتماد ہے، اور جس کو انبیاء علیہم السلام لائے اس کو تابع قرار دیتے ہیں بس جتنا حصہ ان کے قانون کے مطابق ہوتا ہے اس کو قبول کرتے ہیں اور جو اس کے مخالف ہوتا ہے اس کو قبول نہیں کرتے"[1]

ان متکلمانہ عقائد ومباحث کو اصل ومعیار قرار دینے کے بعد اور یہ سمجھ لینے کے بعد کہ ان مباحث میں بڑے بلند اور عمیق علوم اور بڑے حکم ومعارف ہیں ایک کشمکش یہ پیش آتی تھی کہ اگر یہ اعلیٰ علوم ومعارف ہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام کا کلام ان سے کیوں خالی ہے اور ان کے یہاں یہ تفصیلات وتدقیقات کیوں نہیں ہیں؟ جو لوگ فلسفہ اور علم کلام پر پورا ایمان رکھتے تھے، اور ان کا دماغ اس سے پورے طور پر مرعوب ومسحور تھا، وہ کبھی صاف صاف اور کبھی دبی زبان سے یہ کہہ دیتے کہ وہ زمانہ ابتدائی زمانہ تھا، اس زمانہ کے لوگ سیدھے سادھے لوگ تھے، ان کو ان حقائق اور ان گہرے علوم کی خبر نہیں تھی، جو لوگ فلسفہ کی عظمت کے بھی قائل تھے، اور صحابۂ کرام کی عظمت کے بھی معترف تھے، وہ ایک تحیر اور کشمکش کی حالت میں تھے، اور ان سے اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں بن پڑتا تھا، امام ابن تیمیہ ان مختلف گروہوں کی ذہنی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ علم کلام کی یہ بحثیں اصول دین پر مشتمل ہیں اور ان کے اندر علوم کلیہ،

[1] بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول حصۂ اول ص۳

معارفِ الٰہیہ، حقیقی حکمت اور بنیادی فلسفہ ہے، ان میں سے بہت سے لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اصولِ دین سے واقف نہیں تھے جنھوں نے بہت رعایت کی، انھوں نے یہ کہا کہ آپ واقف تو تھے لیکن آپ نے ان اصول کو بیان نہیں کیا جن کے دل میں نبیؐ کا احترام ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ وتابعین ان اصول سے واقف نہیں تھے، جن کے دلوں میں صحابہؓ وتابعین کی بھی عظمت ہے، اور ان متکلمین وفلاسفہ کے اقوال کی بھی، وہ ایک تحیر وکشمکش کی حالت میں ہیں، اور ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں کہ ان بزرگواروں نے ان امور ومسائل میں کیوں کلام نہیں کیا، جو افضل العلوم ہیں، اور جو رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھتے ہیں، اور آپ کی عظمت بھی ان کے دل میں ہے، ان کو یہ بڑا اشکال معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دین کے ان اصولی مسائل کی تشریح وتفصیل کیوں نہیں فرمائی، حالانکہ دوسرے مسائل کے مقابلہ میں لوگوں کو ان کی ضرورت زیادہ ہے"[1]

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ فلسفہ وعلم کلام کے ان پرستاروں نے اللہ اور اس کے رسول کے قول کو مجمل قرار دیا جس سے کوئی علم وہدایت حاصل نہیں ہو سکتی، اور اپنے متشابہ کلام کو محکم، اور اللہ اور اس کے رسول کے محکم کلام کو متشابہ قرار دیا[2]۔

عقل کی تعظیم وتقدیس میں مبالغہ

فلاسفہ اور متکلمین دونوں نے مل کر صدیوں عقل کا ایسا آوازہ بلند کیا اور ذات وصفات کے مسائل میں اس کو اس طرح حکم ومیزان قرار دیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان مسائل میں اسی طرح فیصلہ کرنے کی مجاز ہے جیسے محسوسات میں ہمارے حواس خمسہ اور عملیات میں تجربہ واستقراء، اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ تھا کہ عقل شریعت کے ثبوت کے لئے خواہ شرعیات ہوں، خواہ فقہیات، بنیاد بن گئی، اسلام کی ان چھ صدیوں میں کسی مفکر اور عالم نے عقل کی اس غیر محدود فرمانروائی کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی جرأت نہیں کی، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فلسفہ کے حصۂ الٰہیات کے

[1] بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول حصۂ اول ص۱۳ [2] ایضاً ص۱۶۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف قلم اٹھایا، اور اس کو اپنے طنز و تحقیر کا نشانہ بنایا، لیکن عقل کی اس مطلق العنان سلطنت اور اس کے دخل در معقولات کے خلاف انھوں نے بھی کوئی مؤثر آواز بلند نہیں کی، امام ابن تیمیہ (ہمارے علم میں) پہلے شخص ہیں، جنھوں نے اس صورتِ حال کے خلاف بلند آہنگی کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی اور پوری جرأت کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ عقائد و حقائق کا اصل ماخذ وحی و نبوت اور کتاب و سنت ہے عقل ان کی مؤید اور مصدق تو ہے لیکن ان کے ثبوت کی بنیاد نہیں وہ ایک جگہ صاف لکھتے ہیں:۔

ان العقل لیس اصلاً لثبوتِ الشرع فی	عقل فی نفسہٖ شریعت کے ثبوت کے لئے اصل کی حیثیت نہیں
نفسہ ولا معطیا لہ صفۃ لم تکن لہ ولا	رکھتی، اور نہ اس کو کوئی ایسی صفت بخشتی ہے، جو اس کو
مفیدا لہ صفۃ کمال[1]	پہلے سے حاصل نہ تھی اور نہ اس کو کمال کی صفت عطا کرتی ہے

عقل کا منصب و مقام

ان کا کہنا یہ ہے کہ عقل صرف معرّف و رہنما ہے، اس کا کام یہ ہے کہ رسول کی صداقت و عصمت کے اقرار و اعتراف تک پہنچا دے، پھر سبکدوش ہوجائے عقل یہ ثابت کردیتی ہے کہ رسول جو کچھ اطلاع دے اس کی تصدیق اور جو کچھ حکم دے اس میں اس کی اطاعت واجب ہے، وہ رسول کی صداقت پر عمومی اور مطلق حیثیت سے دلالت کرتی ہے، ان کے نزدیک اس کی حیثیت بالکل ایسی ہے، جیسے کوئی عامی شخص کسی ناواقف کو شہر کے مفتی کے پاس پہنچا دے، اور بتلا دے کہ یہ عالم و مفتی ہے پھر اگر اس عامی رہنما اور اس مفتی کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو مستفتی کا بھی فرض ہوگا کہ وہ مفتی کے قول کو ترجیح دے اور اس عامی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہوگا کہ میں نے ہی تو رہنمائی کی ہے، اگر میں رہنمائی نہ کرتا تو تم کو اس مفتی تک رسائی کیسے ہوتی؟[2] وہ لکھتے ہیں کہ رسالت کے علم کے بعد عقل کا کام ہے کہ وہ رسول پر اعتماد اور اس کی اطاعت کرے جس طرح ہر فن میں صاحبِ فن کی تقلید کی جاتی ہے،

[1] بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ اول ص ۸۶ [2] ایضاً ص ۷

اور بے چون و چرا اس کے مشورہ پر عمل کیا جاتا ہے، اور اس کے قول کو قولِ فیصل سمجھا جاتا ہے، اسی طرح سے امورِ غیبیہ احکام و شرائع اور مابعد الطبیعات میں رسول سند کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان کا قول قولِ فیصل ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"جب کسی شخص کو عقل سے یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں شخص رسول ہے اور اس کے نزدیک یہ ثابت ہوجائے کہ اس نے کسی چیز کی خبر دی ہے، اور اس کی عقل اس میں کوئی اشکال پیش کرے تو اس کی عقل ہی کا یہ تقاضا ہے کہ وہ یہ مختلف فیہ چیز ایسی ہستی پر محوّل کرے، جو اس کے مقابلہ میں اس کا زیادہ علم رکھتی ہے، اور اپنی رائے کو اس کے قول پر مقدم نہ رکھے، اور یہ سمجھے کہ اس کی عقل اس کے مقابلہ میں قاصر اور ضعیف ہے، اور اس ہستی کو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے اسماء و صفات کا اور یوم آخرت کا علم زیادہ ہے، جو فرق اس عامی شخص اور ایک پیغمبر میں ہے، وہ فرق اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے جو عوام اور علمائے طب میں ہے، پس جب وہ اپنی عقل کے بموجب ایک یہودی طبیب کی بھی اطاعت کرتا ہے، اور غذا، شربت، ضماد (لیپ) اور مسہلات وغیرہ کی جو مقدار اور ترکیب تجویز کر دیتا ہے تو باوجود تکلیف اور مشقت کے وہ اس کی تعمیل کرتا ہے محض یہ سمجھ کر کہ یہ طبیب اپنے فن کا مجھ سے زیادہ واقف ہے اگر میں اس پر اعتماد کروں گا اور اس کے مشورہ کی تعمیل کروں گا تو صحت کی امید ہے، باوجود اس کے کہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اطباء سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں، اور بہت سے لوگوں کو طبیبوں کی تجویز اور معالجے سے صحت بھی نہیں ہوتی، بلکہ بعض اوقات یہی علاج موت کا سبب بن جاتا ہے، اس کے باوجود وہ اس کا قول قبول کرتا ہے، اور اس کی تقلید کرتا ہے، خواہ اس کا گمان اور اجتہاد طبیب کی تجویز کے مخالف ہو، اس سے سمجھنا چاہئے کہ پیغمبروں کے مقابلہ میں مخلوق کی حیثیت کیا ہے، پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ خدا کے پیغمبر صادق القول ہوتے ہیں، اور ان کو بھی صحیح اطلاع دی جاتی ہے، یہ ممکن نہیں کہ ان کی اطلاع خلاف واقعہ ہو اور جو لوگ محض اپنی عقل کی بنا پر ان کے اقوال کا مقابلہ کرتے ہیں، ان کی جہالت اور ضلالت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔"[1]

[1] بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ اول ص ۸۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول پر بلا شرط ایمان ضروری ہے

جو لوگ عقلیات اور فلسفہ سے متاثر تھے ان کی ذہنی ساخت کچھ ایسی ہو گئی تھی کہ شریعت کی جو بات عقل اور اصولِ فلسفہ کے مطابق ہوتی اس کو ان کا ذہن قبول کرتا اور جو ان کے اِن اصول و مسلمات کے خلاف ہوتی اس کے قبول کرنے سے ان کا ذہن قاصر رہتا، اور اس میں ہزاروں الجھنیں محسوس کرتے ان میں سے جو لوگ بیباک اور جری ہوتے، وہ صاف انکار کر دیتے اور کہتے کہ شریعت کا مطابقِ عقل ہونا ضروری ہے یہ بات چونکہ عقل کے خلاف ہے، اس لئے قابلِ قبول نہیں جو لوگ اس درجہ جری نہ ہوتے وہ اس کی توجیہ کرتے اور بعید سے بعید تاویل سے ان کو باک نہ ہوتا، امام ابن تیمیہ نے جا بجا یہ ثابت کیا ہے کہ رسول پر بلا شرط ایمان ضروری ہے اور رسول کی صحیح حیثیت و منصب یہی ہے کہ اس پر غیر مشروط طریقہ پر ایمان لایا جائے اور در حقیقت اسی کا نام ایمان ہے مشروط تصدیق کا نام شریعت کی اصطلاح میں ایمان ہی نہیں ہے، وہ لکھتے ہیں :۔

ففی الجملة لایکون الرجل مؤمنا حتی	خلاصہ یہ ہے کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا
یؤمن بالرسول ایمانا جازما لیس مشروطا	جب تک کہ رسول پر ایسا قطعی ایمان نہ لائے جس کے ساتھ کسی
بعدم معارض فمتی قال أومن بخبرہ الا	معارض کے نہ ہونے کی بھی شرط نہ ہو جب وہ شخص یہ کہے گا کہ
ان یظهر له معارض یدفع خبرہ لم یکن	میں رسول کی اطلاع پر اس وقت تک کے لئے ایمان لاتا ہوں
مؤمنا به فهذا اصل عظیم تجب معرفته[1]	جب تک کہ کوئی ایسا معارض ظاہر نہ ہو جو اس کی اطلاع
	کی تردید کر دے تو وہ شخص مومن نہیں ہو گا یہ ایک بہت
	بڑا اصول ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

[1] بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول جصہ اول ص۱۰۱

"دین اسلام سے یہ بات قطعی اور بدیہی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ مخلوق پر رسول کی ایسی تصدیق و ایمان واجب ہے جو قطعی اور عمومی ہو جس میں کوئی شرط اور قید نہ ہو اور یہ کہ اس کی ہر اطلاع کی تصدیق کی جائے اور اس کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے اس کے خلاف جو بات بھی ہو گی وہ باطل ہو گی، جو شخص رسول کی اس بات کی تو تصدیق کرتا ہے جس کو اس کی عقل قبول کرتی ہے اور اس کی اس اطلاع کو رد کر دیتا ہے جو اس کی رائے اور عقل کے خلاف ہوتی ہے اور رسول کی اطلاعات پر اپنی عقل کو مقدم رکھتا ہے اور یہ بھی کہے جاتا ہے کہ میں رسول کو سچا جانتا ہوں تو وہ متناقض باتیں کرتا ہے اور فاسد العقل اور ملحد ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ میں اس وقت تک رسول کی اطلاع کی تصدیق نہ کروں گا جب تک کہ میں اس کو اپنی عقل سے سمجھ نہ لوں تو اس کا کفر کھلا ہوا ہے[1]۔"

عقل کے ہوائی قلعے

امام ابن تیمیہ اس کے بعد مدعیانِ عقل کے اس دعوی کا بھی جائزہ لیتے ہیں کہ عقل و نقل میں اکثر تعارض و تضاد ہوتا ہے اور پیغمبروں نے جن چیزوں کو عقائد و حقائق کے طور پر پیش کیا ہے، وہ بعض اوقات صریح عقل و ہدایت کے خلاف ہوتے ہیں اور ان حقائق و مسلّمات سے متصادم ہوتے ہیں جو ہزاروں برس کے غور و فکر کا نتیجہ اور فلسفہ کی بنیاد ہیں، وہ ثابت کرتے ہیں کہ جن عقلیات کو پیغمبروں کی اطلاعات اور کتاب و سنت کے نصوص کا معارض بتایا جاتا ہے وہ اکثر محض توہمات ہیں، اور غور کرنے کے بعد عقل کے ہوائی قلعے ثابت ہوتے ہیں، اگر ان کی علمی تنقید اور احتساب کیا جائے اور ان کو قریب سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ محض لفاظی اور ہوا بندی تھی ان کی کوئی علمی بنیاد نہیں، وہ لکھتے ہیں :۔

"بہت سے وہ عقلیات جن کا یہ مدعیانِ عقل دعوی کرتے ہیں اور ان کو نصوص کا مخالف بتلاتے ہیں تنقید اور امتحان کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ ان میں کوئی حقیقت نہیں تھی یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بچوں کو یا بچوں کی طرح ناواقف آدمی کو خالی سوکھی ہوئی مشکیں ہلا ہلا کر اور بجا بجا کر ڈرائے، جب کبھی معقولات پر پورا غور

[1] بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول جصہ اول ص۱۰۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جاتا ہے اور ان پر گہری نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود رسول کی اطلاعات کی صداقت کے لئے دلائل و براہین کا کام دیتی ہیں اور یہ کہ اس کی اطلاعات سے جو کچھ لازم آتا ہے، وہ سب صحیح ہے، اور جس شخص نے اس کی نفی کی ہے، وہ محض حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر اور ظاہری اور باطنی طور پر مرعوب ہو کر بالکل جیسے کوئی شخص معبودانِ باطل سے ڈر جائے اور سمجھے کہ وہ اس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں یا کوئی شخص اپنے ضعفِ ایمان کی وجہ سے دشمنِ اسلام سے جو خود کمزور ہو، ہراساں زدہ اور سراسیمہ ہو جائے۔"[1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"یہ لوگ جو فلسفہ کے مہیب و پرشکوہ الفاظ سے ان کی حقیقت کے جانے بغیر مرعوب ہو گئے ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی نامرد دشمن سے محض ان کا لباس اور پوشاک دیکھ کر مرعوب ہو جائے اور اس کو ان کی حقیقت حال دریافت کرنے کی نوبت نہ آئے لیکن جو شخص ان کی حقیقت دریافت کرے گا وہ دیکھے گا کہ وہ خود انتہائی ضعیف و عاجز ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ	ہم جلد ہی ڈال دیں گے کافروں کے دلوں میں ہیبت
بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا[2]	کیونکہ انھوں نے شریک جانا اللہ کا جن کی اللہ نے کوئی
(آل عمران - ۱۵۱)	سند نہیں اتاری۔

اہلِ دانش کی بے دانشی

وہ کہتے ہیں کہ ان اقوال و تدقیقات پر غور کیا جائے جن پر ان کو بڑا ناز ہے اور جن کو انھوں نے الٰہیات کا نام دیا ہے، اور جن کو ان کے پیرو انبیاء علیہم السلام کے کلام کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں، نظر انصاف سے دیکھا جائے کیا اس میں اور دیوانوں کی بے سروپا باتوں میں کچھ فرق معلوم ہوتا ہے:۔

[1] بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول حصہ چہارم ص۱۵۳ [2] ایضاً ص۱۵۴

"صاحبِ عقل ان لوگوں کے کلام کو غور سے دیکھے جو بڑی مہارت اور تحقیق کے مدعی ہیں اور اپنی عقل و دانش سے انبیاء علیہم السلام کے کلام کو رد کرتے ہیں فلسفہ کی چوٹی پر پہونچ کر اور عقل و حکمت کے بلند ترین مقام سے ایسی باتیں کہتے ہیں، جو دیوانوں کی باتوں سے بالکل ملتی جلتی ہیں، جو صحیح و حق بات بداہتہً ثابت ہے اس کو رد کرتے ہیں اور جو بے بنیاد اور بے اصل بات جس کا ابطلان بالکل بدیہی اور ظاہر ہے اس کو اپنے تلبیس آمیز کلام سے مقبول بناتے ہیں۔"[1]

صریح عقل اور صحیح نقل میں کبھی تعارض نہیں ہوتا

لیکن امام ابن تیمیہ عقل کا پورا احترام کرتے ہیں، ان کے نزدیک قرآن مجید میں جا بجا عقل سے کام لینے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کی گئی ہے، ان کے نزدیک صحیح عقل اور صحیح نقل میں کبھی تعارض نہیں ہو سکتا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے وسیع مطالعہ و طویل غور و فکر میں کبھی عقل و نقل میں تعارض و تضاد نہیں دیکھا، لیکن شرط یہ ہے کہ عقل سلیم ہو اور نقل صحیح و محفوظ ہو اس موضوع پر انھوں نے ایک مستقل ضخیم کتاب "بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول" تصنیف کی ہے[2] جس میں انھوں نے مفصل و مدلل طریقہ پر ثابت کیا ہے کہ معقول و منقول میں پوری موافقت ہے اور جو باتیں وحی و نبوت کتاب و سنت سے ثابت ہو چکی ہیں صحیح و کامل عقل ان سب کی تصدیق کرتی ہے عقل ہمیشہ ان نصوص منقولات کی تائید و تصدیق کرتی رہی اور جب بالغ نظری اور دقتِ نظر سے کام لیا جائے گا، عقل کو ان منقولات کی تائید و تصدیق ہی میں دیکھا جائے گا، وہ لکھتے ہیں:۔

"صحیح و واضح عقلی دلائل جن میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ یقینی فطری علوم سب کے سب انبیاء علیہم السلام کی اطلاعات کے موافق ہیں، مخالف نہیں اور صحیح عقلی دلائل تمام تر نقل و روایت (سمع) کے مطابق ہیں، ذرا بھی اس کے خلاف نہیں، الحمد للہ میں نے مختلف فرقوں کا کلام اور ان کے مسائل پر غور کیا ہے اور اسی بات کو صحیح پایا ہے۔"[3]

[1] ایضاً حصہ سوم ص۲۴۲ [2] یہ کتاب "منہاج السنہ" کے حاشیہ پر چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ [3] حصہ اول ص۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

"منقول صحیح کا کبھی معقول صریح معارض نہیں ہوتا، میں نے اختلافی مسائل میں بھی اس اصول کی تحقیق کی اور میں نے یہی دیکھا کہ صحیح و صریح نصوص کے خلاف جو کچھ بھی پیش کیا جاتا ہے، وہ محض فاسد شبہات ہوتے ہیں جن کا بطلان عقل سے ثابت ہوتا ہے بلکہ عقل سے ان شبہات کے بالکل خلاف اور شرع کے بالکل موافق ثابت ہوتا ہے، میں نے بڑے بڑے اصولی مسائل توحید و صفات، مسائل قدر و نبوات وغیرہ کو بھی اس نظر سے دیکھا اور یہی پایا کہ جو صراحۃً عقل سے ثابت ہوتا ہے کبھی سمعیات و منقولات ان کے مخالف نہیں ہوتے، بلکہ وہ نقل و روایت جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ صریح عقل کے خلاف ہے، تحقیق سے یا تو موضوع حدیث ثابت ہوتی ہے، یا اس کی روایت ضعیف ہوتی ہے، اس لئے وہ دلیل بنانے کے قابل نہیں ہوتی ہم جانتے ہیں کہ پیغمبر اُن چیزوں کی اطلاع نہیں دیتے، جو عقلاً محالات میں سے ہیں، بلکہ ان چیزوں کی اطلاع دیتے ہیں جن میں عقل حیران و سرگشتہ ہوتی ہے، وہ اس چیز کی اطلاع نہیں دیتے جس کی عقل نفی کرتی ہے، بلکہ اس چیز کی اطلاع دیتے ہیں جس کی حقیقت سمجھنے سے عقل عاجز رہتی ہے"[1]

وہ دعویٰ سے کہتے ہیں (اور ان کا دعویٰ بڑا وزن رکھتا ہے) کہ ایک حدیث یا نقل بھی عقل کے مخالف نہیں، اور اگر ایسی کوئی حدیث ہے تو وہ اہلِ فن کے نزدیک ضعیف یا موضوع ہے۔

قرآن میں بہترین عقلی دلائل ہیں

ان کو متکلمین و فلاسفہ کے اس دعویٰ کے تسلیم کرنے سے انکار ہے کہ قرآن مجید ایک ایسا صحیفہ ہے، جس کی بنیاد محض نقلیات و سمعیات پر ہے، انھوں نے جا بجا ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید میں بہترین عقلی دلائل ہیں، اور دلائل ایسے محکم، مدلّل اور واضح الثبوت ہیں جن کو فلاسفہ اور متکلمین کے دلائل جو بحث و تنقید کے بعد تارِ عنکبوت ثابت ہوتے ہیں، پہنچ نہیں سکتے، وہ فرماتے ہیں :۔

[1] حصہ اول ص ۸۳

"اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے عقلی دلائل بیان فرمائے ہیں، جن کی اس علم میں ضرورت ہے، اور یہ فلاسفہ و متکلمین ان کا پورا اندازہ بھی نہیں کر سکتے، یہ جن دلائل و نتائج کو پیش کرتے ہیں، قرآن مجید نے ان کا خلاصہ بہترین طریقہ پر پیش کر دیا ہے"[1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اثبات صانع اور اس کی صفات و افعال کی معرفت کے سلسلہ میں دنیا کے سامنے جو کچھ پیش کیا وہ صریح عقل کے مطابق ہے، اور عقلاء کی بڑی سے بڑی عقلی بلند پروازیوں سے بلند ہے، ان اگلے پچھلے فلاسفہ و متکلمین کو جن دلائل پر برابر ناز ہے وہ قرآن مجید میں کہیں ضمناً آجاتے ہیں، لیکن یہ فلاسفہ حق و باطل کی تلبیس کے عادی ہیں، اس لئے اس کو سیدھے سیدھے طریقہ پر بیان نہیں کرتے"[2]

رسول کی تعلیم میں التباس نہیں

فلاسفہ و متکلمین اور ان کے ہمنواؤں کے گروہ میں بہت سے لوگ اس بات کے قائل تھے کہ رسول نے ذات و صفات کے بارے میں پوری تفصیل و تشریح سے کام نہیں لیا، بلکہ ان چیزوں کو مجمل و مبہم طریقہ پر بیان کیا گیا ہے، قرآن مجید کا بہت سا حصہ شرح کا محتاج ہے، اور خدا نے پچھلے دور میں متکلمین کو یہ توفیق دی کہ وہ اس کی شرح و تفصیل کریں اور عقائد و حقائق دینی کو مفصل و مدلل طریقہ پر امت کے سامنے پیش کریں، وہ کہتے ہیں کہ رسول کو بلاغِ مبین کا حکم تھا، آپ نے ہر اس چیز کی تفصیل و تشریح کی جس کی تفصیل و تشریح دین کے لئے ضروری تھی، عقائد و اصول دین کی بنیادیں اور خدا کی ذات و صفات جس کے بغیر معرفت اور انسان کی سعادت و نجات ممکن نہیں، کیسے مجمل و مبہم چھوڑے جا سکتے تھے، جس کتاب کے سمجھنے اور سمجھ کر پڑھنے اور اس پر غور و تدبّر کی جا بجا دعوت دی گئی ہے، وہ اس اجمال و ابہام کی حالت میں کیسے چھوڑی جا سکتی تھی، وہ لکھتے ہیں :۔

"رسول نے تبلیغ کا حق ادا کیا، اور مکمل و واضح طریقہ پر خدا کی بات پہنچائی، اور اس کے مراد و منشاء

[1] حصہ اول ص ۱۴۰ [2] حصہ سوم ص ۶۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو واضح کیا، قرآن و حدیث میں اگر کوئی لفظ ایسا ہے جس کے ظاہری معنی نہیں لئے جا سکتے تو یہ ضروری بات ہے کہ رسول نے دوسرے لفظوں سے اس کے معنی و مراد کی تعیین کی، یہ ممکن نہیں کہ آپ ایسے لفظ بولیں جس کا ظاہری مفہوم و مدلول باطل ہو، اور آپ اس کی صحیح مراد بیان نہ کریں، اور یہ بات بھی کسی طرح عقل میں نہیں آتی کہ آپ لوگوں سے کلام کے اس مطلب کے سمجھنے کا مطالبہ کریں جس کی آپنے ان سے تشریح نہ کی ہو، اور جس کی رہنمائی نہ فرمائی ہو محض اس وجہ سے کہ لوگ اس کو اپنی عقل سے سمجھ سکتے ہیں، یہ حقیقت میں اس رسول پر بہت بڑا اعتراض ہے، جس نے خدا کی بات لے کم و کاست پہنچائی۔"[1]

دوسری جگہ لکھتے ہیں :۔

"اللہ تعالےٰ نے رسول کو بلاغ مبین کا حکم دیا، اور آپ سے بڑھ کر اپنے رب کا کوئی فرمانبردار اور تابعدار نہیں تھا، تو ضروری بات ہے کہ آپنے یہ بلاغ مبین پہونچایا، اس بلاغ مبین کے ساتھ آپ کے بیان میں التباس و تلبیس نہیں ہو سکتی، باقی جن آیات کے متعلق قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ متشابہات ہیں جن کی تاویل اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا تو یہاں تاویل سے مراد تفسیر نہیں بلکہ ان کی حقیقت ان کے وقوع کی شکل اور ان کا مآل ہے۔"[2]

امام ابن تیمیہ کی دعوت اور ان کا کارنامہ

غرض یہ کہ امام ابن تیمیہ نے اس بات پر پورا زور دیا ہے کہ عقائد کا ماخذ وحی و نبوت اور کتاب و سنت کو بنایا جائے اور انہی کے نصوص کو اس بارے میں معیار کا درجہ دیا جائے، انھوں نے ساری عمر اس کی دعوت دی اور مشکل سے ان کی کوئی تصنیف اس سے خالی نظر آئے گی، اس طرح انھوں نے فکر اسلامی کو طاقت و تازگی بخشی، جو فلسفہ و علم کلام اور عجمی روح سے بہت کچھ مجروح و مضمحل ہو گئی تھی۔

---

[1] حصہ سوم ص۱ [2] حصہ اول ص۱۶۱ امام ابن تیمیہ نے اپنی مختلف تصنیفات میں تفصیل کے ساتھ اس بات کو ثابت کیا ہے کہ تاویل کے تین معنی ہیں، ایک اصطلاح قرآنی جس سے مراد حقیقت و مآل ہے، ایک اصطلاح متقدمین جس سے مراد تفسیر ہے، اور ایک اصطلاح متاخرین و متکلمین جس سے مراد کسی لفظ کے وہ معنی مراد لینا جو ظاہری طور پر نہ نکلتے ہوں کسی خاص وجہ سے۔

فقہیات کا ماخذ کتاب و سنت

دورِ تقلید سے پہلے

"تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری سے پیشتر کسی ایک امام یا کسی ایک مذہب (فقہی) کی تقلید کا رواج نہیں ہوا تھا، لوگ کسی ایک عالم کی تقلید یا کسی ایک مذہب کی تعیین اور التزام کے بغیر عمل کرتے تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ وہ شریعت پر عمل کر رہے ہیں، اور براہِ راست رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر رہے ہیں، اسی طرح سے ضرورت کے وقت کسی معتبر عالم سے مسئلہ دریافت کر لیتے تھے، اور عمل کرتے تھے، چوتھی صدی میں بھی کسی ایک مذہب کی تقلید خالص اور اس کے اصول و طریق پر فقہ حاصل کرنے اور فتویٰ دینے کا دستور عام نہیں تھا، شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں :۔

"چوتھی صدی میں بھی امت کے دو طبقوں کا معاملہ الگ الگ تھا، عوام ان مسائل میں جو اجماعی ہیں، اور جن میں مسلمانوں کے درمیان یا جمہور مجتہدین میں کوئی اختلاف نہیں، صاحب شرع (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہی کی تقلید کرتے تھے، وہ وضو، غسل اور نماز و زکوٰۃ کا طریقہ اپنے والدین یا اپنے شہر کے اساتذہ و مربیوں سے سیکھ کر اسی کے مطابق چلتے رہتے تھے، اگر کوئی غیر معمولی صورتِ حال پیش آتی تو اس کے بارے میں کسی مفتی سے جو ان کو میسر آتا، استفتاء کرتے تھے، اس میں کسی مذہب کی شرط نہ تھی۔

خواص میں سے جن کا اشتغال حدیث نبوی سے تھا، ان کو صحیح احادیث اور آثار صحابہ کی موجودگی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسی اور چیز کی ضرورت نہ تھی، کوئی مشہور صحیح حدیث جس پر بعض فقہاء نے عمل کیا ہے، اور جس پر عمل نہ کرنے کا کسی کے پاس کوئی عذر نہیں، یا جمہور صحابہ و تابعین کے اقوال جو ایک دوسرے کے مؤید ہوتے تھے، ان کے لئے کافی تھے، اگر مسئلہ میں ان کو کوئی ایسی چیز نہ ملتی جس سے قلب مطمئن ہوتا، اس وجہ سے کہ روایات متعارض ہیں یا ترجیح کی وجہ ظاہر نہیں ہے یا اسی طرح کا کوئی اور اشکال پیش آتا تو فقہائے متقدمین میں سے کسی کے کلام کی طرف رجوع کر لیتے، اگر اس مسئلہ میں دو قول ملتے تو ان میں جو زیادہ قابلِ اعتماد ہوتا، اس کو اختیار کرتے، خواہ وہ اہلِ مدینہ کا قول ہو یا اہلِ کوفہ کا۔

جو ان میں سے اہلِ تخریج ہوتے، وہ ایسے مسئلہ میں جس میں کوئی صراحت نہ پاتے تخریج اور اجتہاد فی المذہب سے کام لیتے اور ان اہلِ تخریج کی ان مذاہب کی طرف نسبت کی جاتی (جس میں وہ تخریج سے کام لیتے) اور کسی کو شافعی اور کسی کو حنفی کہا جاتا، خود محدثین میں سے جس کا کسی مذہب کی طرف زیادہ میلان ہوتا، اور وہ اکثر مسائل میں اس سے اتفاق کرتا، ان مذاہب کی طرف نسبت کی جاتی چنانچہ نسائی اور بیہقی کو شافعی کہا جاتا ہے، اس وقت قضا و افتاء کے منصب پر انہی لوگوں کا تقرر ہوتا جو مجتہد ہوتے، اور فقیہ اس کو کہا جاتا جو اجتہاد کی قابلیت رکھتا تھا۔[1]

تقلید کی ابتداء اور اس کے اسباب

چوتھی صدی کے بعد سے کچھ تو علماء کے اختلافات اور بحث و مناظرہ کی وجہ سے کچھ ان کے دینی و اخلاقی معیار کے پست ہو جانے کی وجہ سے کچھ علمی انحطاط اور پست ہمتی اور کم محنتی کی وجہ سے اس کی ضرورت پیش آئی اور اسی میں عافیت و حفاظت سمجھی گئی کہ پیشرو ائمہ مجتہدین اور مذاہب مدونہ کی تقلید اختیار کر لی جائے، اور معاصرین کے بجائے متقدمین کے فتوی پر عمل کیا جائے لیکن عرصہ تک اس میں وہ تعیین والتزام اور تقلید شخصی کی

[1] حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول صـ ۱۲۳ باب حکایت حال الناس قبل المأیۃ الرابعۃ وبعدہا۔

وہ پابندی نہیں پیدا ہوئی تھی، جو بعد کی صدیوں میں نظر آتی ہے، رفتہ رفتہ تعیین والتزام اور تقلید شخصی کو اختیار کیا گیا، لیکن اس کی حیثیت بھی تشریعی نہیں، بلکہ انتظامی تھی، انتشار اور اتباع ہوی سے بچانے کے لئے نیز علمی سہولت کی بنا پر ایک مذہب کی تقلید عملاً رائج ہو گئی، اور ایسا ہونا ایک قدرتی امر اور واقعات کے عین مطابق تھا خصوصاً تاتاری یورش کے بعد عالم اسلام پر جو عالمگیر فکری انحطاط اور علمی زوال طاری ہوا، اور ایسی بلند شخصیتوں کا عام فقدان ہوا، جو اجتہاد کی صلاحیت رکھتی ہوں، اور فرقوں اور فتنوں کی گرم بازاری ہوئی تو اسی میں عافیت سمجھی گئی کہ جن مذاہب کا کتاب و سنت کے مطابق ہونا ثابت ہے، اور جو بحث و مباحثہ کے منازل طے کر چکے ہیں اور ان کی تدوین مکمل ہو چکی ہے، ان پر عمل کیا جائے، یہ خصوصیات مذاہبِ اربعہ میں پورے طور پر پائی جاتی تھیں اس لئے عام طور پر انہی کو اختیار کیا گیا۔

تقلید کی حیثیت

لیکن اس تقلید کی حیثیت بھی صرف یہ تھی کہ تقلید کرنے والا اس امام یا مذہب معین کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا تھا کہ وہ دراصل کتاب و سنت پر عمل کر رہا ہے، اور صاحبِ شریعت (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کر رہا ہے، امام اس کے اور پیغمبر کے درمیان اسی طرح واسطہ ہے جیسے کوئی معاصر استاد اس کی حیثیت محض ترجمان یا شارح کی ہے مطاع یا شارع کی نہیں، شاہ ولی اللہ صاحب کے الفاظ ہیں:۔

لا یدین الا بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم	وہ مقلد صرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کا پابند
ولا یعتقد حلالا الا ما احلہ اللہ ورسولہ	ہے حلال اسی کو سمجھتا ہے جس کو اللہ و رسول حلال کہیں
ولا حراما الا ما حرمہ اللہ ورسولہ لکن	اور حرام اسی کو مانتا ہے جس کو اللہ و رسول حرام فرمائیں لیکن
لما لم یکن لہ علم بما قالہ النبی صلی اللہ علیہ	چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کا اس کو براہ راست
وسلم ولا بطریق الجمع بین المختلفات من	علم نہیں اور آپ سے جو مختلف حدیثیں روایت کی جاتی ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كلامه ولا بطريق الاستنباط من كلامه اتبع عالمًا راشدًا على انّه مصيب فى ما يقول ويفتى ظاهرًا متبع سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فان خالف ما يظنه اقلع من ساعته من غير جدال ولا اصرار۔[1]

ان میں تطبیق کی اس کو لیاقت نہیں اور نہ آپ کے کلام سے مسئلہ ثابت کرنے کا اس کو ملکہ ہے اس لئے اس نے ایک راشد عالم کی اس بنا پر پیروی کی ہے کہ وہ ظاہری طور پر صحیح فتوی دے رہا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت کا پیرو ہے، اگر اس کے اس گمان کے خلاف نکلے گا تو وہ اسی وقت بغیر کسی بحث واصرار کے اس فتوی اور مذہب کی پیروی سے ہٹ جائے گا (اور حدیث پر عمل کرے گا.)

ظاہر ہے کہ اس طرح کی تقلید پر (جو محض سنت کی پیروی کی ایک عملی شکل ہے) کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا ایسے عامی آدمی کو اجتہاد یا استنباط مسائل کا مکلّف قرار دینا تکلیف مالا یطاق، اور بداہت کا انکار ہے، اس طرح کی تقلید یا کسی غیر معین یا معین فقیہ یا مجتہد کی طرف رجوع کا دستور ہر زمانہ میں رہا ہے، یہ رجوع خواہ احیاناً ہو خواہ دائمی، قابلِ اعتراض نہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :۔

"استفتاء اور افتاء کا دستور مسلمانوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے چلا آ رہا ہے، اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا کہ کوئی شخص کسی معین شخص سے ہمیشہ استفتاء کرے، یا کبھی ایک سے کرے اور کبھی دوسرے سے کرے ایسی حالت میں کہ اس کے خیال میں وہی بات ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے (یعنی یہ کہ اصل پیروی جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے) اور اس میں کیا اشکال کی بات ہے جب کہ ہم کسی بھی فقیہ پر اس طرح کا ایمان نہیں رکھتے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کی طرف علم فقہ کی وحی کی ہے، اور ہم پر اس کی اطاعت فرض کی ہے، اور یہ کہ وہ معصوم ہے، ہم اگر ان فقہا یا ان ائمہ مجتہدین میں سے کسی ایک کی اقتدا کرتے ہیں تو یہ سمجھ کر کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عالم ہے، اور اس کا قول یا تو کتاب و سنت

[1] حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول صـ۱۲۴

کے کسی صریح کلام پر مبنی ہوگا، یا ان دونوں میں سے مستنبط ہوگا، یا اس نے قرائن سے یہ سمجھا ہوگا کہ فلاں صورت میں جو حکم شرعی ہے وہ فلاں علت کے ساتھ متعلق ہے، اور اس کا قلب اس پر مطمئن ہو گیا ہے اور اس نے غیر منصوص کو منصوص پر قیاس کیا، تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میرا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں کہیں یہ علت پائی جائے وہاں حکم یہ ہوگا، اور مسئلہ جس کو مجتہد نے قیاس کیا ہے، وہ اسی عموم کے تحت آتا ہے، تو درحقیقت اس سب کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوئی، لیکن بہر حال اس کے طریق میں کچھ ظنی چیزیں ہیں، اور اگر ایسا نہ ہوتا (اور بات بالکل صراحتاً اور نصاً ثابت ہوتی) تو کوئی صاحبِ ایمان کبھی کسی مجتہد کی تقلید نہ کرتا، اب اگر ہم کو رسول معصوم کی جن کی اطاعت ہم پر اللہ نے فرض کی ہے کوئی حدیث صحیح سند سے ایسی پہنچ جائے جو اس کے مذہب کے خلاف دلالت کرتی ہے، اور ہم اس حدیث کو چھوڑ دیں اور اس (فقہ کے قیاس) کی پیروی کریں جو ظنی ہے، اور ایک اندازہ پر مبنی ہے تو ہم سے زیادہ ظالم کون ہوگا اور کل روز قیامت ہم خدا کو کیا جواب دیں گے۔"[1]

پچھلی صدیوں کا غلو وانحراف

لیکن رفتہ رفتہ عوام میں جہالت نے اثر کیا، اور کہیں کہیں ائمہ کی حیثیت وسائط و وسائل کے بجائے مقصود اور ایک طرح سے شارع اور مطاع کی پیدا ہو گئی، لوگوں کو ان مذاہب سے بالذات دلچسپی اور ان کی اس درجہ عصبیت پیدا ہو گئی کہ وہ کسی حال میں ان کے ایک شوشہ یا نقطہ سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھے، اس سلسلہ میں عوام تو زیادہ قابل الزام نہیں کہ انھوں نے ان مذاہب کو سنت کی پیروی سمجھ کر اختیار کیا تھا، اور ان کے لئے ترجیح کے اسباب معلوم کرنا اور ان کے مطابق ترک مذہب یا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال مشکل بھی تھا، اور خطرناک بھی، لیکن بہت سے علماء کی یہ حالت تھی کہ ان کو اگر اپنے امام یا مذہب کے کسی مسئلہ کا حدیث و سنت کے خلاف ہونا ثابت ہو جائے، اور اس کا قطعی علم حاصل ہو جائے کہ اس مسئلہ میں اپنے امام کا مسئلہ مرجوح اور دوسرے امام یا مذہب کا مسئلہ راجح اور حدیث

[1] حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول صـ۱۲۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسنت کے مطابق ہے اور اپنے مذہب اور عمل کے خلاف کیسی ہی صحیح وصریح احادیث ملیں تب بھی وہ اس مسئلہ کو ترک کرنے اور احادیث پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور ان کی طبیعت اس کے لئے منشرح نہیں ہوتی ایسے ہی لوگوں کے متعلق ساتویں صدی کے مشہور شافعی عالم شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام لکھتے ہیں:۔

ومن العجب العجيب ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف ماخذ امامه بحيث لايجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والأقيسة الصحيحة لمذهبهم جمودا على تقليد امامه بل يتحيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة ويتأولهما بالتاويلات البعيدة الباطلة نضالا عن مقلده۔[1]

حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بعض فقہائے مقلدین کو اپنے امام کی دلیل کے ایسے ضعف کا علم ہو جاتا ہے جس کا کوئی جواب نہیں اور وہ اس کے باوجود اس مسئلہ میں اسی کی تقلید کرتے ہیں اور ان کا مذہب چھوڑ دیتے ہیں جن کی تائید میں کتاب وسنت اور صحیح قیاسات ہیں محض اس لئے کہ ان کو امام کی تقلید سے انحراف گوارا نہیں بلکہ کتاب وسنت کے ظاہر مطلب کو دفع کرنے کے لئے وہ ہزار تدبیریں کرتے ہیں اور اپنے امام کی مدافعت میں طرح طرح کے بعید اور بے بنیاد تاویلوں سے انکو احتراز نہیں ہوتا۔

اسی طرح سے عوام کی ایک جماعت تھی جو اپنے امام کو معصوم عن الخطاء سمجھتی تھی اور جس کے قلب میں یہ بات راسخ ہو چکی تھی کہ اس کو امام کی تقلید کسی حال میں نہیں چھوڑنا ہے حضرت شاہ ولی اللہ اسی طرح کے عوام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وفي من يكون عاميا ويقلد رجلا من الفقهاء بعينه يرى انه يمتنع من مثله الخطاوان ما قاله هو الصواب البتة واضمر في قلبه ان لايترك تقليده وان ظهر الدليل على خلافه وذلك مارواه الترمذي عن عدي بن حاتم

(ابن حزم کا یہ کہنا کہ تقلید حرام ہے) اس عامی کی تقلید کے بارے میں صحیح ہے جو کسی ایک معین فقیہ کی تقلید کرتا ہے اور اس کا اعتقاد ہے کہ خطا اس سے ناممکن ہے اور جو کچھ اس نے کہہ دیا وہ مطلقاً و یقیناً صحیح ہے اور جس نے دل میں عزم اور فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ اپنے امام یا عالم کی تقلید نہیں چھوڑے گا۔

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۴

انه قال سمعته يعني رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ: اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ. قال انهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم كانوا اذا احلوا لهم شيئا استحلوه واذا حرموا عليهم شيئا حرموه۔[1]

اگرچہ دلیل اس کے خلاف ثابت ہو جائے اسی طرح کی تقلید کے متعلق وہ حدیث وارد ہوئی ہے جو حضرت عدی بن حاتم نے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے (سورۂ توبہ کی) یہ آیت تلاوت فرمائی "اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (ان یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے علماء ومشائخ کو خدا کو چھوڑ کر ارباباً من دون اللہ بنا لیا) آپ نے فرمایا کہ وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے ان کا معاملہ صرف یہ تھا کہ جس چیز کو یہ علماء ومشائخ حلال کر دیں اس کو حلال سمجھ لیتے تھے اور جس کو وہ حرام کر دیں اس کو حرام بنا لیتے تھے

امام ابن تیمیہ کی رائے تقلید واجتہاد کے بارے میں

اس طرح کی غیر مشروط وغیر مقید تقلید پر جو اتباع واطاعت رسول کے متوازی وبالمقابل ہے ہر زمانہ کے محققین اور علمائے راسخین نے اعتراض وانکار کیا ہے وہ نہ تو ابن حزم اور بعض دوسرے غالی علماء کی طرح تقلید کی حرمت کے قائل ہیں نہ ایسی غیر مشروط تقلید کی اجازت دیتے ہیں جس میں اور رسول کی اتباع واطاعت میں کوئی فرق نہ ہو ان علماء میں جن کی رائے اور تحریر اس مسئلہ میں بڑی متوازن اور معتدل ہے متقدمین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور متاخرین میں شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ہیں، حافظ ابن تیمیہ ایک طرف تو اس واقعہ کا اظہار واقرار کرتے ہیں کہ عوام اور غیر مجتہد علماء کے لئے فقہاء ومجتہدین کی طرف رجوع کرنے اور ان کی تقلید سے چارہ نہیں اور یہ کہ ائمہ کی حیثیت وسائل اور وسائط کی ہے، اور مذاہب کی پیروی ایک علمی ضرورت اور قدرتی امر ہے، چنانچہ ایک جگہ

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریر فرماتے ہیں :۔

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حلال کیا اس کو حلال سمجھنا اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا اس کو حرام سمجھنا، اور جس کو اللہ اور اس کے رسول نے واجب قرار دیا اس کے ساتھ واجب کا سا معاملہ کرنا تمام انس و جن پر واجب ہے، اور ہر شخص پر ہر حال میں سرًّا و علانیۃً فرض ہے، لیکن چونکہ بہت سے احکام ایسے ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، اس لئے لوگوں نے اس بارے میں ان لوگوں کی طرف رجوع کیا جو ان کو ان کی تعلیم دیں، اس لئے کہ وہ رسول کی تعلیم سے زیادہ واقف ہیں اور اس کی منشاء و مراد سے زیادہ باخبر ہیں، پس ائمۂ مسلمین کی جن کی مسلمانوں نے پیروی کی ہے حیثیت وہی ہے، جو وسائل و راستوں کی، اور ان رہنماؤں کی ہے، جو لوگوں کو رسول تک پہنچاتے ہیں اس کے کلام کی تبلیغ کرتے ہیں اور اپنے اپنے اجتہاد و استطاعت کے مطابق آپ کی مراد سمجھاتے ہیں، اللہ تعالےٰ ایک عالم کو ایسا علم و فہم عطا فرماتا ہے، جو دوسرے عالم کو حاصل نہیں، اس دوسرے عالم کے پاس کسی دوسرے مسئلہ میں ایسا علم ہوتا ہے جو پہلے عالم کے پاس نہیں، اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا (الانبیاء۔ ۷۸۔۷۹)

دیکھو داؤد و سلیمان دونوں خدا کے جلیل القدر پیغمبر تھے، دونوں نے ایک مقدمہ میں فیصلہ کیا، اللہ تعالےٰ نے ان میں سے ایک (حضرت سلیمانؑ) کو اس مقدمہ میں خصوصی فہم عطا فرمایا، لیکن دونوں کی تعریف فرمائی، علماء بھی انبیائے کرام کے وارث ہیں علماء کا اجتہاد احکام کے بارے میں ایسا ہی ہے جیسے مختلف لوگ (اندھیرے یا کسی نامعلوم جگہ پر، دلائل) و قرائن سے کعبہ کی سمت متعین کریں اگر چار آدمی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے گروہ کے ساتھ ایک ایک سمت کی طرف نماز پڑھتا ہے اور ہر ایک یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ صحیح سمت یہ ہے جس طرف وہ نماز پڑھ رہا ہے تو چاروں کی نماز صحیح ہے، اگرچہ جس نے کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہے، وہ ایک ہی ہوگا، اور یہی وہ اجتہاد کرنے والا ہوگا، جس کو دہرا اجر ملے گا، جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے،

"اذا اجتهد العالم فاصاب فله اجران وان اجتهد فاخطأ فله اجر" (جب فیصلہ کرنے والا اجتہاد کرتا ہے، اور صحیح فیصلہ پر پہونچ جاتا ہے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر اجتہاد کرتا ہے، اور اجتہاد میں غلطی واقع ہوتی ہے تو وہ ایک اجر سے محروم نہیں رہتا۔)[1]

آگے چل کر وہ فرماتے ہیں کہ کسی خاص مذہب یا فقہ پر کسی شخص کا نشو و نما ہونا اور کسی خاص طریقہ کے مطابق عبادات و احکام شریعت کو بجا لانا ایک قدرتی امر ہے، اور ایسا قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے، لیکن مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے کو اصلاً خدا اور رسول کا مطیع و فرمانبردار سمجھے اور اس کے لئے تیار رہے کہ جو کچھ کتاب و سنت سے ثابت ہو جائے گا، وہ بلا تردد اس کی پیروی اختیار کرلے گا :۔

"انسان عام طور پر اپنے والدین یا آقا یا اہلِ شہر کے دین و مذہب پر پلتا، اور بڑھتا ہے جیسے کہ بچہ دین کے بارے میں اپنے والدین، سرپرستوں اور ہم وطنوں کی پیروی کرتا ہے، لیکن ضروری ہے کہ انسان جب بالغ ہو اور ہوش سنبھالے تو اس وقت اللہ اور رسول کی اطاعت کی پابندی اختیار کرے، خواہ وہ پابندی کسی چیز میں ہو اور ان لوگوں میں نہ ہو جن کے متعلق ارشاد خداوندی ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا (اور جب ان سے کہا گیا کہ اللہ نے جو کچھ اتارا ہے اس کی پیروی کرو تو انہوں نے صاف جواب دیا کہ نہیں ہم تو اسی راستہ پر چلتے رہیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے) پس جو شخص اللہ و رسول کی اطاعت کے بجائے اپنی اور اپنے والدین کی عادت اور اپنی قوم کے رسم و رواج کی پابندی کرے گا تو وہ ان ہی اہلِ جاہلیت میں سے ہوگا، جو وعیدِ خداوندی کے مستحق ہیں اسی طرح سے جس کے لئے کسی مسئلہ میں وہ صحیح راستہ اور حکم شرعی واضح ہو گیا جس کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو مبعوث فرمایا ہے، پھر اس نے اس کو قبول نہیں کیا، اور اپنی عادت کی طرف رجوع کیا تو وہ قابلِ مذمت اور مستحق عقاب ہے۔[2] ایسے عالم کے متعلق جو تحقیق و استدلال کی صلاحیت رکھتا ہو اور یہ معلوم کرسکتا ہو کہ اس مسئلہ میں

[1] فتاویٰ شیخ الاسلام جلد ۲ ص ۲۰۱-۲۰۲   [2] ایضاً ص ۲۰۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راجح قول کس کا ہے، وہ تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

اما القادر علی الاستدلال فقیل یحرم	جو شخص استدلال پر قدرت رکھتا ہو اس کے بارے میں
علیہ التقلید مطلقا، وقیل یجوز مطلقا	ایک قول تو یہ ہے کہ اس کے لئے تقلید مطلقاً حرام ہے، دوسرا
وقیل یجوز عند الحاجۃ کما اذا ضاق	قول یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ ضرورت کے
الوقت عن الاستدلال وھذا القول	وقت جائز ہے مثلاً وقت میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ وہ براہِ
اعدل[1]۔	راست تحقیق کر سکے، اور دلیل سے مسئلہ نکال سکے، اور یہی
	قول زیادہ منصفانہ اور قرین صواب ہے۔

البتہ جس کو اجتہاد تام پر قدرت حاصل ہو، اس کے لئے ان کا فیصلہ ہے کہ اگر کسی جانب اس کو نصوص نظر آئیں اور ان نصوص کا مقابلہ کرنے اور ان کو دفع کرنے والی کوئی وجہ نہ ہو تو اس کو نصوص کی پیروی لازم ہے، فرماتے ہیں :۔

اما اذا قدر علی الاجتہاد التام الذی	البتہ اگر اس کو ایسے اجتہادِ تام پر قدرت حاصل ہے کہ
یعتقد معہ ان القول الآخر لیس معہ	اس کو یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ فلاں مسئلہ کی کوئی ایسی
ما یدفع بہ النص فھذا یجب علیہ	دلیل نہیں ہے جس سے نص کو دفع کیا جا سکے تو اس پر نصوص
اتباع النصوص، وان لم یفعل کان	کی پیروی واجب ہے، اگر ایسا نہ کرے گا (اور مخالف نص
متبعا للظن وما تھوی الانفس وکان	قیاس یا مسئلہ پر تقلیداً قائم رہے گا) تو وہ اِن یَّتَّبِعُوْنَ
من اکبر العصاۃ للہ ولرسولہ[2]۔	اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَھْوَی الْاَنْفُسُ (وہ گمان اور
	خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں) کی وعید قرآنی
	میں آئے گا، اور اللہ و رسول کا بڑا نافرمان اور عاصی
	کہلائے گا۔)

[1] فتاویٰ شیخ الاسلام۔ جلد ۲ صـ ۳۸۴ [2] ایضاً صـ ۳۸۵

امام ابن تیمیہ کا عمل اور ان کا فقہی مرتبہ

جہاں تک ان کے عمل کا تعلق ہے، انھوں نے بیشتر مسائل میں امام احمد بن حنبل کے مذہب و اصول پر فتویٰ دیا ہے، اکثر مسائل میں ان کی رائے اور فتویٰ ائمہ اربعہ یا ائمہ مہدی میں سے کسی نہ کسی امام کے اجتہاد و فتویٰ کے مطابق ہے، اور بعض مسائل میں انھوں نے اجتہاد سے کام لیا ہے اور کتاب و سنت اور اجماع و قیاس کی روشنی میں انھوں نے فتویٰ دیا ہے، ان سب صورتوں کا موازنہ کرتے ہوئے ان کے متعلق صحیح یہ ہے کہ وہ مذہب حنبلی کے مجتہد منتسب[1] تھے[2]۔

امام ابن تیمیہ کی دعوت اور اس کا اثر

امام ابن تیمیہ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ انھوں نے جس طرح کتاب و سنت کو عقائد کا ماخذ بنانے کی پرزور دعوت دی اور خود کامیابی کے ساتھ اس پر عمل کیا، اسی طرح کتاب و سنت کو فقہیات و احکام کا ماخذ بنانے اور ان کو حق کا معیار قرار دینے کی طاقتور دعوت دی، اور اپنے زمانہ میں اس پر عمل کر کے دکھایا اور "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ"[3] پر عمل کا نمونہ پیش کیا، ان کی اس دعوت نے ان فقہی دائروں اور امت کے علمی حلقوں میں جن میں عرصہ سے نئے غور و فکر اور احکام و مسائل کے کتاب و سنت سے مقابلہ کرنے کا کام بند ہو گیا تھا اور اجتہاد و استنباط کا سلسلہ عرصہ سے مسدود تھا نئی علمی و فکری حرکت اور براہِ راست کتاب و سنت کی طرف رجوع کی تحریک پیدا ہوئی، اس طرح سے انھوں نے اس صحیح اسلامی فکر کا احیاء کیا جو قرونِ اولیٰ میں پائی جاتی تھی اور مسلمانوں کی زندگی کی بنیاد تھی، اور وہ اپنے ان تمام علمی و عملی کارناموں کی بنا پر تاریخ اسلام کی ان چیدہ شخصیتوں میں سے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ نے اس دین کی تجدید و احیاء کا کام لیا "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ"[4]

[1] مجتہد منتسب جو فروع و اصول میں مجتہد ہو لیکن اپنے طریق استدلال و طریق استنباط میں کسی امام کے ساتھ متفق ہو اور عام طور پر اس کے دائرہ سے نہ نکلتا ہو۔ [2] امام ابن تیمیہ کی فقہ کی حیثیت اور ان کی مجتہدانہ درجہ کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے ملاحظہ ہو "ابن تیمیہ" از محمد ابو زہرہ صـ ۳۵۰-۴۵۲ [3] النساء - ۵۹ [4] الجمعہ - ۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ و منتسبین

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کے تلمیذ رشید اور جانشین

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے تلامذہ و مستفیدین کی تعداد بہت بڑی ہے، ان کی مصروف اور داعیانہ زندگی اور ان کی موثر و بلند شخصیت کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ پر قوت کے ساتھ اثر انداز ہوں، اور ان کے گرد تلامذہ اور معتقدین کا ایک بڑا گروہ جمع ہو جائے، لیکن ان کے تلامذہ میں سے ان کے مایۂ ناز شاگرد اور ان کے علوم کے مرتب و ناشر حافظ ابن قیم کو جو امتیاز و خصوصیت حاصل ہے، وہ کسی کے حصہ میں نہیں آئی، وہ زندگی بھر اپنے استاد کے شریک حال اور آخری لمحہ تک ان کے رفیق رہے، اور ان کے انتقال کے بعد بھی آن مسلک و مشرب پر قائم اور ان کی محبت و عقیدت میں سرشار رہے، ان کی علمی خدمات، ان کی جلالتِ قدر اور ان کے کمالات اس کے مستحق ہیں کہ ان پر مستقل کتاب لکھی جائے، اور ان کی تصنیفات اور علمی تحقیقات پر مفصل تبصرہ ہو، لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کی زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں، ان کے باکمال و نامور شاگرد حافظ ابنِ رجب حنبلی نے طبقات الحنابلہ کے ذیل میں ان کے جو کچھ حالات لکھدیئے ہیں، زیادہ تر وہی نقل کئے جاتے رہے ہیں، درحقیقت انھوں نے اپنی زندگی اور شخصیت کو اپنے استاذ اور شیخ کی زندگی میں ایسا گم کر دیا کہ ان کا کوئی مستقل وجود اور شخصیت نظر نہیں آتی، یہاں ان کے وہ حالاتِ زندگی درج کئے جاتے ہیں، جو مل سکے۔

نام و نسب

محمد نام، ابو عبداللہ کنیت، شمس الدین لقب، زرعی نسبت، والد کا نام ابوبکر بن ایوب تھا، دمشق میں پیدا ہوئے، وہیں عمر گذری، اور وہیں مدفون ہوئے، ان کے والد مدرسہ جوزیہ کے مہتمم تھے، اس کی نسبت سے وہ ابن قیم الجوزیہ اور اختصاراً ابن القیمؒ کہلاتے ہیں، ابنِ رجب کا بیان ہے کہ وہ ۶۹۱ھ میں پیدا ہوئے،

الشہاب النابلسی العامر قاضی تقی الدین سلیمان، فاطمہ بنت جوہر، عیسیٰ بن مطعم، ابوبکر بن عبد الدائم، وغیرہ اساتذۂ وقت سے حدیث کی سماعت کی، اور مذہب حنبلی کی فقہ میں مہارت پیدا کی اور فتویٰ کا کام شروع کیا، پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا دامن ایسا پکڑا کہ مرتے وقت تک ان سے جدا نہ ہوئے، علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب حافظ ابنِ تیمیہ ۷۱۲ھ میں مصر سے واپس آئے تو حافظ ابن قیم نے ان کی ایسی صحبت اور رفاقت اختیار کی کہ انتقال تک ساتھ نہیں چھوڑا۔[1]

علمی مرتبہ

حافظ ابنِ رجب لکھتے ہیں کہ تمام علوم اسلامیہ میں دخل تھا، لیکن تفسیر میں ان کی نظیر نہیں تھی، اصولِ دین میں بھی وہ درجۂ کمال پر پہونچے ہوئے تھے، حدیث، فقہ حدیث اور دقائق استنباط میں ان کا کوئی ہمسر نظر نہیں آتا، فقہ اور اصول فقہ اور عربیت اور علم کلام میں بھی کمال حاصل تھا، علمِ سلوک اور اہلِ تصوف کے اشارات و دقائق پر بھی وسیع نظر تھی، میں نے قرآن و سنت کے معانی اور حقائق ایمانی کا ان سے بڑا عالم نہیں پایا، وہ معصوم تو نہیں تھے، لیکن میں نے ان خصوصیات میں ان کا جیسا آدمی نہیں دیکھا۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابنِ القیم کو متون حدیث و رجال حدیث کی طرف بڑی توجہ تھی، وہ فقہ

---

[1] البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۱۴ ص ۲۳۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطالعہ میں ہی مشغول رہتے تھے، اور اس کے مسائل کو بڑے شرح و بسط سے لکھتے تھے، نحو کی تدریس اور اصولِ حدیث میں بھی اچھی مہارت تھی۔

زہد و عبادت

حافظ ابنِ رجب کا بیان ہے کہ وہ کثیر العبادت اور بڑے شب بیدار تھے، ان کی نماز بڑی طویل اور پرسکون ہوتی تھی، وہ ہر وقت ذاکر شاغل رہتے تھے، اور ان میں محبتِ الٰہی کا ایک جوش اور انابت کی ایک خاص کیفیت تھی، ان کے چہرے پر بارگاہِ خداوندی کی طرف فقر و احتیاج اور عجز و انکسار کا نور نظر آتا تھا، اس کیفیت میں میں نے ان کو بالکل منفرد پایا، انھوں نے کئی حج کئے، اور عرصہ تک مکہ معظمہ میں قیام کیا، اہلِ مکہ ان کی کثرتِ عبادت اور کثرتِ طواف کے ایسے حالات سناتے ہیں جو موجب حیرت ہیں۔

علامہ ابنِ کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حافظ ابنِ قیّم بڑی محبت کے آدمی تھے، نہ کسی سے حسد رکھتے، نہ کسی کو ایذا پہنچاتے، اور نہ کسی میں عیب نکالتے، میں ان کا بڑا رفیق اور محبوب تھا، مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے زمانہ میں دنیا میں ان سے زیادہ کوئی عابد اور کثیر النوافل تھا، وہ نماز بڑی طویل پڑھتے تھے، اور رکوع و سجود بڑا لمبا کرتے تھے، بعض اوقات ان کے احباب ان کو ملامت بھی کرتے، لیکن وہ اس کو ترک نہیں کرتے تھے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مجموعی حیثیت سے اپنے امور و احوال میں ان کی نظیر کم ہوگی[1]۔

ابتلاء و آزمائش

اپنے استاذ و شیخ کی طرح وہ بھی ابتلاء و آزمائش اور مجاہدات کی منازل سے گذرے، آخری بار جب ان کے شیخ ابن تیمیہ قلعہ میں قید کئے گئے تو وہ بھی محبوس ہوئے اور ان سے علیحدہ رکھے گئے، شیخ کے انتقال کے بعد ان کی رہائی

[1] البدایۃ والنہایہ۔ ج ۱۴ ص ۲۳۴-۲۳۵

ہوئی، اس پوری مدتِ اسارت میں وہ تلاوتِ قرآن اور اس کے معانی و تدبر و تفکر میں مشغول رہے، ابن رجب لکھتے ہیں:۔

ففتح علیہ من ذالک خیر کثیر وحصل لہ جانب عظیم من الاذواق والمواجید الصحیحۃ وتسلط بسبب ذالک علی الکلام فی علوم اھل المعارف والدخول فی غوامضھم وتصانیفہ ممتلئۃ بذالک۔

اس سے ان کو بڑا نفع حاصل ہوا، ان کو اذواق و مواجید صحیحہ کا ایسا حصہ ملا جس سے اہلِ معارف کے علوم اور ان کے غوامض و دقائق کا سمجھنا اور سمجھانا ان کے لئے آسان ہوگیا، ان کی تصنیفات ان مضامین سے لبریز ہیں۔

ان کے تلامذہ اور معاصرین کا اعتراف

علماء کی ایک بڑی جماعت نے امام ابن تیمیہ کی زندگی میں اور ان کے انتقال کے بعد ان سے علم حاصل کیا اور استفادہ کیا، فضلائے عصر ان کی بڑی عزت کرتے تھے، اور ان کے تلمذ کو شرف سمجھتے تھے، ان کے تلامذہ میں ابن عبدالہادی اور ابن رجب جیسے اکابر ہیں، قاضی برہان الدین زرعی کا ان کے متعلق مقولہ ہے کہ "اس وقت آسمان کے نیچے ان سے زیادہ وسیع العلم آدمی نظر نہیں آتا"۔

تدریس و تصنیف

حافظ ابنِ قیم نے عرصہ تک مدرسہ صدریہ میں درس دیا، جوزیہ کی امامت مدت تک ان کے سپرد رہی، انھوں نے اپنے قلم سے بکثرت کتابیں لکھیں، ابنِ رجب کہتے ہیں کہ ان کو کتابت و مطالعہ و تصنیف اور کتابوں کی خریداری کا بڑا شغف تھا، اس شوق کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے ایک بڑا کتبخانہ جمع کرلیا جس میں بہت سی کتابیں ان کے ہاتھ کی نقل کی ہوئی تھیں۔

ان کی تصنیفات کی خصوصیت

ان کی تصنیفات حسن ترتیب اور تالیفی سلیقہ میں اپنے شیخ حافظ ابن تیمیہؒ کی تصنیفات سے بھی ممتاز ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ ان کی کتابوں میں تصوف کی حلاوت، عبارت کی سلاست اور دل آویزی زیادہ پائی جاتی ہے، یہ غالباً ان کے مزاج کا نتیجہ ہے جس میں جلال سے زیادہ جمال ہے۔

اہم تصنیفات

ان کی تصنیفات کی فہرست طویل ہے ان میں سے اہم کتابیں حسب ذیل ہیں "تھذیب سنن ابی داؤد" "مدارج السالکین بین منازل إیاک نعبد وإیاک نستعین" (یہ شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ہروی کی منازل السائرین کی شرح ہے اور تصوف وسلوک کی بہترین کتابوں میں ہے) زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (ہم اس پر مفصل تبصرہ کریں گے) "جلاء الافہام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام" "اعلام الموقعین عن رب العالمین" (یہ فقہاء و اہل فتویٰ وحدیث سے اشتغال رکھنے والوں کے لئے معلومات کا گرانقدر خزانہ اور ان کی بہترین تصنیفات میں سے ہے) الکافیۃ الشافیۃ فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ، الصواعق المرسلۃ علی الجھمیۃ والمعطلۃ، حادی الارواح الی بلاد الافراح (جنت کے وصف اور حالات میں "اعلام الموقعین" کے حاشیہ پر) کتاب الداء والدواء، مفتاح دار السعادۃ، اجتماع الجیوش الاسلامیہ علی غزو المعطلۃ والجھمیہ، عدۃ الصابرین وذخیرۃ الشاکرین، بدائع الفوائد، الکلم الطیب والعمل الصالح، تحفۃ الودود باحکام المولود، کتاب الروح، شفاء العلیل فی مسائل القضاء والقدر والحکمۃ والتعلیل، نفحۃ الارواح وتحفۃ الافراح، الفوائد، الطرق الحکمیہ فی السیاسۃ الشرعیہ، الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء الشافی، روضۃ المحبین ونزھۃ المشتاقین، إغاثۃ اللھفان فی مکائد الشیطان، طریق الھجرتین وباب السعادتین۔

وفات

۲۳ رجب ۷۵۱ھ میں چہارشنبہ کے دن رات کو انتقال کیا، اگلے روز ظہر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں

نماز جنازہ پڑھی گئی، اور الباب الصغیر کے مقبرہ میں دفن ہوئے رحمہ اللہ ورفع درجاتہ۔

"زاد المعاد"

حافظ ابن قیم کثیر التصانیف علماء میں سے ہیں، کثرتِ تصنیف اور حسنِ تصنیف دونوں ان کی خصوصیات میں سے ہیں، ان کی تصنیفات میں سے متعدد کتابیں اس کی مستحق ہیں کہ ان کا مفصل تعارف کرایا جائے، اور ان کے مضامین اور فوائد کی تلخیص کی جائے، لیکن اس کے لئے ایک مستقل تصنیف درکار ہے، اور اس کا صحیح محل حافظ ابن قیمؒ کی مستقل سیرت وسوانح ہے، ان کی تصنیفات میں سے علمی حیثیت سے اعلام الموقعین اور ذوقی واصلاحی لحاظ سے "مدارج السالکین" یا "اغاثۃ اللھفان" اس کی مستحق ہے کہ اس پر اس طرح سے تبصرہ اور اس کا مفصل تعارف کرایا جائے جس طرح ہم نے اس کتاب میں امام ابن تیمیہ کی الجواب الصحیح اور الرد علی المنطقیین کا کیا ہے، لیکن ہم یہاں تعارف وتبصرہ کے لئے ان کی جلیل القدر اور شہرۂ آفاق تصنیف زاد المعاد فی ھدی خیر العباد کو منتخب کرتے ہیں، اس لئے کہ ان کی اکثر تصنیفات کی خصوصیات کی جامع اور بہ یک وقت سیرت، حدیث، فقہ، علم کلام اور تصوف واحسان کی کتاب ہے، عمل واصلاح کے لئے "احیاء العلوم" کے بعد شاید کوئی ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی، تحقیق واستناد اور کتاب وسنت سے مطابقت کے لحاظ سے اس کو "احیاء العلوم" ..... پر بھی ترجیح حاصل ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ایک ایسی کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو بڑی حد تک دینیات کے کتب خانہ کی قائم مقامی کر سکے اور ایک مربّی، مرشد اور فقیہ ومحدث کا کام دے سکے، جن لوگوں پر حدیث کا ذوق غالب رہا ہے، اور جن کو سنن وآداب نبوی کے اتباع کی حرص، اور اہتمام رہا ہے ان کو اس کتاب سے بڑا شغف رہا ہے اور انھوں نے اس کو اپنا چراغ راہ، رفیق طریق اور زاد سفر سمجھا ہے[1]، یہ کتاب ہندوستان میں سب سے پہلے ۱۲۹۸ھ اور مصر سے ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوئی، ہندوستانی اڈیشن بڑے سائز کے

---

[1] مشہور متبع سنت اور متورع عالم مولانا سید عبداللہ غزنوی کی سیرت میں ہے کہ "زاد المعاد کی طلب میں دل کے جوش سے زاری کرتے تھے اور فرماتے تھے یا ارحم الراحمین زاد المعاد کو میری آخرت کا توشہ بنا" (ص ۲۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۳۷ صفحے اور مصری اڈیشن باریک ٹائپ کے ۹۲۶ صفحات میں ختم ہوا ہے، کتاب کے شروع میں مصنف نے لکھا ہے:۔

"یہ چند مضامین ہیں جن کی واقفیت ہر اس شخص کے لئے ضروری ہے، جس کو اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت، آپ کی سیرت، اور آپ کے اخلاق وعادات سے واقف ہونے کا ذرا بھی اہتمام ہو، یہ ایسی حالت میں لکھے گئے ہیں کہ دل تھکا ہوا ہے، اور علم کی پونجی قلیل ہے، اس کی تحریر کی نوبت قیام کے بجائے سفر کی حالت میں پیش آئی ایسی حالت میں کہ قلب منتشر و پراگندہ، اور مجمعی مفقود، کتابیں جن سے رجوع کیا جاسکے ناپید، اور ایسے اہلِ علم جن سے علمی استفادہ ومذاکرہ کیا جاسکے، نایاب ہیں"[1]

مصنف کا یہ بیان اگر کتاب کی ابتداء اور بعض ابواب وفصول کے متعلق ہے تو چنداں موجب حیرت نہیں لیکن اگر پوری کتاب کے متعلق ہے تو یہ نہایت حیرت انگیز بات ہے، اس لئے کہ کتاب میں حدیث کے متون واسانید اور رجال کی جو مفصل بحثیں سیرت وتاریخ کی جو جزئیات اور مسائل واحکام میں جو محدثانہ وفقیہانہ کلام ہے، اس سے ایک عام ناظر بھی اندازہ کرسکتا ہے کہ یہ کتاب ایک نہایت وسیع وعظیم الشان کتب خانہ میں بیٹھ کر تصنیف کی گئی ہے، اگر یہ صحیح ہے کہ ساری کتاب حالت سفر میں لکھی گئی ہے، تو یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کے مصنف کو علوم اسلامیہ بالخصوص حدیث وفقہ پر حیرت انگیز عبور حاصل تھا، اور علوم دینیہ کا کتب خانہ ان کے سینہ میں محفوظ تھا، اور وہ اپنی قوتِ حفظ واستحضار میں محدثین متقدمین کی یادگار اور اپنے باکمال ونادرۂ روزگار استاذ کے صحیح جانشین ونمونہ تھے، حافظ ابن قیمؒ نے اس کتاب کے شروع میں بعثت نبوی اور مراتبِ وحی کی تفصیل بیان کی ہے، مراتبِ وحی اور انواعِ وحی کے سلسلہ میں انھوں نے جو استیعاب کیا ہے وہ سیرت کی عام کتابوں میں نہیں ملتا[2]، پھر وہ مدارج بیان کئے ہیں جن سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام گذری، اسمائے مبارک اور ان کے معانی اور نکات پر انھوں نے حسب معمول وسیع ولطیف بحث کی ہے، اس پورے سلسلہ میں اپنی اور اپنے شیخ کی عادت کے مطابق بکثرت

[1] زاد المعاد حصہ اول ص۱۵ (نظامی) [2] ایضاً ص۱۸

فقہی ونحوی مسائل ونکات اور بعض وجدانی اور ذوقی مسائل لکھدیئے ہیں، اسی سلسلہ میں انھوں نے سیرت کے عام معلومات اور ذاتِ نبوی سے تعلق رکھنے والی تفصیلات وجزئیات جمع کردی ہیں، اور اخلاق وشمائل، عادات ومعمولات کا اچھا ذخیرہ جمع کردیا ہے[1]، اس کے بعد انھوں نے آپ کی عبادات ہیئت صلوٰۃ اور اس کے سنن اور عادات کی دقیق تفصیلات پیش کی ہیں، جو ان کے وسیع ودقیق مطالعۂ حدیث کا خلاصہ اور ان کے علم کا نچوڑ ہے، اس سلسلہ میں ان کا محدثانہ رنگ اور محققانہ طرز صاف جھلکتا ہے، اس ضمن میں اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث کی بعض نازک بحثیں[2] اور فنِ رجال کی بعض قیمتی معلومات بھی آگئی ہیں[3]، کتاب کے یہ ابواب جو عبادات اور ارکانِ اربعہ سے متعلق ہیں، محض کتاب الاحکام یا فقہ وخلاف کی کتاب بن کر نہیں رہ گئے ہیں، ان میں جابجا مصنف نے بڑے وجدانگیز اور ایمان آفریں ذوقی ووجدانی مضامین اور لطیف علمی نکات شامل کردیئے ہیں، زکوٰۃ وصدقہ کے باب میں انھوں نے لکھا ہے کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ منشرح الصدر، مطمئن النفس اور مسرور القلب تھے، اس لئے کہ صدقہ اور حسن سلوک کو شرح صدر کے باب میں بڑا دخل ہے، اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت اور ان کے خصائص وتوابع کے لئے آپ کا سینۂ مبارک پہلے ہی کھول دیا تھا، اور حسی طور پر آپ کا شرح صدر فرمایا تھا، اور سینۂ مبارک سے شیطان کے حصہ کو بالکل خارج کردیا تھا، ان اخلاق (سخاوت وبذل وایثار) سے اس شرح صدر میں اور اضافہ ہوا" اس کے بعد وہ تفصیل سے سیرت نبوی پر اس لحاظ سے نظر ڈالتے ہیں، اور شرح صدر کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"شرحِ صدر کے بہت سے اسباب ہیں، اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بدرجۂ کمال وتمام حاصل تھے، شرح صدر کا سب سے قوی واہم سبب توحید ہے، وہ جس قدر کامل اور قوی ہوگی، اتنی ہی شرحِ صدر زیادہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ

[1] زاد المعاد حصہ اول ص۲۵ تا ۴۹ (نظامی) [2] ایضاً ص۶۹ و ۱۰۵ [3] ایضاً ص۷۳ و ۹۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ"[1] (بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے اسلام کے لئے تو وہ اجالے میں ہے اپنے رب کی طرف سے) نیز ارشاد ہے "فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ"[2] (سو جس کو چاہے اللہ کہ راہ دے، کھولدے اس کا سینہ فرمانبرداری کے لئے، اور جس کو چاہے کہ راہ سے بھلادے اس کا سینہ تنگ کردے تنگ، بند، گویا زور سے چڑھتا ہے آسمان پر) پس ہدایت اور توحید شرحِ صدر کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے، اور شرک و گمراہی سینہ کی تنگی اور کشمکش اور تکدر کا بہت بڑا سبب ہے، اسی طرح شرحِ صدر کا ایک سبب وہ نور ہے، جو اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں داخل فرمادیتا ہے، اور وہ نور ایمان ہے، جو سینہ کو وسیع اور منشرح اور قلب کو شاداں اور فرحاں رکھتا ہے، جب یہ نور بندہ کے دل سے غائب ہوجاتا ہے، تو دل میں تنگی اور انقباض پیدا ہوجاتا ہے، اور بندہ کو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ ایک تنگ و تاریک قید خانہ میں گرفتار اور ایک تکلیف دہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے، ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اذا دخل النورُ القلبَ انفسح وانشرح قالوا وما علامةُ ذلك يارسول الله قال الانابة الى دار الخلودِ والتجافي عن دار الغرور والاستعداد للموتِ قبل نزوله" (جب نور دل میں داخل ہوتا ہے، تو دل کھل جاتا ہے، اور منشرح ہوجاتا ہے، صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی علامت کیا ہے، فرمایا دار بقا کی طرف شوق اور کشش اور دار فنا سے بے رغبتی اور وحشت اور موت کی آمد سے پہلے موت کی تیاری) انسان کو جس قدر اس نور کا حصہ ملتا ہے، اسی کے بقدر وہ شرح صدر کی دولت سے مالامال ہوتا ہے، اسی طرح حسی نور سے بھی شرح صدر اور حسی ظلمت سے ضیق صدر اور دل میں تنگی اور انقباض پیدا ہوتا ہے، اور ان ہی اسباب شرح صدر میں ایک علم بھی ہے، وہ سینہ کو منشرح اور وسیع کرتا ہے، یہاں تک کہ عالم کا سینہ دنیا سے زیادہ وسیع ہوجاتا ہے، اس کے بالمقابل جہل سے دل میں تنگی اور انقباض پیدا ہوتا ہے جس قدر بندہ کا

[1] الزمر - ۲۲ [2] الانعام - ۱۲۶

علم وسیع ہوتا ہے، اسی قدر اس کا سینہ فراخ اور قلب منشرح ہوتا ہے، لیکن یہ دولت ہر عالم کے نصیب میں نہیں، یہ صرف اس علم کی خاصیت ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بطریق وراثت چلا آرہا ہے، اور وہ علم نافع ہے، جن لوگوں کو یہ علم نافع حاصل ہوتا ہے، وہ سب سے زیادہ منشرح، وسیع القلب، خوش اخلاق اور خوش عیش ہوتے ہیں، ایک سبب انابت الی اللہ ہے، یعنی پورے دل سے اس کے ساتھ محبت کرنا، اس کی طرف توجہ اور رجوع اور اس کی عبادت سے لطف حاصل کرنا، واقعہ یہ ہے کہ اس سے زیادہ کوئی چیز انشراح اور سرور پیدا کرنے والی نہیں، اگر تم کو کبھی یہ دولت نصیب ہو تو تمہاری زبان سے بے اختیار نکل جائے گا کہ اگر جنت میں بھی یہی حالت نصیب ہوئی تو بڑا عیش ہے، محبت کو شرحِ صدر، اطمینان نفس اور عیش قلبی میں بہت بڑا دخل ہے، اس کا اندازہ اسی شخص کو ہوسکتا ہے جس نے کبھی اس کا لطف اٹھایا ہو، جس قدر محبت قوی اور شدید ہوگی، سینہ فراخ اور منشرح ہوگا، دل اسی وقت تنگ اور مکدر ہوگا، جب بیکاروں اور اس دولت سے محروم لوگوں پر نظر پڑے گی، ان کی دید آنکھ کی کھٹک اور ان کی صحبت روح کا بخار ہے، اسی کے بالمقابل انقباض و تکدر کا ایک بہت بڑا سبب اللہ تعالیٰ سے اعراض اور اس کی غیر اللہ کے ساتھ گرفتاری اور اسیری اور ذکر اللہ سے غفلت اور ماسوی اللہ سے محبت ہے، اس لئے کہ جس کو جس ماسوی سے محبت ہوتی ہے، اسی کے ہاتھوں اس کو دکھ دیا جاتا ہے[1] اور اس کا دل اس غیر کی محبت میں برابر مفتید اور گرفتار رہتا ہے، اور دنیا میں کوئی شخص اس سے زیادہ بدبخت، اس سے زیادہ بدمزہ اور بے لطف، اس سے زیادہ محروم و بے نصیب اور اس سے زیادہ خستہ دل اور تفتہ جگر نہیں ہوتا ہے، حقیقت میں محبت کی دو قسمیں ہیں، ایک محبت وہ ہے، جو دنیا کی جنت نفس کا سرور، قلب کی لذت، روح کا عیش اس کی غذا اور دوا بلکہ اس کی زندگی اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اور وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی پورے دل کے ساتھ محبت میلان و ارادہ کی تمام

[1] فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (التوبہ - ۵۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوتوں کا اس کی طرف انجذاب اور کشش ہے، اور ایک محبت وہ ہے، جو روح کا عذاب نفس کی کلفت، قلب کا جیل خانہ اور سینہ کی تنگی، اور درد و حرمان، کلفت و تعب کا سبب ہے، اور وہ ماسوی کی محبت ہے، شرحِ صدر کا ایک سبب ہر حالت اور ہر موقع پر دوامِ ذکر ہے، ذکر کو انشراح صدر میں عجب دخل ہے، اور اس سے دل کو عجیب اطمینان و سرور حاصل ہوتا ہے، اسی طرح غفلت کو دل کی تنگی، انقباض، اور کلفت و اذیت میں بڑا دخل ہے، ایک سبب مخلوق پر احسان اور مال و جاہ، بدن، اور انواع احسان سے نفع پہنچانے کی طبیعت ہے، کریم اور محسن انسان بڑا منشرح الصدر مطمئن النفس ہوتا ہے اور اس کو بڑا قلبی سرور اور سکون حاصل ہوتا ہے، وہ بخیل جس میں احسان کا مادہ نہیں ہے بڑا دل تنگ، بدحال، اور مغموم رہتا ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے والے صاحبِ ایثار کی مثال دی ہے کہ ایک شخص پر لوہے کی دو زرہیں ہیں، وہ جب صدقہ کا ارادہ کرتا ہے زرہ کھل جاتی ہے اور پھیل جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کے کپڑے زمین پر لوٹتے ہیں، اور اس کے قدموں کے نشان مٹتے چلے جاتے ہیں، اور بخیل کا حال یہ ہے کہ زرہ کی ہر کڑی اس کے جسم سے چمٹ جاتی ہے، اور اس میں کوئی وسعت و فراخی نہیں پیدا ہوتی، شرح صدر کا ایک سبب شجاعت ہے، مردِ شجاع بڑا منشرح الصدر فراخ حوصلہ اور وسیع القلب ہوتا ہے، اس کے بالمقابل بزدل بڑے چھوٹے دل کا ہوتا ہے، جس کو فرحت و سرور اور لذت و عیش میں سے صرف اتنا حصہ ملتا ہے، جتنا حیوانات و بہائم کو نصیب ہے، باقی روحانی سرور و لذت اور فرحت و مسرت سے بزدل بالکل ہی محروم ہوتا ہے، جیسے ہر بخیل، اللہ سے اعراض کرنے والا، اس کے ذکر سے غافل، اس کی ذات و اسماء و صفات اور اس کے دین سے بے خبر اور ماسوا اللہ کا گرفتار، اس دولت سے بے نصیب رہتا ہے، یہی عیش و سرور قبر میں جا کر باغ و بہار بن جاتا ہے، اور یہی دل تنگی اور انقباض وہاں پہونچ کر عذاب و جیل خانہ کی شکل میں نظر آتا ہے، انسان کا قبر میں وہی حال ہوگا، جو قلب کا سینہ میں یہاں حال ہے، یہاں کا عیش وہاں کا عیش، یہاں کا عذاب اور گرفتاری وہاں کا

عذاب اور گرفتاری، اور یہاں کی آزادی وہاں کی آزادی ہے، باقی عارضی طور پر اہلِ ایمان و یقین کو یہاں (کسی اتفاقی واقعہ یا خارجی سبب، فقر، مخالفت، امراض وغیرہ کی وجہ سے) جو ایک طبعی تکدر و انقباض حاصل ہوتا ہے، اور اہلِ کفر و غفلت کو (دولت و حکومت اور حیوانی لذتوں کی وجہ سے) جو وقتی سرور، لطف اور لذت حاصل ہوتی ہے، اس کا اعتبار نہیں، اعتبار اس کیفیت کا ہے، جو ملکہ بن جائے اور قلب میں دائمی طور پر پائی جائے، ایک سبب قلب کا ان صفات مذمومہ سے پاک و صاف ہونا ہے، جو دل کی تنگی اور قلبی تکلیف کا سبب ہوتی ہے، اور قلب کی شفاء اور عافیت سے مانع ہوتی ہے، انسان اگر شرحِ صدر کے اور اسباب پیدا کرے، اور ان اوصافِ مذمومہ کو قلب سے خارج نہ کرے تو اس کو شرحِ صدر کی دولت کا کوئی بڑا حصہ حاصل نہیں ہو سکتا، زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کے اندر دو مادے باقی رہیں گے جو وقتاً فوقتاً اس کے دل پر حملہ کرتے رہیں گے، ایک سبب یہ ہے کہ انسان غیر ضروری چیزوں کا دیکھنا، غیر ضروری کلام، غیر ضروری باتوں کا سننا اور بے فائدہ اور بے مقصد ملنا جلنا، کھانا پینا، سونا چھوڑ دے اس لئے کہ یہ زوائد قلب کے لئے آلام و مصائب بن جاتے ہیں جو اس کو تنگ اور منقبض کر دیتے ہیں، اور دل ان سے تکلیف پاتا ہے، دنیا اور آخرت کے عذاب کا بڑا حصہ انہی چیزوں کا نتیجہ ہے، سبحان اللہ جو شخص ان تمام وادیوں میں سرپٹ دوڑتا ہے، وہ کیسا بدحال، پراگندہ بال اور تنگ دل رہتا ہے، اس کے بالمقابل اس شخص کی خوشحالی اور خوش دلی کا کیا ٹھکانا ہے، جو خصائل محمودہ میں سے ہر خصلت سے متصف اور ان صفاتِ محمودہ کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھے، اسی گروہ کی شان میں "اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ" اور پہلے گروہ کی شان میں "وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ" وارد ہوا ہے، ان دونوں حالتوں کے درمیان بہت سے مراتب اور درجے ہیں، اور ان کے درمیان ایسا تفاوت ہے، جس کا صحیح اندازہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہر اس صفت میں جس سے شرح صدر، وسعتِ قلب، خنکی چشم اور حیاتِ روح حاصل ہوتی ہے، مخلوقات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خداوندی میں سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے، اسی کے ساتھ آپ کو حسّی و جسمانی طور پر بھی وہ شرح صدر حاصل تھا جس میں آپ کا کوئی شریک نہیں[1]، مخلوقات میں جو شخص آپ کا جتنا زیادہ پیرو ہوگا، اور اتباعِ نبوی کی جس میں جتنی زیادہ شان نمایاں ہوگی، اتنی ہی زیادہ اس کو شرح صدر، لذت و انبساط کی دولت حاصل ہوگی، آپ شرح صدر، رفع ذکر اور وضعِ وزر کے اعلیٰ ترین[2] مقام اور نقطۂ عروج و کمال پر فائز تھے، آپ کے پیروؤں اور متبعین کو آپ کی پیروی اور اتباع کے بقدر اس دولت سے حصہ ملتا رہے گا۔"[3]

مصنف نے اس کا بھی اہتمام کیا ہے کہ عبادات و ارکان و احکام کے مسائل بیان کرنے سے پہلے ان کی حکمت اور ان کے فوائد و اسرار بھی بیان کر دیں، اور اس سلسلہ میں انھوں نے بڑے جامع اور دلنشین طریقہ پر حکمت تشریع اور ان عبادات و ارکان کے حِکَم و فوائد اور ان کی تشریع کی تاریخ بیان کی ہے، اس کا ایک نمونہ یہاں پیش کیا جاتا ہے، صوم کے متعلق لکھتے ہیں :-

"صیام (روزہ) سے مقصود نفس کا خواہشات نفسانی سے روکنا اور ان چیزوں سے رکنے کی عادت پیدا کرنا ہے، جن کا انسان خوگر ہے، اور جن سے وہ مانوس ہے، اور اس کی قوتِ شہوانی میں اتنا اعتدال پیدا کر دینا جس سے اس کے اندر ان چیزوں کے حصول کا جذبہ پیدا ہو جو اس کے لئے باعثِ سعادت اور عیشِ جاودانی کا سبب ہیں، اور ان چیزوں کے قبول کرنے کا جن سے اس کی صفائی اور ترقی ہو، اور جن میں اس کی حیات ابدی ہے، نیز بھوک اور پیاس کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا کرنا ہے، روزہ خالی معدوں کی یاد تازہ کرتا ہے، اور تبلاتا ہے کہ ان مساکین اور فاقہ کشوں پر کیا گزرتی ہے،

---

[1] واضح رہے کہ یہ شرحِ صدر شقِ صدر کا ایک لازمی نتیجہ ہے، جس کو تمام محققین اہلِ سنت اور علمائے سیرت تسلیم کرتے ہیں، اور جس کا تذکرہ حافظ ابن قیم نے بھی زاد المعاد میں کیا ہے۔ [2] "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝" (کیا ہم نے نہیں کھول دیا، تمہارا سینہ، اور اتار دیا تم سے تمہارا بوجھ جس نے توڑی تھی پیٹھ تمہاری، اور اونچا کیا مذکور تمہارا) [3] صفحہ ۱۵۸ تا ۱۶۰ حصہ اول (نظامی) ملاحظہ ۱۵۶-۱۵۵ (میمنیہ مصر)

جن کو معدوں کی آگ بجھانے اور اپنے جگر کو ٹھنڈا کرنے کے لئے سامان نصیب نہیں، روزہ کھانے پینے پر پابندی عائد کرنے اور اس کے استعمال کو محدود کر دینے کے ذریعہ شیطان کو انسان کی زندگی میں تصرّف کرنے اور من مانی کارروائی کرنے سے روک دیتا ہے، اور انسان اس کی برکت سے اپنی طبیعت کا ایسا تابع فرمان نہیں رہ جاتا کہ ہر دم اس کی پیروی کرتا رہے، اور اپنے معاش و معاد کا کچھ خیال نہ کرے، وہ ہر عضو انسانی میں سکون پیدا کرتا ہے، بہیمی قوت اور سرکشی سے روکتا ہے، انسانی خواہشات کو لگام دیتا ہے، وہ متقین کی لگام، نفس و روح کی معرکہ آرائی میں زرہ، اور سپر اور ابرار و مقربین کی ریاضت ہے، انسان کے تمام اعمال میں وہ ربّ العالمین کا حصۂ خاص ہے، ایک روزہ دار کرتا کیا ہے؟ یہی کہ اپنی خواہش اور اپنا کھانا پینا اپنے معبود کی خاطر چھوڑ دیتا ہے، اس لئے روزہ اللہ کی رضا و محبت اور نفس کے محبوبات اور نفسانی لذتوں کے ترک اور ایک ایثار و قربانی کا نام ہے، اور وہ بندہ اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے، جس پر کوئی دوسرا مطلع نہیں ہو سکتا، دوسروں کو اس کا تو پتہ چل سکتا ہے کہ روزہ دار نے روزہ توڑنے والی چیزوں کو ترک کر دیا، لیکن یہ کہ روزہ دار نے کھانا پینا، اور اپنی خواہشات اپنے معبود کی خاطر چھوڑی ہیں، یہ ایک قلبی کیفیت ہے، اور بندہ کا ایک راز ہے، جس پر کوئی انسان مطلع نہیں ہو سکتا، اور یہی صوم کی حقیقت ہے، روزہ کو ظاہری جوارح اور باطنی قویٰ کی حفاظت میں عجیب دخل ہے، روزہ ان موادِ فاسدہ سے ایک پرہیز ہے، جو جب انسان پر پورا قبضہ اور استیلا حاصل کر لیتے ہیں تو اس میں فساد پیدا کر دیتے ہیں، اسی طرح وہ ان موادِ ردیہ کو خارج کرتا ہے، جو نفس کی صحت میں مخل ہیں، پس روزہ ایک ہی وقت میں قلب و جوارح کی صحت کی حفاظت بھی کرتا ہے، اور اس کی اس کھوئی ہوئی صحت کو بھی واپس لاتا ہے، جو خواہشات کے انہماک میں ضائع کر دی تھی، اس لئے وہ تقویٰ کا بہت بڑا معاون ہے، اور اسی لئے ارشاد ہے "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝"[1] (اے ایمان والو حکم ہوا تم پر روزہ کا جیسے حکم ہوا تھا تم سے اگلوں پر

---

[1] البقرہ-۱۸۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاید پرہیزگار بن جاؤ) اور اسی لئے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الصَّوْمُ جُنَّةٌ" (روزہ ایک ڈھال ہے) اور اسی لئے آپ نے ایسے شخص کو جس پر جنسی خواہش کا غلبہ ہو اور اس کو نکاح کی مقدرت نہ ہو روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے، روزہ کی مصلحتیں اور فوائد جب ایسے ظاہر و باہر ہیں کہ عقل سلیم اور فطرت مستقیم ان کا بآسانی مشاہدہ و احساس کر سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنے بندوں کے لئے رحمت و احسان اور ایک پرہیزاور محافظ و پہرے دار کی حیثیت سے مشروع فرمایا، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا طریق عمل اس کے بارے میں بہترین اور مکمل ترین طریق عمل ہے، جو ایک طرف سب سے زیادہ سہل، دوسری طرف حصول مقصد کا سب سے بہتر ذریعہ ہے، چونکہ نفوس انسانی کا اپنے مالوفات و مرغوبات سے رکنا ایک بڑا دشوار کام ہے، اس لئے اس کی فرضیت میں جلدی نہیں کی گئی، بلکہ ہجرت کے بعد وسطِ اسلام میں اس کی فرضیت نازل ہوئی، جب کہ طبیعتیں توحید و نماز کی خوگر اور احکامِ قرآنی سے بخوبی مانوس ہوگئی تھیں، روزہ کی فرضیت ۲ سنہ ہجری میں ہوئی، اس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں نو[9] ایسے رمضان آئے جن میں آپ نے روزہ رکھا، اور اس کی فرضیت میں بھی تدریج و تیسیر سے کام لیا گیا، پہلے وہ اس طرح فرض ہوا کہ مسلمان کو اس کا اختیار تھا کہ چاہے وہ روزہ رکھے، چاہے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے، پھر یہ اختیاری حالت جاتی رہی، اور روزہ قطعی طور پر فرض ہو گیا، اور فدیہ کا حکم صرف ایسے بوڑھے اور عورت کے لئے رہا جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے، یہ دونوں روزہ چھوڑ سکتے ہیں، اور ہر دن کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے ہیں[1]، مریض و مسافر کے لئے اس کی اجازت دی گئی کہ روزہ نہ رکھیں اور قضا کر لیں، اور حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کے لئے بھی رخصت ہے، اگر ان کو اپنے یا اپنے بچہ کی جان کا اندیشہ ہو[2]"

کتاب کا معرکۃ الآرا حصہ اور مصنف کے علمی تبحر، وسعتِ نظر اور استحضار کا روشن ثبوت ثبوت حج کا باب ہے،

[1] تفصیلات و جزئیات کے لئے ملاحظہ ہوں کتب فقہ۔ [2] ص ۱۶۰-۱۶۱ نظامی

حج اور اس کے متعلقات اور حج نبوی اور اس کے احکام کے متعلق ایسی محققانہ مبسوط بحث اور ایسا بڑا علمی ذخیرہ کسی اور کتاب میں اس کوتاہ نظر کی نظر سے نہیں گزرا، یہ حصہ مصری ایڈیشن کے صفحہ ۱۸۰ سے صفحہ ۳۴۹ تک یعنی ۶۹ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اس سلسلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کی مفصل کیفیت اور مدینہ کے خروج سے لے کر واپسی تک کی مفصل و مسلسل روداد سفر پیش کر دی ہے، اور وہ حدیث کے مختلف ذخیروں کا خلاصہ اور روایات صحیحہ اور جزئیات مختلفہ کا بہترین مجموعہ ہے[1]، اس باب میں انھوں نے حج کے بہت سے اختلافی مباحث اور مختلف فیہ مسائل پر روشنی ڈالی ہے اور حدیث کی روشنی میں آزادانہ اور مجتہدانہ فیصلہ کیا ہے، اس میں وہ کسی ایک مذہب فقہی کے پابند نہیں معلوم ہوتے، مثلاً باوجود حنبلی ہونے کے وہ بڑے مدلل طریقہ پر ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ مفرد تھے، نہ متمتع، بلکہ قارن تھے[2]، پھر آپ کے حج قران کی کیفیت میں متقدمین و متاخرین سے جو اختلافات اور اغلاط واقع ہوئے ہیں ان کی نشاندہی کرتے ہیں، اور ان کا ماخذ اور عذر لکھتے ہیں[3]، نیز اکابر علماء کو حج نبوی کے بارے میں زمانہ قدیم و جدید میں جو اوہام پیش آئے ہیں، اور بڑے بڑے محققین و علمائے متبحرین کو جو غلط فہمیاں واقع ہوئی ہیں، ان کو ظاہر کیا ہے، اور تحقیقی بات لکھی ہے، اس سلسلہ میں تابعین میں سے طاؤس، متقدمین میں سے طبری اور ائمہ متاخرین میں سے قاضی عیاض اور علامہ ابن حزم جیسے اساطین علم، اور مشاہیر رجال کی غلط فہمیوں اور اوہام کو ظاہر کیا ہے[4]، اس سے ان کے رسوخ فی العلم اور حیرت انگیز علمی تبحر کا اندازہ ہوتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ محض حج کا باب اس کتاب کی عظمت اور اس کے مصنف کی امامت اور جلالتِ قدر کے ثبوت کے لئے کافی ہے، کتاب میں حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اور اپنے شیخ کے مذاق اور اپنی تحقیق اور وسعتِ نظر کے مقام کے مطابق کلامی مباحث اور عقائد پر بھی جا بجا گفتگو کی ہے، اور روحِ شریعت کی صحیح ترجمانی کی کوشش کی ہے، اس سلسلہ میں توکل کی حقیقت اور توسل بالاسباب کے بارہ میں انھوں نے جو محققانہ بحث کی ہے، وہ دیکھنے کے قابل ہے[5]۔

[1] ملاحظہ ہو ص ۲۲۶ تا ۲۴۶ (نظامی) [2] ص ۱۸۵ تا ۱۹۰ (نظامی) [3] ص ۱۹۸ تا ۲۰۴ (نظامی) [4] ملاحظہ ہو فصل فی الاوہام ص ۲۴۹ تا ۲۵۱ (نظامی) [5] ملاحظہ ہو ص ۲۶۴ تا ۲۶۶ (نظامی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزواتِ نبوی کا بیان شروع کرنے سے پہلے انھوں نے حقیقت جہاد اور مراتب جہاد پر حسب عادت محققانہ اور عارفانہ کلام کیا ہے[1]، پھر دعوتِ اسلام کی ابتداء، مکہ معظمہ کے حالات اور ہجرت مدینہ اور جہاد کی فرضیت اور جہاد مال غنیمت، صلح و امان، جزیہ اور معاملہ اہل کتاب و منافقین کے احکام تفصیل سے لکھے ہیں[2]، جہاد کی مشروعیت اور فرضیت کے ذکر کرنے کے موقع پر انھوں نے جنت کی حقیقت اور اس کے مقابلہ میں جان کے بے قیمت ہونے کا تذکرہ بڑے ولولہ انگیز اور دل آویز طریقہ پر کیا ہے، اور وہ ان کے زورِ تحریر اور قوتِ ایمانی کا بہت اچھا نمونہ ہے، وہ لکھتے ہیں :-

"محبت اور جنت کا مہر یہ ہے کہ نفس و مال کو نفس و مال کے اس مالک کی راہ میں خرچ کر دیا جائے، جو ان دونوں کو اہلِ ایمان سے خرید چکا ہے، کسی بزدل، ناقدر و معرض تہی دست و بے بضاعت کا کیا جگر و حوصلہ کہ اس سودے کا مول تول کرے، قسم بخدا وہ کوئی ایسا گرا پڑا سودا نہیں کہ مفلس و فقیر اس کا مول تول کرنے لگیں اور نہ اس کی ایسی کساد بازاری ہے کہ تنگ دست اس کو قرض لینے کی خواہش کریں، یہ سودا قدر دانوں کے بازار میں فروخت کے لئے پیش کیا گیا تو مالک جان سے کم قیمت پر اس کو فروخت کرنے پر آمادہ نہیں ہوا، بیکار اور باتیں بنانے والے یہ سن کر پیچھے ہٹ گئے، اور عشاق یہ دیکھنے کے لئے آگے بڑھے کہ کس کی جان اس کی قیمت ہو سکتی ہے، سودا برابر گردش میں رہا اور آخر کار ان لوگوں کے ہاتھوں میں جا کر ٹھہر گیا جو مومنین کے حق میں نرم اور کافروں کے حق میں سخت تھے، جب محبت کے مدعیوں کی کثرت ہوئی تو دعوی کی صحت پر ان سے دلیل مانگی گئی، اس لئے کہ اگر ہر شخص کا دعوی تسلیم کر لیا جائے تو عاشق و مدعی میں اور غمزدہ اور بہروپیے میں کوئی فرق نہ رہ جائے، مدعیوں نے مختلف قسم کی گواہیاں پیش کیں، کہا گیا کہ یہ دعوی ثبوت کے بغیر قبول نہیں کیا جا سکتا" قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[3]" (اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا تمہارا محب بن جائے گا) یہ سن کر سب پیچھے ہٹ گئے، اور وہی لوگ اپنی جگہ پر قائم رہے جو تمام اقوال و افعال عادات و اخلاق میں رسول کے سچے پیرو تھے، اب ان سے

[1] ص ۲۹۱ تا ۲۹۴ (نظامی)
[2] ص ۲۹۵ تا ۳۳۲ (نظامی)
[3] آل عمران - ۳۱

ثبوت کے صحیح ہونے کا مطالبہ کیا گیا اور کہا گیا کہ اس ثبوت کی صحت و عدالت اس وقت تک تسلیم نہیں کی جا سکتی جب تک کہ وہ لوگ اس کا تزکیہ اور تصدیق نہ کریں جن کی شان میں ہے "يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ" (اللہ کے راستہ میں ہر طرح کی کوششیں کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے) یہ سن کر محبت کے اکثر مدعی پیچھے ہٹ گئے، اور مجاہدین قائم رہے، ان سے کہا گیا کہ عشاق کی جانیں اور ان کے مال ان کی ملک نہیں پس جس چیز کا سودا ہو گیا اس کو حوالہ کرو "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ" (بیشک اللہ تعالیٰ مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید چکا ہے، اس قیمت پر کہ ان کو جنت ملے گی) اور جب بائع و مشتری میں بیع و شراء ہو جائے تو ایک کے لئے مال کی سپردگی، اور دوسرے کے لئے قیمت کی حوالگی ضروری ہے، جب تاجروں نے خریدار کی عظمت و قیمت کی مقدار اور جس کے ہاتھ پر یہ سودا ہوا ہے، اس کی عظمت و شان اور اس کتاب کی حیثیت دیکھی جس میں کہ اس معاملہ کا ذکر ہے تو سمجھ گئے کہ یہ مال بڑی عظمت و شان والا ہے، اس وقت انھوں نے اس میں بڑا نقصان اور گھاٹا سمجھا کہ اس کو وہ اونے پونے چند ایسے سکوں میں بیچ ڈالیں جن کی لذت فانی اور جن کی حسرت اور وبال باقی ہے، اس لئے ایسا کرنے والا بڑا نادان اور کوتاہ نظر ہے، اس وقت انھوں نے خریدار کے ساتھ اپنی رضا و اختیار سے بغیر ثبوت خیار کے بیعت رضوان کا معاملہ کیا، اور انھوں نے کہا کہ بخدا نہ ہم یہ قیمت واپس لیں گے اور نہ ہم اس سے اس بیع کو فسخ کرنے کی درخواست کریں گے، جب یہ بیع و شرا مکمل ہو گئی، اور انھوں نے جنس حوالہ کر دی تو ان سے کہا گیا کہ تمہاری جانیں اور تمہارے مال ہمارے ہو چکے، اور ہم اب ان کو بہت بڑھا کر اور کئی گنا بنا کر تمہاری طرف واپس کرتے ہیں۔

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ[1]" (اور ان لوگوں کو جو اللہ کے راستہ میں مارے گئے، مردہ تصور نہ کرو، وہ تو اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں، ان کو

[1] آل عمران - ۱۶۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رزق دیا جاتا ہے) ہم نے تم سے تمہاری جانیں اور تمہارے مال نفع کی لالچ میں نہیں طلب کئے تھے، بلکہ ہمارے جود وکرم کا اظہار ہو کہ ہم کس طرح عیب دار چیز کو قبول کر کے اس پر بڑی سے بڑی قیمت دیتے ہیں، ہم نے تمہاری قیمت اور مال دونوں جمع کر دیئے اس موقع پر حضرت جابرؓ کا قصہ یاد کرو کہ ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اونٹ خریدا پھر ان کو پوری پوری قیمت دی، اور اس قیمت میں اضافہ کیا، پھر وہ اونٹ بھی واپس دے دیا، ان کے والد غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس معاملہ سے ان کی توجہ اس طرف ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کے والد کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ کیا، چنانچہ آنحضرتؐ نے ان کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا، اور ان سے بلا حجاب گفتگو کی، اور کہا کہ اے میرے بندہ مجھ سے مانگ جو کچھ مانگنا ہے، خدا کے جود وکرم تک انسان کا علم کیا پہونچ سکتا ہے، اس نے مال بھی دیا، قیمت بھی دی، اور اس بیع وشراء کے معاملہ کے تکمیل کی توفیق بھی عطا فرمائی اور اس مال کو اس کے عیب ونقص کے باوجود قبول بھی فرمایا، اس پر بڑی سے بڑی قیمت عطا فرمائی، اور اپنے بندہ کو اس نے اپنے ہی دیئے ہوئے مال سے خرید لیا، اور پھر اس کی تعریف بھی کی، اور باوجود اس کے کہ خود ہی توفیق دی تھی، اس کی مدح فرمائی۔

خدا کے داعی نے خدا کی طرف اور دار السلام (جنت) کی طرف غیرت مندوں اور عالی ہمتوں کو بلایا، اور ایمان کے منادی نے کان رکھنے والوں کو سنایا، اور ہر زندہ ضمیر کو گرمایا، جنت کے مسافروں اور رضائے الٰہی کے طالبوں میں ایک صدائے رحیل بلند ہوئی، اور ایک ہنگامۂ رستخیز برپا ہو گیا، اور لوگوں کو منزل پر پہونچے بغیر قرار نہ آیا[1]، اور کیوں نہ ہو؟ شاعر نے کہا ہے ؎

جان کی قیمت دیارِ عشق میں ہے کوئے دوست
اس نویدِ جانفزا سے سر و بالِ دوش ہے

[1] ملاحظہ ہو ص ۳۱۱ و ۳۱۲ (نظامی)

اس کے بعد انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور بعوث اور مہمات ترتیب وتسلسل کے ساتھ پیش کئے ہیں، پھر وہ چونکہ حدیث وسیرت پر بیک وقت نظر رکھتے ہیں، اور مورخ سے زیادہ نقاد ومحدث ہیں، اس لئے ان کے کتاب کا یہ حصہ سیرت کی دوسری کتابوں پر فوقیت رکھتا ہے، اختلافی چیزوں میں ان کا قول قولِ فیصل کا حکم رکھتا ہے، ان مغازی اور واقعات کے سلسلہ میں وہ اپنے طرز خاص کے ساتھ آیات کی تفسیر اور ان کے لطائف واسرار بھی بیان کرتے جاتے ہیں[1]، غزوات کا ذکر کرنے کے بعد ان کا معمول ہے کہ اس غزوہ کے متعلق جتنے فقہی احکام ہوتے ہیں، یا اس سے جو مسائل واحکام استنباط کئے جا سکتے ہیں، ان سب کا تذکرہ کر دیتے ہیں، مثلاً غزوۂ خیبر کے بعد انھوں نے مستقل فصل لکھی "فیما کان فی غزوۃ خیبر من الاحکام الفقہیۃ"[2]، غزوۂ فتح کے بعد لکھتے ہیں: "فصل فی اشارۃ الی ما فی ھذہ الغزوۃ من الفقہ واللطائف"[3]، غزوۂ حنین واوطاس کے بعد لکھا ہے "فصل" الی اشارۃ ما تضمنت ھذہ الغزوۃ من المسائل الفقہیۃ والنکت الحکمیۃ"[4] وغیرہ وغیرہ ان میں وہ بہت قیمتی فقہی مواد جمع کر دیتے ہیں۔

ان غزوات وواقعات میں وہ متقدمین اہلِ سیر ومغازی کے مقلد وناقل محض نہیں ہیں، انھوں نے بعض مواقع پر بعض مشہور باتوں سے اختلاف کیا ہے، اور اپنے ذاتی مطالعہ اور فہم سے اپنی ذاتی تحقیق پیش کی ہے، مثلاً عام طور پر کتب سیر وتاریخ میں نقل ہوتا چلا آرہا ہے، اور سمجھا جاتا رہا ہے کہ انصاری بچیوں اور عورتوں کے خیر مقدمی اشعار ؎

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا — جئت بالامر المطاع

اس موقع پر پڑھے گئے تھے، جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں داخل ہو رہے تھے، مگر ان کو اس سے اختلاف ہے، ان کی تحقیق یہ ہے کہ یہ اشعار غزوۂ تبوک (جو شام کی جانب ہے)

[1] ص ۳۵۲ (نظامی) [2] ص ۳۹۱ [3] ص ۴۰۰ [4] ص ۴۳۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے واپسی کے موقع پر پڑھے گئے، وہ لکھتے ہیں:۔

وبعض الرواة يهم في هذا ويقول انما كان ذلك عند مقدمه للمدينة من مكة وهو وهم ظاهر فان ثنيات الوداع انما هي من ناحية الشام لا يراها القادم من مكة الى المدينة ولا يمر بها الا اذا توجه الى الشام۔[1]

بعض راویوں کو اس بارہ میں غلط فہمی ہوگئی ہے کہ یہ اشعار آپ کے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تشریف آوری کے موقع پر پڑھے گئے یہ ایک کھلا ہوا مغالطہ ہے اس لئے کہ ثنیات الوداع شام کی جانب ہے، مکہ سے آنے والا اس کو نہیں دیکھ سکتا، اور جب تک کہ شام کی طرف اس کا رخ نہ ہو، وہ ان کے پاس سے نہیں گزرتا۔

غزوۂ تبوک کے بعد بھی انھوں نے اس کے احکام و فوائد تفصیل سے لکھے ہیں، اور ان میں بہت سی کارآمد باتیں، فقہی معلومات، لطیف استنباطات اور اجتماعی اور تمدنی احکام آگئے ہیں[2] مغازی و بعوث سے فارغ ہو کر انھوں نے وفودِ عرب کی تفصیل سے بیان کی ہے[3] اور آپ کے وفود و مکاتیب کا تذکرہ کیا ہے، جو آپ نے شاہانِ عالم اور امرائے عرب کو بھیجے تھے[4]۔

کتاب کی جلد ثانی کا ایک بڑا حصہ طبِ نبوی سے مخصوص ہے، اس میں انھوں نے طبِ نبوی کے اسرار و حکم اور ان کی طبی توجیہات پیش کی ہیں، اس میں احکام طبیہ، احکام فقہیہ اور مباحثِ حدیثیہ ساتھ ساتھ ہیں[5]، اس سلسلہ میں انھوں نے ایک بڑی محنت یہ کی ہے کہ حروف تہجی کے اعتبار سے ان تمام ادویہ و اغذیہ اور مفردات کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے، جن کے بارے میں کوئی صحیح یا ضعیف یا موضوع حدیث بیان کی جاتی ہے، اور ان پر طبی حیثیت سے کلام کیا ہے، اور ان کے خواص بیان کئے ہیں[6]، امراض و معالجات میں جہاں انھوں نے عشق و محبت کے مرض و علاج، محبت کی حقیقت اور اس کے طبعی اسباب، اس کے اقسام و درجات، پھر اس کے علاج و تدبیر کا تذکرہ کیا ہے، وہاں ان کی نفسیات سے گہری واقفیت، زندگی کے وسیع مطالعہ اور امراضِ قلب سے آگاہی کا اندازہ ہوتا ہے[7]، اس طب نبوی

[1] ص ۴۶۶/۱ (نظامی) [2] ملاحظہ ہو فصل فی الاشارۃ الی بعض ما تضمنتہ ہذہ الغزوۃ من الفقہ والفوائد ص ۴۶۹ تا ۴۸۲ (نظامی)

[3] ایضاً ص ۴۸۳ تا ۵۱۸ [4] ایضاً ص ۵۱۸، ص ۲-۱۴۱/۲ [5] ملاحظہ ہو ص ۲-۱۴۱/۲ [6] ص ۹۸/۲ [7] ص ۹۲-۹۷/۲

کے بارہ میں اگرچہ نکتہ کی بات وہی معلوم ہوتی ہے، جو شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھی ہے کہ اس کی حیثیت تبلیغی و تشریعی نہیں ہے، اور وہ آپ کے اور اہلِ عرب کے تجارب و عادات پر مبنی ہے[1]، تاہم ان لوگوں کے لئے جو ہر ارشاد نبوی کو عظمت و محبت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہر مشورہ پر یقین و محبت کے ساتھ عمل کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں، بیش قیمت مواد یکجا جمع ہو گیا ہے۔

اس حصہ سے فارغ ہو کر انھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں اور آپ کے اقضیہ و احکام کی طرف توجہ کی ہے، اس میں مختلف ابواب فقہیہ و معاملات پر ایک بڑا وسیع اور بیش قیمت ذخیرہ جمع کر دیا ہے، اور گویا فقہ کی ایسی کتاب مرتب کر دی ہے، جو احادیث اور احکام و اقضیۂ نبوی پر مبنی ہے[2]، ان ابواب و فصول کے علاوہ اس کتاب میں بہت سے بیش قیمت تفسیری، نحوی، تاریخی، کلامی لطائف و نکات و تحقیقات ہیں، جو اس ایک ہزار صفحہ کی کتاب میں منتشر و متفرق ہیں۔

اس کتاب کا قابل تنقید پہلو صرف یہ ہے کہ اس میں سیرت، حدیث، فقہ، تاریخ، کلام، نحو و صرف اور تقریباً تمام علومِ اسلامیہ مخلوط ہیں، اور غالباً اس کتاب کی تالیف کے وقت ان پر ان کے شیخ کی نسبت غالب تھی، اس لئے وہ ذرا سی مناسبت سے کسی نحوی، کلامی مسئلہ کو چھیڑ دیتے ہیں، اور پھر پورے شرح و بسط کے ساتھ اس پر کلام کرتے ہیں، اگر اس میں سے سیرت و شمائل کو علیحدہ، مغازی و اہم واقعات کو علیحدہ، فقہ و احکام کو علیحدہ اور نحوی مباحث کو علیحدہ درج کر دیا جائے تو اس سے استفادہ آسان ہو جائے[3]، لیکن اس کے باوجود وہ اسلام کی ان اہم تصنیفات میں سے ہے، جو ایک پورے کتب خانہ کی قائم مقام، اور اس کا وجود ایک متبحر و محقق کثیر الفنون عالم کی موجودگی کے مرادف ہے، اور اس سے ہزاروں طالبینِ راہِ خدا متبعینِ سنت نے دینی رہنمائی اور روحانی غذا اور ایمانی حلاوت پائی۔

[1] حجۃ اللہ البالغہ باب بیان اقسام علوم النبی صلے اللہ علیہ وسلم ص ۱۰۲ جلد اول مصری [2] ص ۱۴۲/۲ تا آخر کتاب [3] راقم سطور نے ۴۷ء میں مدینہ طیبہ کے قیام کے دوران میں اس کی تجرید و تلخیص کا کام "خیر الزاد" کے نام سے شروع کیا تھا، افسوس ہے کہ وہ ناتمام رہ گیا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن عبدالہادی

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ کے ان تلامذہ و منتسبین میں جن کو حدیث و سنت پر حیرت انگیز عبور تھا، اور جن کی عمر کا بیشتر حصہ علومِ سنت کی اشاعت اور خدمت اور اصلاح و دعوت میں گزرا حافظ ابن قیم کے علاوہ ابنِ عبدالہادی، ابنِ کثیر اور ابنِ رجب خاص امتیاز اور شہرت رکھتے ہیں۔

ابن عبدالہادی نے چالیس[۴۰] سال سے کم عمر پائی، اہلِ سیر و سوانح کا اندازہ ہے کہ اگر ان کی عمر وفا کرتی تو وہ اکابر اہلِ عصر میں سے ہوتے، اور بڑے بڑوں سے بھی سبقت لے جاتے، صفدی کا قول ہے "لو عاش لکان آیۃ" (اگر زندہ رہتے تو عجائبِ روزگار میں سے ہوتے) علامہ ذہبی نے "معجم" میں ان کو ان الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے:۔

ھُوَ الفقیہ البارعُ المقرئُ المجوّد المحدث	وہ بڑے ماہر فقیہ، بہت اچھے قاری، محدث، حافظ
الحافظ النحوی الحاذق، ذُوالفُنُون	مبصر نحوی، صاحبِ علوم و فنون ہیں، انھوں نے مجھ سے
کتب عَنّی واستفدت مِنہٗ۔[۱]	حدیث سنی اور کتابت کی اور میں نے بھی ان سے استفادہ کیا۔

علامۂ وقت ابوالحجاج المزّی کا ان کے متعلق اعتراف ہے:۔

ما التقیتُ بہ الا واستفدت منہ۔[۲]	جب کبھی ان سے ملنا ہوتا کوئی نہ کوئی فائدہ حاصل ہوتا۔

۱؎ الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۳۲۲ ۲؎ ایضاً ج ۳ ص ۳۲۲

یہی الفاظ علامۂ ذہبی سے بھی منقول ہیں[۱]، صفدی کہتے ہیں:۔

کنتُ اذا لقیتُہٗ سألتُہٗ عن مسائل	میری جب ان سے ملاقات ہوتی تو میں ان سے
ادبیۃ وفوائد عربیۃ	مسائلِ ادبیہ اور عربیت کے متعلق علمی سوالات
فینحدر کالسّیل۔[۲]	کرتا اور وہ سیلاب کی طرح رواں ہو جاتے۔

حافظ ابنِ کثیر (صاحبِ تاریخ و تفسیر) ان الفاظ میں ان کا تذکرہ کرتے ہیں:۔

حصّل من العلوم مالا یبلغہٗ الشیوخ	انھوں نے وہ علمی درجہ حاصل کیا جس تک بڑے بڑے
الکبار وتفنن فی الحدیث والنحو	معمّر علماء و اساتذہ عام طور پر نہیں پہونچتے، حدیث
والتصریف والفقہ والتفسیر والاصلین	نحو، صرف، فقہ، تفسیر، اصولِ فقہ، اصولِ حدیث
والتاریخ والقرءات، ولہٗ مجامیع	تاریخ، قرأت تمام علوم میں ان کو کمال تھا، ان کے
وتالیفُ مفیدۃٌ کثیرۃٌ وکان	بہت سے مفید مجموعے اور تصنیفات ہیں، وہ اسمائے
حافظاً جیداً لأسماء الرجال وطرقِ	رجال و طرقِ حدیث کے بہت اچھے حافظ، جرح
الحدیث عارفاً بالجرح والتعدیل مُبصّراً	و تعدیل کے فن سے خوب واقف، عللِ حدیث کے
بعلل الحدیث حسن الفہم لہٗ جید	مبصر اور اس کی بہت اچھی سمجھ رکھنے والے تھے
المذاکرۃ صحیح الذھن مستقیماً علیٰ	علماء کے ساتھ بہت اچھے طریقہ پر علمی مذاکرہ
طریقۃ السّلفِ واتّباع الکتاب والسّنّۃ	کرتے، ذہن نہایت سلیم تھا، طریقۂ سلف پر
مثابراً علیٰ فعل الخیرات۔[۳]	اللہ تعالیٰ نے ان کو استقامت عطا فرمائی تھی،
	اور کتاب و سنت کے اتباع کی توفیق دی تھی،
	اعمالِ صالحہ پر صبر و ثبات سے قائم رہے۔

۱؎ الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۳۳۲ ۲؎ ایضاً ۳؎ البدایۃ والنہایہ ج ۱۴ ص ۲۱۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر حالات

شمس الدین محمد نام، العماد لقب، ابوعبداللہ اور ابوالعباس کنیت، عام طور پر ابن عبدالہادی کے نام سے مشہور ہیں، سلسلۂ نسب اس طرح ہے، محمد بن احمد بن عبدالہادی بن عبدالحمید بن عبدالہادی ابن یوسف بن محمد بن قدامہ، خاندان کا اصل وطن بیت المقدس تھا، پھر وہ دمشق منتقل ہوا، اور دمشق میں محلہ صالحیہ میں قیام اختیار کیا، جہاں ابن عبدالہادی کی ۷۰۴ھ میں پیدائش ہوئی[1]، مختلف روایات سے قرآن مجید کی قرآت حاصل کی، حدیث اور درسی کتابوں کا بڑا حصہ قاضی ابوالفضل سلیمان ابن حمزہ ابوبکر بن عبدالدائم، عیسیٰ بن مطعم حجار، زینب بنت الکمال اور بہت سے اساتذہ اور علماء سے حاصل کیا، حدیث اور فنونِ حدیث سے خاص طور پر اشتغال کیا، اور فنِ رجال اور علل حدیث میں خاص مہارت اور بصیرت پیدا کی، اور مذاہب میں تفقہ حاصل کیا، اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ اور علومِ عربیہ میں بھی دستگاہِ کامل تھی، ابن رجب لکھتے ہیں :-

ولازم الشیخ تقی الدین ابن تیمیہ مدۃ	شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی صحبت میں عرصہ تک
وقرأ علیہ قطعۃ من الاربعین فی	رہے، اور ان سے رازی کی کتاب "الاربعین فی
أصول الدین للرازی۔	اصول الدین" کا ایک حصہ پڑھا۔

فقہ میں ان کے خاص استاد شیخ نجم الدین حرّانی تھے، مشہور محدث و عالمِ رجال اور اپنے زمانہ کے عالم حدیث و رجال حافظ ابوالحجاج المزی کی صحبت میں دس برس رہے، علامہ ذہبی سے بھی تحصیل علم کی، اور علامۂ موصوف نے رجال و علل اور علوم میں ان کی مہارت اور تفوق کا اعتراف کیا، حسینی کے بیان کے مطابق عرصہ تک مدرسہ صدریہ و ضیائیہ میں درس دیا، اور صدر مدرس رہے[2]۔

[1] ابن رجب، ابن کثیر میں ۷۰۵ھ سنہ ولادت ہے۔ [2] الدرر الکامنہ ج ۳ ص ۳۳۲

ان کے معاصر ابن کثیر ان کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ تین مہینے کے قریب پھوڑے اور سل کے بخار میں بیمار رہے، یہ تکلیف بہت بڑھ گئی، اور اسہال کی شدت ہوئی آخر بدھ کے روز، ۱۲ جمادی الاولیٰ ۷۴۴ھ میں عصر کی اذان سے پہلے انتقال کیا، ابن کثیر کہتے ہیں کہ ان کے والد نے مجھے بتلایا کہ آخری الفاظ جو ان کی زبان پر جاری ہوئے، وہ یہ تھے "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ"، اگلے روز جمعرات کے دن جامع مظفری میں ان کی نماز جنازہ ہوئی جس میں شہر کے قضاۃ، اعیان و مشاہیر علماء و حکام اور تجار و عوام سب شریک ہوئے، ابن کثیر لکھتے ہیں :-

وکانت جنازتہ حافلۃ ملیحۃ علیہا	ان کے جنازہ میں بڑا اژدحام اور ایک خاص
ضوءٌ ونورٌ۔	طرح کی نورانیت اور رونق تھی۔

روضہ میں السیف بن المجد کے پہلو میں دفن ہوئے[1]۔

تصنیفات

علامہ ابن عبدالہادی نے کم عمر پانے کے باوجود تصانیف کی ایک بڑی تعداد یادگار چھوڑی جو ضخامت اور صفحات کی تعداد کے لحاظ سے بھی اہمیت رکھتی ہیں، اور حسنِ تصنیف اور مواد کے لحاظ سے بھی[2]، ان میں سے متعدد کئی کئی جلدوں میں ہیں، حافظ ابنِ رجب نے ذیل طبقات الحنابلہ میں جن تصانیف کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے زیادہ اہم تصنیفات کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے "الاحکام الکبریٰ" ۷ جلد "المحرر فی الاحکام ایک جلد" "کتاب العمدۃ فی الحفاظ دو جلدیں" "تعلیقۃ للثقات دو جلدیں" "احادیث الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جلد" "الاعلام فی ذکر مشائخ الائمۃ الاعلام" "اصحاب الکتب الستۃ"

[1] البدایۃ والنہایۃ ص ۲۱۰ ج ۱۴ [2] اس بارے میں ان کو ہندوستان کے مشہور و مقبول عالم و مصنف مولانا عبدالحی لکھنوی سے مشابہت ہے جنھوں نے صرف ۳۹ سال عمر پائی اور تصانیف کا ایک بڑا اور مفید ذخیرہ یادگار چھوڑا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعدد اجزاء، ایک ضخیم کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بارہ میں، تعلیقۃ علی سنن البیہقی ۲ جلدیں، ترجمۃ الشیخ تقی الدین ابن تیمیہ ایک جلد، منتقی من تہذیب الکمال للمزی پانچ جلدیں، منتخب من مسند الامام احمد ۲ جلدیں، منتخب من البیہقی، منتخب من سنن ابی داؤد، شرح الفیہ لابن مالک ایک جلد، امام ذہبی کی تصانیف پر تنقید و تعقُّبات متعدد اجزاء، الرد علی ابی حیّان النحوی، اس کے علاوہ مختلف تعلیقات اور مختلف احادیث کے بارہ میں مستقل رسائل جن کی فہرست طویل ہے، علامہ تقی الدین ابن السبکی نے مسئلہ زیارت پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تردید میں جب "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام" کتاب لکھی تو علامہ ابن عبدالہادی نے الصارم المنکی فی الرد علی السبکی کے نام سے اس کا ناقدانہ و محدثانہ جواب لکھا جو ان کی علمی فضیلت اور حدیث و رجال پر وسعتِ نظر کا گواہ ہے۔[1]

---

[1] یہ کتاب پہلی بار ۱۳۱۹ھ ہجری میں مطبع خیریہ مصر میں شائع ہوئی۔

ابنِ کثیر

عماد الدین اسماعیل بن عمر نام، ابو الفداء کنیت، ابن کثیر کے نام سے شہرت پائی، قیسی الاصل تھے، شہر بُصریٰ (شام) کے نواح میں مَجدَل گاؤں جہاں ان کے والد خطیب تھے، ۷۰۱ھ میں پیدا ہوئے، ۷۰۶ھ میں دمشق اپنے والد کے ساتھ منتقل ہوئے، شیخ برہان الدین الفزاری وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، ابن السویدی، ابوالقاسم بن عساکر اور دوسرے شیوخ حدیث سے حدیث کی سماعت و روایت کی، علامہ مِزّی سے تلمذ خاص تھا، اور ان کی دامادی کا شرف بھی حاصل تھا، بکثرت ان سے روایتیں ہیں، فتویٰ، تدریس، مناظرہ سے اشتغال رہا، فقہ، تفسیر اور نحو میں خاص دستگاہ تھی، رجال و علل حدیث میں نظر وسیع اور دقیق تھی، مدرسہ ام الصالح میں مدرس رہے اور علامہ ذہبی کے انتقال کے بعد مدرسہ تنکزیہ میں بھی درس دیا، علامہ ذہبی کے ان کے متعلق الفاظ ہیں:۔

هُوَ فَقِيهٌ مُتقِنٌ وَمُحدِّثٌ مُحَقِّقٌ وَمُفَسِّرٌ نَقَّادٌ وَلَهُ تَصَانِيفُ مُفِيدَةٌ۔	وہ پختہ کار فقیہ، محقق محدث اور نقاد مفسر ہیں اور مفید تصانیف رکھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:۔

کَانَ کثیرَ الاستحضار وسارت تصانیفہ فی البلاد فی حیاتہ وانتفع بہ الناس	بڑے حاضر العلم، کثیر المحفوظات تھے، ان کی تصانیف ان کی زندگی ہی میں ملکوں میں پھیل گئی تھیں اور لوگوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد وفاتہ۔ نے ان کی وفات کے بعد بھی ان سے فائدہ اٹھایا۔

باوجود شافعی ہونے کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بڑے گرویدہ اور ان کی عظمت و امامت کے قائل تھے ان سے تلمذ بھی ہے، ابن حجر کہتے ہیں "اَخذ عَن ابن تیمیۃ ففُتِنَ بحبہ وامتُحِنَ بسببہٖ" البدایۃ والنہایۃ میں ان کے حالات و واقعات زندگی بڑی تفصیل اور شغف و اہتمام سے لکھے ہیں، اور ان کی طرف سے پوری مدافعت کی ہے، ہماری کتاب میں شیخ الاسلام کے حالات و واقعاتِ زندگی کا بڑا حصہ اسی کتاب سے ماخوذ ہے، تصانیف میں سے التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہیل پانچ جلدوں میں، اور الھدی والسنن فی احادیث المسانید والسنن، تخریج ادلۃ التنبیہ، مسند الشیخین، علوم الحدیث، طبقات الشافعیہ، وغیرہ ان کی تصانیف ہیں، احکام میں ایک مبسوط کتاب لکھنی شروع کی تھی، لیکن مکمل نہیں ہوئی، مسند امام احمدؒ کو حروف پر مرتب کیا، اور اس میں طبرانی اور ابو یعلی کے زوائد بھی شامل کر دیئے لیکن ان کا اصلی تصنیفی کارنامہ دو کتابیں ہیں جن کو قبولِ عام حاصل ہوا، اور جن سے علمی حلقوں میں اس وقت تک استفادہ کیا جا رہا ہے، ایک ان کی تفسیر جو ان تفاسیر میں جن کی بنیاد منقولات و روایات پر ہے، سب سے زیادہ مقبول اور قابلِ اعتماد سمجھی جاتی ہے، علامہ سیوطی اس کے متعلق لکھتے ہیں "لہ التفسیر الذی لم یؤلف مثلہ" اس تفسیر سے پہلے اہلِ منقول نے جو تفاسیر لکھیں، ان میں محدثانہ احتیاط اور احادیث کے صحیح انتخاب کی بڑی کمی، اور ضعیف احادیث و اسرائیلیات کی بڑی کثرت تھی، حافظ ابنِ کثیر ایک پختہ کار محدث تھے انھوں نے محدثانہ طریق پر یہ تفسیر مرتب کی اگرچہ وہ اس میں اس بلند محدثانہ معیار کو پورے طور پر قائم نہیں رکھ سکے جس کی ان سے توقع تھی، اور انھوں نے کسی قدر توسع سے کام لیا، اور اسرائیلیات کے ایک حصہ کو قبول کیا، مگر اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ تفاسیر میں محدثانہ نقطۂ نظر سے یہ تفسیر سب سے زیادہ قابلِ اعتماد و استفادہ ہے، حال میں مصر کے نامور فاضل و محقق استاد احمد محمد شاکر نے عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر کے نام سے اس کا خلاصہ شائع کیا ہے جس میں کتاب کی خصوصیات و محاسن کو برقرار رکھتے ہوئے ضعیف احادیث

غیر مستند اسرائیلیات، مکرر اقوال اور اسانید، اور طویل کلامی مباحث، فقہی فروع اور لغوی و لفظی مناقشات کو حذف کر دیا ہے۔

ان کی دوسری اہم اور مقبول تصنیف "البدایہ والنہایہ" ہے، جو ۱۳۵۱ھ میں ۱۴ جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی ہے، یہ عرب مورخین کے دستور کے مطابق ابتدائے آفرینش سے ۷۶۷ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے، علامہ ابن اثیر کی مشہور و مقبول کتاب "الکامل" ۶۲۸ھ تک کے واقعات پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے اس کتاب میں ۱۳۹ سال کے حالات اور تاریخ کا اضافہ ہے، تاتاری حملہ اور آٹھویں صدی کی اہمیت کی وجہ سے یہ زمانہ بڑا اہم اور پرُ از واقعات ہے، اس وجہ سے بھی اور تاریخی استناد و تفصیل کی وجہ سے بھی یہ کتاب اکثر مورخین کا مرجع و ماخذ ہے، شعبان ۷۷۴ھ میں حافظ ابن کثیر نے وفات پائی اور دمشق کے مشہور مقبرہ الصوفیہ میں دفن ہوئے[1]۔

---

[1] ذیل تذکرۃ الحفاظ (حافظ شمس الدین ابوالمحاسن الحسینی) ذیل طبقات الحفاظ (للسیوطی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن رجبؒ[1]

مختصر حالات

عبدالرحمٰن نام، والد کا نام احمد بن رجب، سلسلۂ نسب اس طرح ہے عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب ابن عبدالرحمٰن بن الحسن محمد بن ابی البرکات مسعود، خاندانی وطن بغداد تھا، وہیں ربیع الاول ۷۳۶ھ میں پیدائش ہوئی، ۷۴۴ھ میں اپنے والد کے ساتھ صغر سنی میں دمشق آئے، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن الخبّاز اور ابراہیم بن العطّار وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی، مصر میں ابوالفتح المیدومی، ابوالحرم القلانسی وغیرہ سے حدیث کی روایت کی، حافظ ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے کہ انھوں نے کثرت سے حدیث کی سماعت کی اور حدیث کے ساتھ اشتغال کیا، یہاں تک کہ فن حدیث میں مہارت حاصل کرلی، حافظ ابوالفضل تقی الدین ابن فہد مکی (م ۸۷۱ھ) نے "تذکرۃ الحفاظ" کے ذیل (لحظ الالحاظ) میں ان کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے،

"الامام الحافظ الحجۃ والفقیہ العمدۃ احد العلماء الزھاد والائمۃ العبّاد مفید المحدثین واعظ المسلمین"[2] وہ ان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ "وہ متورع وزاہد پیشوا تھے، اللہ تعالیٰ نے قلوب میں ان کی

[1] حافظ ابن رجب اگرچہ براہِ راست شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد نہیں ہیں، اور وہ ان کی وفات کے ۸ سال بعد پیدا ہوئے مگر وہ حافظ ابنِ قیم کے شاگرد اور عام طور پر ابن تیمیہ وابن قیم سے متأثر ہیں، اور چند مسائل کے علاوہ عمومی طور پر وہ ان کے ہم مسلک اور ان کے رجال میں سمجھے جاتے ہیں۔ [2] ص ۱۸۰

محبوبیت پیدا کردی تھی، اور تمام جماعتوں کا ان کی صلاح وفضیلت پر اتفاق تھا، ان کی مجالس وعظ عمومی اور بڑی مفید اور نہایت درجہ موثر تھیں[1]، الشہاب بن حجی ان کی علمی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"فن حدیث میں بڑے مبصر اور محقق تھے، اپنے معاصرین میں علل حدیث اور طرق حدیث کے سب سے زیادہ واقف تھے، اکثر ہمارے ہم عصر علمائے حنابلہ ان کے شاگرد ہیں"

ماہِ رجب ۷۹۵ھ میں انتقال ہوا، اور الباب الصغیر دمشق میں دفن ہوئے[2]، انتقال سے چند دن پیشتر ایک گورکن کے پاس آئے اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ یہاں میرے لئے قبر کھود دو، گورکن کا بیان ہے کہ میں نے قبر کھودی، وہ اس میں اترے اور لیٹے اور کہا کہ اچھی ہے، چند روز کے بعد ان کا انتقال ہوا، اور اسی میں دفن ہوئے[3]۔

تصنیفات

تصنیفات میں ترمذی کی شرح اور بخاری کے ایک حصہ کی شرح کی ہے، بخاری کی شرح کا نام انھوں نے "فتح الباری" رکھا تھا، یہ شرح مکمل نہیں ہوسکی، ابن ابی یعلی کی "طبقات الحنابلہ" کا ذیل لکھا[4]، ایک کتاب "اللطائف فی وظائف الایام" وعظ کے طریقہ پر ہے، اور فوائد اور قواعد فقہیہ پر مشتمل ہے، امام نووی کی "اربعین" کی شرح کی جس میں بیالیس[42] حدیثیں تھیں، اور آٹھ حدیثوں کا اضافہ کیا، یہ "جامع العلوم والحکم شرح خمسین حدیثاً من جوامع الکلم" کے نام سے ۱۳۴۶ھ میں مصطفےٰ البابی الحلبی کے مطبع سے شائع ہوئی ہے، حدیث "ماذئبان جائعان أرسلا فی غنم الخ" کی مستقل شرح کی ہے، ایک رسالہ "فضل علم السلف علی الخلف" ہے، یہ تینوں موخر الذکر کتابیں شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہیں، ان کی تصنیفات میں حافظ ابن قیمؒ کی اصلاحی و

[1] ص ۱۸۱ [2] حاشیہ لحظ الالحاظ ص ۱۸۱ [3] الدرر الکامنہ ص ۳۲۲/۲ [4] ندوۃ العلماء کے کتب خانہ میں قلمی موجود ہے، چند سال ہوئے دمشق سے شائع بھی ہوگیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوتی روح وجذبہ اوران کی تحریر کی حلاوت وسلاست نظر آتی ہے۔

ان تلامذہ وتلامذۂ تلامذہ کے علاوہ آٹھویں اور نویں صدی کے بعض ایسے جلیل القدر علماء مصنفین اور مصلحین ہیں، جن کے متعلق یہ تو معلوم نہیں ہوسکا کہ ان کو شیخ الاسلام یا ان کے کسی تلمیذ سے تلمُّذ حاصل ہے، مگر ان کی تصنیفات میں واضح طریقہ پر شیخ الاسلام کا فکر، ان کی روح، ان کا علم اور ان کی دعوت نظر آتی ہے، ان حضرات نے شیخ الاسلام کے تلامذہ یا تصنیفات سے استفادہ کیا ہو یا اس کی نوبت نہ آئی ہو، وہ اتحاد فکر وذوق کے لحاظ سے اسی دبستانِ فکر کے علماء ومصلحین میں شمار کئے جانے کے مستحق ہیں، ان شخصیتوں میں "الموافقات" کے فاضل مصنف علامہ ابواسحاق شاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جن کی کتاب "الاعتصام" اسی اصلاحی سلسلہ کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے، جس کی ابتداء اپنے زمانہ میں شیخ الاسلام نے کی، اور جو سنت وبدعت کے موضوع پر سب سے پُرمغز، مکمل، اصولی اور فاضلانہ تصنیف ہے۔[1]

[1] صفحات ۶۱۹ مطبوعۂ مصر۔

INDEX

اشاریہ

(تاریخ دعوت وعزیمت حصۂ دوم)

مرتبہ

محمد غیاث الدین ندوی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخصیات

الف

(سیدنا حضرت) آدم علیہ السلام ۲۵

(سیدنا حضرت) ابراہیم علیہ السلام ۔ ۲۹، ۸۶، ۱۳۲، ۱۶۸، ۱۹۲، ۱۹۵

ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۲۰۰

ابراہیم بن الخباز ۳۷۴

ابراہیم بن القطان ۶۳

ابراہیم بن العطار ۳۷۴

ابن ابی اصیبعہ ۲۲۰

ابن ابی یعلی ۳۷۲، ۳۷۵

ابن الاثیر ۱۲۵، ۳۷۳

ابن الانباری ۲۸۱

ابن بطوطہ ۱۵۴

(شیخ الاسلام حافظ احمد تقی الدین) ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۔ ۱۱، ۱۴، ۲۳-۲۱، ۲۵، ۲۹، ۳۲-۴۴، ۴۷، ۴۹، ۵۰، ۵۲-۶۸، ۷۰، ۷۱، ۷۳، ۷۷-۷۹، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۲، ۹۶-۹۸، ۱۰۰-۱۰۷، ۱۰۲-۱۵، ۱۱۱-۱۱۸، ۱۲۵-۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۳۸، ۱۴۰-۴۲، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۸-۶۳، ۱۵۰-۷۰، ۱۶۸-۷۴، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۷۸-۹۰، ۱۸۸-۹۶، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۶-۳۰، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۹-۳۱، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۷۳، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۸۱-۸۴، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۸-۴، ۳۰۱، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۹-۱۱، ۳۱۸-۱۳، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۹، ۳۳۲، ۳۳۶، ۳۳۹، ۳۴۳-۴۷، ۳۴۹، ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۲، ۳۷۴

(قاضی) ابن جماعہ ۱۰۲

(حافظ) ابن حجر عسقلانی ۔ ۱۳۷، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۵۹، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۴

(علامہ) ابن حجر مکی ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱

ابن حزم ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۵۹

ابن الحضرمی ۳۰۸

ابن حوقل ۳۲

ابن خلدون ۲۵۴، ۲۵۵

ابن خلکان ۱۲۰

ابن الخلیلی ۱۰۲

ابن دقیق العید دیکھئے تقی الدین

(حافظ) ابن رجب ۔ ۱۲۶، ۲۴۷-۲۴۴، ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۴

ابن رشد ۱۱۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۴۵، ۲۵۸

ابن الزملکانی دیکھئے کمال الدین

ابن سبعین ۷۰، ۷۲، ۷۴

(سلطان) ابن السعود ۱۲۶

ابن السویدی ۳۷۱

ابن سید الناس ۱۳۲

ابن سینا ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۵۱، ۲۵۸

ابن الصلاح دیکھئے تقی الدین

(حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہ ۱۱۱، ۲۰۱

ابن عبدالدائم المقدسی ۳۸

ابن عبدالہادی ۳۸، ۳۴۷، ۳۶۶، ۳۶۲، ۳۷۰

ابن عساکر ۱۲۵

ابن عقیل ۲۳۸

ابن عطاء اللہ الاسکندری ۹۶

ابن الفارض (شاعر) ۹۶

(الحافظ) ابن فضل اللہ العمری ۱۷۳

ابن القاسم ۲۱۵، ۲۸۱

ابن القلانسی دیکھئے جمال الدین

(حافظ) ابن القیم ۔ ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۷، ۱۳۱، ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۷-۱۷۴، ۱۸۰، ۱۸۸، ۲۲۴-۲۲۷، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۶، ۳۵۹، ۳۶۶، ۳۷۲، ۳۷۵

(حافظ) ابن کثیر ۔ ۲۳، ۳۴، ۳۱، ۳۲، ۳۶، ۵۲، ۵۳، ۶۳، ۶۵، ۶۷، ۷۹، ۹۱، ۹۷، ۹۹، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۶۹-۷۳، ۳۷۱

(شیخ) ابن مالک ۳۳

ابن مالک (صاحب الفیہ) ۱۲۰

(قاضی) ابن مخلوف مالکی ۔ ۷۸، ۷۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۱۰۴، ۱۴۱، ۱۷۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرت) ابن مسعودؓ ۱۱۱
ابن مسلم دیکھئے شمس الدین
ابن المطہر الحلی ۲۸۴، ۲۸۶، ۲۹۰
ابن النحاس ۵۷
(علامہ) ابو اسحاق شاطبی ۳۷۵
ابو البرکات بغدادی ۲۲۱
(حضرت) ابو بکر صدیقؓ ۱۸۳، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۹-۳۰۱، ۳۰۵-۳۰۸
ابو بکر الباقلانی ۴۴، ۱۵۳، ۲۲۱
ابو بکر بن ایوب ۳۴۵
ابو بکر ابن عبد الدائم ۳۴۵، ۳۶۸
(شیخ) ابو بکر شبلی ۱۸۴
ابو ثور ۱۱۱
(حضرت) ابو جعفر محمدؒ (الباقر) ۱۱۱
ابو جہیر نابینا ۱۸۴
ابو الحجاج المزی دیکھئے جمال الدین
ابو الحرم القلانسی ۳۷۴
(امام) ابو الحسن اشعری ۴۴، ۸۴، ۱۵۳
(مولانا) ابو الحسن علی (ندوی) ۱۳
(شیخ) ابو الحسن نوری ۱۸۴
ابو حفص دیکھئے سراج الدین
(امام) ابو حنیفہ ۱۱۱، ۱۴۹، ۲۸۱
ابو حیان مفسر ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۵
(علامہ) ابو حیان النحوی ۲۹، ۱۳۶
ابو الربیع سلیمان (خلیفۂ عباسی) ۶۱
(حافظ) ابو زرعہ ۱۵۵
ابو سفیان بن الحارث ۳۰۰
ابو سلیمان دارانی ۱۸۴
(قاضی) ابو العباس ۵۰، ۵۱
ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری ۱۶۲
ابو عبد اللہ محمد بن نعمان المفید ۱۹۷
ابو علی جبائی ۲۲۱
ابو عمر ۱۹۵
(علامہ) ابو عمر ابن عبد البر ۸۳
ابو الفتح المیدومی ۳۷۴
(شیخ) ابو الفتح دیکھئے نصر المنبجی
ابو القاسم ابن عساکر ۳۷۱
(المستنصر باللہ) ابو القاسم احمد بن امیر المومنین الظاہر ۲۴

(شیخ) ابو محمد عبد القادر گیلانی ۸۳
(حضرت) ابو موسیٰ اشعریؓ ۲۱۱
ابو نصر فارابی ۲۲۲، ۲۳۲، ۲۳۶
ابو نعیم ۳۰۳
اثرم ۲۸۱
(امام) احمد بن حنبل ۳۸، ۵۰، ۱۱۱، ۳۰۳، ۳۴۳
احمد بن رجب ۳۷۴
احمد بن عبد الہادی ۳۶۸
(شیخ) احمد الحارون العسل ۷۰
(شیخ) احمد سرہندی دیکھئے مجدد الف ثانی
(حضرت سید) احمد شہید ۱۶۶
احمد محمد شاکر ۳۷۲
اخفش (نحوی) ۲۸۱
ارجواش ۵۲، ۵۳
ارسطو ۳۲، ۲۲۰-۲۲۴، ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۳
۲۳۳-۲۳۶، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۵۵
اریوسی ۲۶۴
(مولانا) اسماعیل شہید ۱۶۶
(امام) اسحاق ابن راہویہ ۱۱۱
اسرائیل ۲۷۱
اشیاء نبی ۲۷۶
الاخنائی دیکھئے عبد اللہ
الافرم دیکھئے جمال الدین
افلاطون ۳۲، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۳۲
اقشہری ۱۴۴
اقلیدس ۲۲۰
(شیخ) اکبر ابن عربی دیکھئے محی الدین
امام الحرمین ۴۴، ۱۵۳
(قاضی) امام الدین ۴۷
امام غائب ۳۱۰
(حضرت) انس بن مالکؓ ۲۰
(امام) اوزاعی ۱۱۱

ب پ

الباسطی ۴۲
(شیخ) بایزید بسطامی ۱۸۱، ۱۸۴
(امام) بخاری ۱۱۱
(قاضی) بدر الدین بن جماعہ ۸۸
برقلس ۲۲۱
(قاضی) برہان الدین زُرعی ۳۴۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(شیخ) برہان الدین الفزاری ۳۷۱
بطلیموس ۲۲۰، ۲۸۲
بقراط ۲۲۰، ۲۸۲
(حضرت) بلال رضؓ ۱۷۰
بلیانی ۷۰
بوعلی سینا ۲۲۲
(امیر) بولائی ۵۳
(قاضی) بہاء الدین الزکی الشافعی ۴۱
(شیخ محمد) بہجۃ البیطار ۱۲۵، ۱۵۴
(الملک الظاہر) بیبرس ۲۷-۲۲، ۳۱
(امام) بیہقی ۳۳۴
پال (پولس) ۲۶۴

ت ث

تاج الدین ابن السبکی ۱۳۰
(شیخ) تاج الدین الفزاری ۴۱، ۴۲
تالیس ۲۳۲
(امام) ترمذی
تقی ابن الاخنائی مالکی ۱۵۱
(علامہ) تقی الدین ابن دقیق العید ۲۹، ۱۳۰، ۱۲۹
(علامہ) تقی الدین علی ابن السبکی ۲۹، ۱۳۰، ۳۱۳، ۲۷۰
(حافظ ابو الفضل) تقی الدین ابن فہد مکی ۳۷۴
(علامہ) تقی الدین ابو عمرو بن الصلاح ۲۹، ۳۰، ۱۲۵
(قاضی) تقی الدین سلیمان ۳۴۵
(شیخ عبد القادر) تلمسانی ۷۲-۷۰، ۷۴، ۱۵۹
(الملک المعز) توران شاہ ۲۲
(امیر) توزون ۴۷
تیمیہ (والد ابن تیمیہؒ) ۳۳
(امام) ثوری ۱۱۱

ج چ

(حضرت) جابرؓ ۳۶۲
جاشنگیر دیکھئے رکن الدین
(حضرت) جبرئیل ۸۶
جالینوس ۲۸۲
(حضرت) جعفرؓ (الصادق) ۱۱۱
(قاضی) جلال الدین ۴۷
(مولانا) جلال الدین رومی ۱۱، ۱۴، ۲۷۸
(شیخ) جلال الدین قزوینی ۲۹، ۱۵۴
(علامہ) جمال الدین ابو الحجاج المزی ۲۹، ۳۰، ۱۲۵، ۳۱۳، ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۲

جمال الدین آقوش الافرم ۵۵، ۶۳
(قاضی) جمال الدین ابن القلانسی ۱۰۲، ۱۰۴
(شیخ) جمال الدین الزملکانی ۱۳۸
جنید بغدادی ۱۸۴
چنگیز خاں ۴۷، ۶۵، ۳۰۰

ح

حبقوق ۲۷۶
حجاج بن یوسف ۱۱۳
(سلطان) حسام الدین لاجین ۲۷
(امیر) حسام الدین مہنا بن عیسیٰ ملک العرب ۵۷، ۸۸، ۸۹
(حضرت) حسنؓ ۲۹۲، ۳۰۴
احسن بن ابی البرکات سعود ۲۷۴
حسن بن ایوب ۲۷۵
حسن بن موسیٰ نوبختی ۲۲۱
(حضرت) حسینؓ ۱۰۵، ۲۱۴، ۲۹۲، ۳۰۲، ۳۰۴
(حافظ شمس الدین ابو المحاسن) حسینی ۲۶۸، ۲۷۳
(مولانا شاہ) حلیم عطا ۱۲
(امام) حمیدی ۳۸

خ

(حضرت) خالد بن سعید بن العاصؓ ۳۰۰
(اولیجا) خدابندہ خاں ۲۸۴
خربندہ (تاتاری بادشاہ) ۳۰۶
خلفی (عالم ہیئت) ۲۸۲
(علامہ) خیر الدین دیکھئے نعمان
خلیل (نحوی) ۲۸۱

د ذ

(سیدنا حضرت) دانیالؑ ۲۱۱، ۲۷۶، ۲۸۲
(سیدنا حضرت) داؤدؑ ۳۳-، ۴۰، ۲۳۲، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۲، ۳۴۰
(امام) داؤدؒ ۱۱۱
دجال ۶۶
(حافظ شمس الدین) ذہبی ۲۹-، ۳۰، ۳۳، ۳۲-۱۲۸، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۵۰، ۱۶۵، ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۹، ۲۸۶
۲۱۳، ۳۴۵، ۳۶۶-۶۸، ۳۷۱

ر

(امام) رازی ۲۲۱، ۲۲۳
(حضرت) ربیعہ بن الحارث ۳۰۰
رجب بن عبد الرحمٰن ۳۷۴
(امیر) رکن الدین بیبرس (الجاشنگیر) ۲۳، ۷۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مولانا) روم دیکھئے جلال الدین

ز

(قاضی) زرارہ بن ابی اوفی (قاضی بصرہ) ۱۸۴

(حضرت) زبیر بن عوامؓ ۱۱۱

زفر ۲۸۱

(سیدہ) زینب ۲۱۴

زینب بنت الکمال ۳۶۸

زین الدین بن عدنان ۶۴

(علامہ) زین الدین بن منجی الحنبلی ۴۱، ۴۳

زین الدین عبدالرحمٰن ابن تیمیہ ۷۹، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۵

(شیخ) زین الدین الفارقی ۴۳

س

(سیدنا حضرت) سلیمان علیہ السلام ۲۳۲، ۲۷۷، ۲۸۲، ۳۴۰

ساعد قرطبی ۲۴۴

(علامہ) سخاوی ۱۵۵

(حافظ) سراج الدین ۱۳۳

(شیخ) سراج الدین ابوحفص البزار ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۷۷

(شیخ الاسلام) سراج الدین البلقینی ۱۵۵

(حضرت) سعد بن معاذؓ ۱۳۱

(علامہ) سعد الدین تفتازانی ۱۵۵

سقراط ۲۳۲

(قاضی ابوالفضل) سلیمان ابن حمزہ ۳۶۸

(مولانا سید) سلیمان ندوی ۲۴۶، ۲۵۵

(سیدہ) سکینہ ۲۱۴

سہروردی مقتول ۲۳۳

(علامہ) سید شریف ۲۲۳

سیبویہ ۳۷، ۳۸، ۱۳۶، ۱۵۱، ۲۸۱

السیف ابن المجد ۳۶۹

(امیر) سیف الدین جاغان ۴۷، ۱۰۱

سیف الدین قبجق ۵۲، ۵۴

سیف الدین قطز ۲۳، ۲۷

(الملک المنصور) سیف الدین قلاوؤن ۲۴، ۲۵

(علامہ) سیوطی ۳۷۲، ۳۷۳

ش

(سیدنا حضرت) شعیب علیہ السلام ۲۷۷

(امام) شافعی ۳۱، ۱۱۱، ۲۱۵، ۲۸۱

(علامہ) شبلی نعمانی ۲۲۲

شرف الدین ابن تیمیہ ۵۷، ۷۹، ۹۹، ۱۰۰، ۱۲۵

(مخدوم شیخ) شرف الدین یحییٰ منیری ۱۸۱

(امام) شعبی ۲۸۹

(امام) شعرانی ۱۵۸

شکری القوتلی (سابق صدر جمہوریہ شام) ۱۲۵

شمس الدین دیکھئے ذہبی

(قاضی) شمس الدین ابن مسلم ۱۱۳، ۱۱۴

(قاضی) شمس الدین التونسی ۹۷

(حافظ) شمس الدین الشافعیؒ ۱۵۸

الشہاب بن حجی ۳۷۵

شہاب الدین عبدالحلیم ابن تیمیہ ۳۴، ۳۶، ۴۱

شیطان ۸۶، ۲۰۱

ص

(سیدنا حضرت) صالح علیہ السلام ۲۷۷

صاعد اندلسی ۲۲۰

(شیخ) صالح (رفاعی صوفی) ۶۶

(شیخ) صالح تاج الدین ۱۳۲

صدرالدین قونوی ۷۰، ۷۲، ۷۴، ۱۵۶

(حضرت) صدیق اکبرؓ دیکھئے ابوبکرؓ

صفدی ۳۶۶، ۳۶۷

(شیخ) صفی الدین الہندی ۶۸، ۱۴۵، ۱۴۶

(سلطان) صلاح الدین ایوبی ۲۲، ۲۳، ۳۹، ۲۶۰

ط

(امام) طاؤس ۳۵۹

طبرسی دیکھئے علاء الدین

(امام) طبری ۳۵۹، ۳۷۲

ع غ

(حضرت سیدنا) عیسیٰ علیہ السلام دیکھئے حضرت مسیحؑ

(سیدنا حضرت) عزیز علیہ السلام ۱۹۰

عاذر ۲۶۶

عاقوس ۲۸۲

(حضرت) عائشہؓ ۱۱۶، ۲۱۱، ۲۹۲

(حضرت) عباسؓ ۲۰۵، ۳۰۰

عبدالحلیم دیکھئے شہاب الدین

عبدالحمید بن عبدالہادی ۳۶۸

(مولانا) عبدالحی برہانوی ۱۶۶

(مولانا) عبدالحی لکھنوی ۳۶۹

عبدالرحمٰن بن الحسن ۳۷۴

(حضرت) عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۱۱۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرزاق کاشی ۱۵۶
(شیخ) عبدالقادر دیکھئے تلمسانی
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ۵۶
(علامہ) عبدالکریم شہرستانی ۲۲۱
(شیخ) عبدالکبیر یمنی ۱۵۶
(شیخ الاسلام) عبداللہ انصاری ۳۴۸
(قاضی) عبداللہ بن الاخنائی ۱۳۰، ۱۹۹
عبداللہ بن محب ۱۲۳
عبداللہ الزرعی ۱۲۳
(مولانا سید) عبداللہ غزنوی ۳۴۹
عبدالہادی بن عبدالحمید ۳۶۸
عبدالہادی بن یوسف ۳۶۸
(حضرت) عثمان بن عفان رضؓ ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳
(حضرت) عدی بن حاتم رضؓ ۳۳۹
(شیخ) عدی بن مسافر اموی ۹۶
عزالدین ایبک الحموی ۴۳
(الملک المعز) عزالدین ایبک الترکمانی ۲۲
(شیخ الاسلام) عزالدین بن عبدالسلام ۲۹، ۱۳۰، ۱۵۵، ۳۳۸
عساف ۴۳

(حضرت) عقیل رضؓ ۳۰۰
(علامہ) علاء الدین الباجی ۲۹
علاء الدین الطبرسی ۸۰، ۸۴
(حافظ) علم الدین البرزالی ۲۹، ۸۸، ۱۰۲، ۱۲۶
۱۲۸، ۱۷۱
(حضرت) علی رضؓ۔ ۵۹، ۱۱۱، ۱۳۱، ۲۵۹، ۲۸۵، ۲۹۲
۲۰۵ — ۳۰۰، ۳۰۸، ۳۰۹
(حضرت) علی بن حسین رضؓ ۱۱۱
(شیخ) علی بن یعقوب البکری ۱۹۹
(ملا) علی قاری ۱۵۵، ۱۶۱، ۱۸۸
(حضرت سید) علی ہجویری (داتا گنج شکر) ۲۱۴
(حافظ) عماد الدین ابن کثیر دیکھئے ابن کثیر
(علامہ) عماد الدین الواسطی ۱۷۷
(حضرت) عمر رضؓ۔ ۱۸۳، ۲۰۵، ۲۱۱، ۲۹۱، ۲۹۳، ۳۰۰
۳۰۱، ۳۰۳، ۳۰۴
(حضرت) عمر بن عبدالعزیز رحؒ ۱۱
(قاضی) عیاض رحؒ ۳۵۹
عیسیٰ بن مطعم حجار ۳۴۵، ۳۶۸
(علامہ) عینی ۱۵۹، ۱۸۰

(حجۃ الاسلام) امام غزالی رحؒ۔ ۱۵۸، ۲۲۱، ۲۲۴، ۲۳۸
۲۴۴، ۳۲۳

ف

فارابی دیکھئے ابونصر
(حضرت) فاطمہ رضؓ ۲۹۱، ۳۰۴، ۳۰۵
فاطمہ بنت جوہر ۳۴۵
فخرالدین ابن تیمیہ ۳۳
فراء (نحوی) ۲۸۱
فرج اللہ زکی الکردی ۵۰، ۱۵۹، ۲۶۱، ۳۱۸
فرشتہ۔ ملائکہ دیکھئے طبقات
فرعون ۶۹، ۷۰، ۱۷۱
فضل بن عیاض ۱۸۴
فیثاغورث ۲۳۲

ق

قازان (محمود) ۴۷ — ۵۳
قبچق ۱۳۳
قسطنطین ۲۶۴
قطب الدین ابوالمعالی اشعری ۳۹
قطب الدین رازی ۲۲۳
قطب الدین شیرازی ۲۲۳
قفطی ۲۲۰
قیصر ۱۷۱

ک

(شیخ) کبیر یمنی ۱۵۶
کسریٰ ۱۷۱
(شیخ) کمال الدین الانجا ۴۹، ۵۰
(علامہ) کمال الدین بن الزملکانی۔ ۲۹، ۴۰، ۶۸
۱۰۳، ۱۲۸، ۱۳۰، ۳۱۳
کوشیار (عالم ہیئت) ۲۸۲

ل

لطفی جمعہ ۲۲۳، ۲۴۵
لقمان حکیم ۲۳۲
لوقا ۲۶۵
(حضرت) لیث بن سعد ۲۱۵

م

(سیدنا و نبینا حضرت) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
۱۸، ۲۷، ۴۳، ۴۵، ۶۱، ۶۸، ۸۱، ۸۶، ۸۷، ۹۲
۹۷ — ۹۵، ۱۱ — ۱۰۹، ۱۱۵، ۱۲۱، ۱۳۲، ۱۳۹، ۱۵۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۰،۱۹۱،۱۹۷،۲۰۲-۱۹۹،۷-۲۰۵،۲۰۹،۲۱۰
۲۱۲،۲۴۴،۲۶۱،۲۶۲،۲۶۵،۲۶۶،۲۶۸،۲۷۲
۷۸-۲۷۶،۸۲-۲۸۰،۲۸۴،۲۸۸،۹۶-۲۹۳
۳۰۱-۲۹۹،۹-۳۰۴،۳۱۹،۳۲۲،۳۲۳،۳۳۱
۳۳۳،۳۳۷-۳۳۵،۳۳۹،۵۵-۳۵۰،۳۵۸
۳۵۹، ۳۶۲، ۳۶۵، ۳۷۰
(سیدنا حضرت) موسیٰ علیہ السلام ۶۹، ۸۶، ۱۸۲
۱۸۵، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۷۱، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۲،
۲۸۸، ۲۸۹
(سیدنا حضرت) مسیح علیہ السلام ۸۶، ۱۹۰، ۱۹۴
۱۹۵، ۲۰۰، ۶۶-۲۶۰، ۲۷۲-۲۷۰، ۷۷-۲۷۵
۲۷۹، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۹، ۳۰۸
(حضرت) مریم علیہا السلام ۲۰۷
(امام) مالکؒ - ۸۴، ۱۱۱، ۱۱۶، ۲۰۲، ۲۸۱، ۲۹۴
(خلیفہ) مامون ۲۱۹، ۲۲۰
مبرد ۲۸۱
متی ۲۶۵
(امام ربانی) مجدد الف ثانیؒ ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۸۱
(ابوالبرکات) مجد الدین ابن تیمیہ ۳۳، ۳۵

محب الدین الخطیب ۲۸۶
(خواجہ) محمد امین کشمیری ۱۶۳
(الکامل) محمد الایوبی ۳۰
محمد بن ابی بکرؓ ۲۹۲
محمد بن احمد ۳۶۸
محمد بن اسماعیل ۳۷۴
محمد ابن الخضر ۳۳
(شیخ) محمد ابوزہرہ - ۱۳، ۳۷، ۵۳، ۶۵، ۹۰، ۱۱۳
۱۱۷، ۱۲۱، ۲۶۲، ۳۴۳
(شیخ) محمد تمام ۱۲۴
(شیخ) محمد بن عبدالرحیم الارموی دیکھئے صفی الدین
(علامہ) محمد بن علی الشوکانی ۳۳، ۳۴
محمد بن قدامہ ۳۶۸
(الملک الناصر) محمد بن قلاؤون - ۲۴، ۲۵، ۴۸، ۵۳
۶۴، ۷۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۱۸، ۱۲۳، ۱۴۱، ۱۷۲
(شیخ) محمد بہجۃ البیطار دیکھئے بہجۃ البیطار
محمد النجار البلاسی ۶۳
(شیخ) محمد عبدالرزاق حمزہ ۷۹
(شیخ) محمد نصیف ۷۹، ۲۸۶

(ڈاکٹر) محمد یوسف موسیٰ ۱۳۶
محمود دیکھئے قازان
(علامہ) محمود آلوسی ۱۶۰
(امام) محی الدین دیکھئے نووی
(شیخ اکبر) محی الدین ابن عربی - ۱۲، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱
۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۷، ۱۵۲، ۱۵۵-۵۶، ۱۵۸
(شیخ) مرعی ابن یوسف الکرمی ۵۰
مرقش ۲۶۵
مزنی ۲۸۱
(خلیفہ) مستعصم باللہ ۲۴، ۲۵
مسیحی (طبیب) ۲۸۱
(شیخ) مصطفیٰ البابی حلبی ۲۸۶، ۳۷۵
(شیخ) مصطفیٰ قبانی دمشقی ۲۶۱
(حضرت) معاویہؓ ۵۹
معروف کرخی ۱۸۴
(مخدوم) معین الدین ٹھٹھوی ۱۶۳
(مؤرخ) مقریزی ۲۸، ۳۹، ۱۰۱
ملائکہ - فرشتہ دیکھئے طبقات
مل (MILL انگریز منطقی) ۲۵۵
ملکی (طبیب) ۲۸۱
ملینخا ۲۸۲
(مولانا سید) مناظر احسن گیلانی ۱۲
(خلیفہ) منصور ۲۱۹
(شیخ) موفق الدین ابن قدامہ ۸۴
مہنا دیکھئے حسام الدین
(حضرت) میکائیلؑ ۸۶

(سیدنا حضرت) نوح علیہ السلام ۷۰
ناصر الدین قلاوؤن ۲۷
(السلطان) الناصر دیکھئے محمد بن قلاوؤن
(الملک الصالح) نجم الدین ایوب ۲۲، ۲۳
(شیخ) نجم الدین حرانی ۳۶۸
(امام) نخعی ۱۱۱
(امام) نسائی ۳۳۴
(شیخ ابوالفتح) نصر المنبجی - ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۷، ۷۸، ۸۵، ۸۷، ۹۸
(خواجہ) نصیر الدین طوسی ۲۲۳، ۲۹۰، ۲۹۱
(شیخ محمد) نصیف دیکھئے محمد
نظام (فلسفی) ۲۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(علامہ خیرالدین) نعمان آلوسی ۱۵۲، ۱۶۰

(سیدہ) نفیسہ ۸۶، ۸۷، ۱۹۵

نورالدین الزواوی ۹۷

(سلطان) نورالدین علی ۲۳

نورالدین مالکی ۹۷

(امام) نووی ۲۴، ۲۶، ۲۹، ۳۰، ۱۱۱، ۳۷۵

(حکیم الاسلام شاہ) ولی اللہ دہلویؒ ۔ ۱۴۹، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۳۶، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۶۹

(ہ)

(سیدنا حضرت) ہارون علیہ السلام ۶۹

(سیدنا حضرت) ہود علیہ السلام ۲۷۷

(شیخ الاسلام عبداللہ) ہروی انصاری ۱۶۵

ہلاکو خاں ۶۵، ۲۲۳

ہیوم (HUME ۔ فلسفی) ۲۵۶

(ی)

یوحنا ۲۶۵، ۲۷۶

یوسف بن محمد ۳۶۸

پولس قیسی ۱۹۳

طبقات وقبائل ۔ اقوام وخاندان

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ۔ ۱۵، ۳۲، ۴۶، ۶۸، ۷۱، ۷۶، ۱۳۹، ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۶، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۰۲، ۲۰۳، ۹ ۔ ۲۰۷، ۲۱۸، ۲۲۹ ۔ ۲۲۷، ۲۳۲، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۴۲، ۲۴۴، ۲۵۴، ۲۶۲، ۲۶۴، ۲۶۶، ۷۰ ۔ ۲۶۹، ۲۷۳، ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۱، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۲، ۲۹۵، ۳۰۱، ۳۰۷، ۳۱۰، ۳۲۲، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۴۰

اتحادی (قائلین وحدۃ الوجود) ۔ ۷۳، ۷۵، ۷۶، ۱۲۱

احبار ورہبان ۱۹۰، ۲۰۴

اریوسی ۲۶۴

ازواج مطہرات ۲۱۴

اسماعیلی ۱۷، ۶۴، ۱۸۹، ۱۹۷، ۲۱۵

اشاعرہ، علماء اشعری ۔ ۳۱، ۳۹، ۴۶، ۸۴، ۱۰۷

۱۵۳، ۲۲۱

آل فرعون ۱۸۶

امت محمدی ۸۲

امراء عرب ۳۶۴

(حضرات) انصارؓ ۱۸۳، ۲۹۰، ۲۹۲، ۳۶۳

اہل اسکندر ۹۹

اہل بدعت ۱۲، ۲۲

اہل بیت کرام ۔ ۸۶، ۱۹۷، ۲۵۵، ۳ ۔ ۳۰۱، ۳۰۷، ۳۰۹، ۱۲ ۔ ۳۱۰

اہل تشبیہ ۱۸۱

اہل تشیع، شیعہ وروافض ۔ ۶۴، ۶۵، ۷۲، ۱۱۱، ۱۹۳، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۱۲، ۲۸۵ ۔ ۹۴، ۳۰۲، ۳۰۳، ۱۲، ۳۰۸ ۔

اہل تصوف، صوفیہ ۔ ۱۸، ۸۴، ۹۱، ۹۶، ۹۹، ۱۶۶، ۱۸۹، ۳۴۵

اہل جاہلیت ۳۴۱

اہل دمشق ۔ ۴۸، ۴۹، ۵۱، ۵۷، ۶۰، ۹۹، ۱۰۰

اہل ذمہ ۱۰۲، ۱۰۳

اہل سنت والجماعہ ۔ ۴۴، ۴۶، ۶۷، ۶۸، ۸۳، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۸۸، ۸۷ ۔ ۲۸۴، ۳۱۱، ۳۵۶

اہل شام، شامی ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۱

اہل قبرص ۶۴

اہل کتاب ۔ ۶۶، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۷، ۲۸۳، ۲۸۴، ۳۶۰

اہل کوفہ ۳۳۴

اہل مدینہ ۳۳۴

اہل مکہ ۳۴۶

اہل مذاہب (اربعہ) ۳۴

اہل مغازی وسیر ۱۳۲

ائمۂ اثنا عشر ۲۸۵

ائمۂ اربعہ ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۵۲، ۳۴۳

ائمۂ اہل بیت ۳۰۲

ایرانی ۴۵

ایوبی، بنی ایوب ۳۰، ۳۹

باطنی، باطنیہ ۔ ۱۷، ۴۰، ۶۴، ۱۸۹، ۲۱۲، ۲۳۶، ۲۹۳، ۳۰۴

بت پرست ۲۰۱، ۲۸۳، ۳۱۶

بنی اسرائیل ۲۶۶، ۲۷۱

بنی بویہ ۳۰۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی عبد مناف ۳۰۰
بنی النضیر ۶۵
بنی ہاشم ۳۰۰
پادری، عیسائی علماء ۔ ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۵، ۲۶۸، ۲۷۴، ۲۷۵
تابعین ۔ ۴۴، ۴۵، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۱۶، ۱۵۳، ۱۸۴
۲۰۱، ۲۱۱، ۳۱۰، ۳۲۳، ۳۳۴، ۳۵۹
تاتاری ۔ ۱۷، ۲۸ ۔ ۲۱، ۳۵، ۶۱ ۔ ۴۷، ۶۶ ۔ ۶۴
۷۱، ۷۲، ۹۸، ۱۰۷، ۱۷۲، ۱۹۵، ۲۱۷، ۲۲۳، ۲۶۰
۲۹۰، ۳۰۶، ۳۳۵
تبع تابعین ۲۱۱
ترک، ترکی النسل ۔ ۲۲، ۲۶ ۔ ۲۸، ۵۲، ۵۸، ۶۱، ۷۷، ۱۳۳
تیامنہ ۶۵
تیمی ۳۷۱
جنات ۲۲۹
جہمیہ (فرقہ) ۷۲، ۷۵، ۷۶، ۸۳، ۱۲۱
حاکمی ۶۴
حشاشی ۱۷
حکمائے یونان ۱۶، ۴۰، ۲۲۰
حنابلہ ۔ ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۳۹، ۴۰، ۸۴، ۹۱، ۱۰۷
۱۵۴، ۱۶۲، ۳۷۵
حواری ۲۷۸، ۲۷۹
خاندان ابن تیمیہ ۳۳، ۱۰۷
خاندان عباسی ۲۴
خلفائے ثلاثہ ۳۰۹
خلفائے راشدین ۔ ۲۸۰، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۹۹
خوارج ۵۹، ۸۳
دروزی ۱۷
رفاعی ۶۶
رومی ۴۵، ۲۶۳
سبعینہ (فرقہ) ۱۰۰
ستارہ پرست ۲۳۰
سلاجقہ، بنی سلجوق ۳۰۰
شافعیہ ۳۱
شاہانِ روم ۲۲۰
شیاطین ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۶۳، ۳۵۱، ۳۵۷
صائبین ۳۲
صحابۂ کرامؓ ۔ ۱۸، ۲۷، ۴۴، ۴۵، ۱۰۸، ۱۱۱، ۱۱۶

۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۶، ۱۵۳، ۱۶۳، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۹۹
۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۵، ۲۱۱، ۲۴۳، ۲۷۸، ۲۸۰، ۲۸۴
۲۸۵، ۲۸۷ ۔ ۸۹، ۲۹۲، ۲۹۴ ۔ ۹۹، ۳۰۵
۳۰۸، ۳۱۰ ۔ ۱۲، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۳۴، ۳۵۲
صلیبی ۱۶، ۱۷، ۲۳، ۲۴، ۶۴، ۶۵
طباعیین ۲۵۶
عبیدی، فاطمی ۱۹۶، ۳۱۵
عجمی ۔ عجمی اقوام ۲۸، ۱۸۹
عرب، اہل عرب ۔ ۲۸، ۳۲، ۳۸، ۴۳، ۱۲۵، ۱۹۸
۲۲۱، ۲۶۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۳۷۳
علماء بغداد ۱۱۸
علماء حنابلہ ۳۶، ۴۱، ۳۷۵
علماء مالکی ۸۳
علماء منطق ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۴۹، ۲۵۰
عیسائی ۔ ۱۶، ۱۷، ۵۴، ۶۲ ۔ ۶۵، ۱۰۳، ۲۱۵، ۲۲۰
۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۴ ۔ ۶۶، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۳
۲۷۸، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۹، ۲۹۰، ۳۰۰، ۳۳۹
فرقۂ مجسمہ ۱۵۴
فرنگی ۲۳، ۲۶
فقہاء ۸۴، ۱۳۲
فقہاء شافعیہ، علماء شافعیہ ۳۱، ۴۱، ۸۴
فلاسفہ ۔ علماء فلسفہ ۔ ۱۲، ۱۵، ۴۰، ۴۵، ۷۶، ۱۴۸
۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۴، ۲۲۶ ۔ ۳۰، ۲۳۲ ۔ ۳۸، ۲۴۱
۲۴۲، ۲۵۱، ۲۵۸، ۲۷۹، ۳۲۱، ۳۲۳، ۳۳۰، ۳۳۱
فلاسفۂ اسلام، حکماء اسلام ۔ ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۷
۲۴۶، ۲۶۵
فلاسفۂ یونان، علماء یونان ۔ ۲۹ ۔ ۲۲۴، ۲۳۱،
۲۳۷، ۲۶۲، ۳۱۰
قرامطہ ۱۸۶، ۳۰۴
قدمائے یونان ۲۳۱
قریش ۳۰۰
قوم موسیٰ ۲۸۸
گوسالہ پرست ۶۹
مبتدعین ۶۳، ۱۳۴
متکلمین ۴۶، ۸۴
مجوسی ۱۷، ۲۸۳
محدثین ۸۴، ۱۳۲
مشائخ صوفیہ ۔ مشائخ طریقت ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشائین ۲۳۳

مشرکین، ملحدین ۔ ۱۸، ۲۳، ۶۲، ۷۰، ۱۸۱، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۴، ۱۹۸، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۵، ۲۳۰، ۲۶۳، ۲۷۴، ۲۸۳، ۲۹۰، ۳۰۰

مصری ۔ اہل مصر ۔ ۵۸، ۵۹، ۸۳، ۸۵، ۸۹، ۱۰۰، ۲۷۱، ۳۰۲، ۳۱۰، ۳۱۱

معتزلہ ۸۳، ۲۱۹، ۲۲۱، ۳۱۰

مغل ۱۳۳

مفسرین ۱۳۲

ملائکہ ۔ فرشتے ۔ ۸۶، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۶، ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۷۱، ۲۸۰

ملکانیہ (مسیحی فرقہ) ۷۲

ممالیک ۔ خاندان غلامان ۲۲، ۲۶، ۳۰

ملوک سلاطین ۲۲، ۲۵، ۳۹

منافقین ۳۶۰

(حضرات) مہاجرین رضی اللہ عنہم ۱۸۲، ۲۹۰، ۲۹۲

نسطوریہ (فرقہ) ۷۲

نسطوی ۲۲۰

نصاری ۔ نصرانی ۔ ۱۸، ۴۰، ۸۶، ۱۱۶، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۲۸، ۲۶۷، ۲۶۹، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۷، ۹۰ ۔ ۲۸۸

نصیری ۱۷، ۶۴

یعقوبیہ (فرقہ) ۷۲، ۲۲۰

یونانی ۲۲۱، ۲۴۵، ۲۶۳

یہود ۔ ۱۸، ۴۰، ۴۵، ۶۲، ۶۳، ۱۱۶، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۹۰، ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۳، ۲۲۸، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۸۲، ۲۸۳، ۹۰ ۔ ۲۸۷، ۳۲۵، ۳۲۹

کتابیات

قرآن مجید

(الف)

ابن تیمیہ (ابوزہرہ) ۔ ۱۳، ۳۷، ۵۲، ۶۵، ۹۰، ۱۰۶، ۱۱۳، ۱۱۷، ۱۲۱، ۲۶۲، ۳۴۳

ابن رجب ۳۶۸

ابن کثیر دیکھئے البدایہ

ابویعلی ۳۷۲

اجتماع الجیوش الاسلامیہ ۳۴۸

الاجوبۃ المرضیۃ ۱۵۸

احادیث الصلوٰۃ علی النبیؐ ۳۶۹

احکام الاحکام ۳۰

الاحکام الکبریٰ ۳۶۹

احیاء العلوم ۳۴۹

اخبار الحکماء ۲۲۰

الاختیارات العلمیۃ ۲۱۸

اربعین (نووی) ۳۷۵

الاربعین (رازی) ۳۶۸

ازالۃ الخفا ۱۴۹

استحباب زیارۃ خیر البریۃ ۲۰۰

اسلام اور غیر اسلامی تہذیب ۳۱۵

اصحاب الکتب الستۃ ۳۶۹

الاعتصام ۳۷۶

اعلام الموقعین ۳۴۸، ۳۴۹

الاعلام فی ذکر مشائخ الائمۃ الاعلام ۳۶۹

اغاثۃ اللہفان ۱۱۲، ۱۷۶، ۳۴۸، ۳۴۹

اقتضاء الصراط المستقیم ۱۴۲، ۳۱۵، ۳۱۶

الفیہ ۱۲۰

انجیل ۔ ۲۶۵ ۔ ۲۶۸، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۶، ۲۸۰، ۲۸۲

(ب)

بائبل ۲۶۱، ۲۶۷

البحر المورود فی المواثیق والعہود ۱۵۸

بخاری شریف ۵۸، ۱۱۶، ۱۵۷، ۲۱۰، ۳۷۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدائع الفوائد ۳۴۸

بدایۃ المجتہد ۱۱۱

البدایہ والنہایہ ۔ ۲۳، ۳۴، ۴۲، ۴۳، ۴۷، ۵۲، ۵۳، ۵۵، ۵۸، ۶۲، ۶۳، ۶۸ ۔ ۶۵، ۱۱۴، ۱۱۹، ۱۵۱، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۲، ۳۷۳

بیان موافقۃ صریح المعقول ۳۲ ۔ ۳۲۲

(ت)

تاریخ الاخلاق ۱۳۶

تاریخ الاسلام ۳۰

تاریخ دعوت وعزیمت ۱۱، ۱۹۶، ۲۲۱، ۲۶۰

تاریخ فلاسفۃ الاسلام فی المشرق والمغرب ۔ ۲۲۳، ۲۴۵

تحفۃ المحتاج ۱۵۹

تحفۃ الودود باحکام المولود ۳۴۸

تخریج ادلۃ التنبیہ ۳۷۲

تذکرۃ الحفاظ ۳۷۴

ترجمۃ الشیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ ۳۷۰

ترجمہ صاحبِ منتقی الاخبار ۲۳

(جامع) ترمذی ۲۰، ۱۶۱، ۳۷۵

تعلیقۃ علی سنن البیہقی ۳۷۰

تعلیقۃ للشقات ۳۶۹

تفسیر ابن تیمیہ ۳۱۶

تفسیر سورۃ الاخلاص ۔ ۱۴۳، ۲۱۷، ۲۲۵، ۲۲۷

۳۳ ۔ ۲۳۱، ۳۱۵

تفسیر سورۃ النور ۳۹، ۱۴۳، ۳۱۵

تفسیر معوذتین ۳۱۵

التکمیل فی معرفۃ الثقات ۳۷۲

تورات ۔ ۶۸ ۔ ۲۶۶، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۶، ۲۷۹

۲۸۰، ۲۸۲

التوسل والوسیلہ ۲۰۲

تہافۃ الفلاسفہ ۲۲۱

تہذیب سنن ابی داؤد ۳۴۸

تہذیب الکمال ۳۰

(ج)

جامع العلوم (شرح اربعین) ۳۷۵

جلاء الافہام ۳۴۸

جلاء العینین ۔ ۷۵ ۔ ۷۳، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۶۰

۱۶۳، ۱۷۸، ۱۷۹

الجمع بین رأی الحکیمین ۲۲۲

الجمع بین الصحیحین ۳۸

الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح ۔ ۱۴۳، ۲۵۹

۲۶۱، ۲۸۴ ۔ ۲۶۳، ۲۸۷، ۲۸۹، ۲۹۰، ۳۱۴

۳۴۹

الجواب الکافی ۳۴۸

(ح)

حجۃ اللہ البالغہ ۳۲۲، ۳۳۴، ۳۳۹ ۔ ۳۳۶، ۳۶۵

الحکم (لابن عطاء اللہ) ۹۶

(خ)

خطط مصر ۲۸، ۱۰۱

خلاصۃ قاموس ۱۶۱

خیر الزاد ۳۶۵

(د)

الدرّۃ الفاخرہ ۷۲

الدرر الکامنہ ۳۶۸ ۔ ۳۶۶، ۳۷۵

دقائق ۲۲۱

دیوان ابوحیان مفسّر ۱۵۲

(ذ)

ذیل تذکرۃ الحفاظ ۳۷۳

ذیل طبقات الحنابلہ ۱۲۶، ۳۶۹، ۳۷۵

(ر)

الرد الاقوم ۶۹، ۷۱، ۷۷

الرد علی ابی حیان النحوی ۳۷۰

الرد علی الاخنائی ۱۹۵، ۲۰۰، ۲۱۲، ۲۱۳

الرد علی البکری ۔ ۹۵ ۔ ۱۹۱، ۲۰۲ ۔ ۱۹۷، ۲۱۰

۲۱۱، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۲۵، ۲۳۳، ۲۳۵

الرد علی المنطقیین ۔ ۱۳۶، ۲۲۵، ۲۲۸، ۲۳۴

۴۲ ۔ ۲۴۰، ۵۳ ۔ ۲۴۶، ۵۷ ۔ ۲۵۵، ۳۱۴

۳۴۹

الرد الوافر ۔ ۱۳۰ ۔ ۱۲۸، ۱۳۵، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۵۸

۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۶، ۱۸۰

رسالہ الاخنائیہ ۱۲۰

رسالہ ازہریہ ۳۱۷

رسالہ بغدادیہ ۳۱۷

رسالہ تدمریہ ۳۱۷

رسالہ حمویہ ۳۱۷

رسالہ رأس سیدنا الحسین رضی اللہ عنہ ۱۰۵

رسالہ رفع الملام عن الأئمۃ الأعلام ۱۰۸، ۱۱۰

رسالہ زیارۃ القبور ۲۰۶، ۲۰۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالہ العبودیہ ۱۸۱، ۱۸۸

رسالہ القیاس ۳۱۶

رسالہ کیلانیہ ۳۱۷

رسالہ المحنہ ۷۹، ۸۶، ۸۷

رسالہ الواسطۃ بین الخلق والحق ۔ ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰

رسالہ واسطیہ ۳۱۷

روح المعانی ۱۶۰

روضۃ المحبین ۳۴۸

(ز)

زاد المعاد ۔ ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۷۲، ۵۱ ۔ ۳۴۸، ۳۵۶

زبور ۲۷۲، ۲۷۹، ۲۸۰

الزواجر عن اقتراف الکبائر ۱۵۹

زوائد ابو یعلی ۳۷۲

زوائد طبرانی ۳۷۲

(س)

سفرنامہ ابن بطوطہ ۱۵۴

سفرنامہ اقشہری ۱۴۴

سنن ابی داؤد ۱۱۶

السیاسا (تاتاری قانون) ۲۸

(ش)

شرح اصبہانیہ ۳۱۷

شرح الفیہ (ابن مالک) ۳۷۰

شرح ترمذی ۳۷۵

شرح جزریہ ۱۶۱

شرح شاطبیہ ۱۶۱

شرح شفاء ۱۶۱

شرح شمائل ترمذی ۱۶۱

شرح فقہ اکبر ۱۶۱

شرح ماذبان جائعار، ۳۷۵

شرح المہذب ۳۰

شرح مسلم (نووی) ۳۰، ۱۱۱

شرح نخبہ ۱۶۱

شرح وقایہ ۱۴۹

شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام ۳۷۰

شفاء العلیل ۳۴۸

(ص)

الصارم المسلول علی شاتم الرسول ۴۳، ۸۷

الصارم المنکی فی الرد علی السبکی ۳۷۰

صحاح ستہ ۳۸، ۳۰۳

صحیحین ۳۰۳

صراط مستقیم (ملفوظات سید احمد شہیدؒ) ۱۶۶

الصواعق المحرقہ ۱۵۹

الصواعق المرسلہ ۳۴۸

(ط)

طبرانی ۳۷۳

طبقات الاطباء ۲۲۰

طبقات الامم ۲۲۰

طبقات الحنابلہ ۳۴۴، ۳۷۵

طبقات الشافعیہ ۳۷۲

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۔۔۔ ۲۱، ۱۲۰، ۳۱۲

الطرق الحکمیہ ۳۴۸

طریق الہجرتین ۳۴۸

(ع) (غ)

عدۃ الصابرین ذخیرۃ الشاکرین ۳۴۸

العقود الدریہ ۳۶، ۳۷، ۳۹، ۱۱۹

العقیدۃ الحمویۃ الکبریٰ ۴۴

عقیدۂ واسطیہ ۶۷، ۶۸

علوم الحدیث ۳۷۲

عمدۃ الاحکام ۳۰

عمدۃ التفسیر عن الحافظ ابن کثیر ۳۷۲

عمدۃ القاری ۱۸۰

غنیۃ الطالبین ۸۳

(ف)

فتاویٰ ابن تیمیہ ۔ ۱۰۸، ۱۱۱، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۴۱، ۳۴۲

الفتاوی الفقہیہ والحدیثیہ ۱۵۹

فتح الباری (ابن حجر) ۱۳۷، ۱۵۹

فتح الباری (شرح بخاری ابن رجب) ۳۷۵

فتوحات مکیہ ۶۸، ۷۲، ۱۵۷

فتوی حمویہ ۴۷

الفرقان بین الحق والباطل ۷۰، ۷۱

فصوص الحکم ۔ ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۷، ۱۵۶

فضل علم السلف علی الخلف ۳۷۵

فلسفۃ الاخلاق فی الاسلام ۱۳۶

الفوائد ۳۴۸

فہرست ابن ندیم ۲۲۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۹، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۵، ۱۷۹-۱۷۷

(ل)

لحاظ الالحاظ ۳۷۴، ۳۷۵

اللطائف فی وظائف الایام ۳۷۵

(م)

متن قطب الدین ابو المعالی اشعری ۳۹

مجموعۃ الرسائل الکبریٰ ۴۴، ۲۲۶

مجموعۂ رسائل ۱۸۸، ۲۰۶

مجموعۂ علمیہ ۷۹، ۸۶

مجموعہ فرج اللہ زکی ۵۰

مجموعہ مکاتیب شاہ ولی اللہؒ ۱۶۳

المحرر فی الاحکام ۳۶۹

مدارج السالکین ۔ ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۷۵، ۱۷۷، ۱۸۰

۱۸۸، ۳۴۸، ۳۴۹

مرقاۃ (شرح مشکوٰۃ) ۱۶۱، ۱۸۸

مزامیر داؤد ۲۷۱

مسانید ۳۰۳

المستصفیٰ ۲۴۴، ۲۴۵

مسلم شریف ۱۱۶، ۱۵۷

مسند امام احمد ۳۸، ۱۱۶، ۳۰۳، ۳۷۲

مسند الشیخین ۳۷۲

مشکوٰۃ ۱۶۱، ۱۸۸

مشکوٰۃ الانوار ۱۵۸

المضنون بہ علی اہلہ ۱۵۸

المضنون بہ علی غیر اہلہ ۱۵۸

مطالع النجوم ۷۲

معارج القدس ۱۵۸

معارج الوصول ۲۲۶

المعتبر ۲۲۱

معجم (ذہبی) ۳۶۶

مفتاح دار السعادہ ۳۴۸

مقاصد الفلاسفہ ۲۴۵

مقدمہ ابن خلدون ۲۵۵

مقدمہ ابن الصلاح ۳۰

مکتوبات امام ربانی ۱۵۵، ۱۵۷

الملل والنحل ۲۲۱

منازل السائرین ۱۶۱، ۱۶۵، ۱۸۸، ۳۴۸

مناسک حج المشاہد ۱۹۷

مناقب ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ۔ ۱۶۳

منتخب من البیہقی ۳۷۰

منتخب من مسند الامام احمد ۳۷۰

منتخب من سنن ابی داؤد ۳۷۰

المنتقی ۲۸۶

منتقی الاخبار ۳۳، ۳۴

منتقی من تہذیب الکمال (للمزی) ۳۷۰

منطق الشفاء ۲۲۲

منہاج السنۃ ۔ ۱۴۳، ۲۵۹، ۲۸۴، ۲۸۶، ۹۸-۲۹۰

۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۶، ۳۰۹-۱۲، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۲۹

منہاج الکرامہ ۲۸۴، ۲۸۶، ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۱۱

منہاج الوصول إلی علم الأصول ۳۱۷

الموافقات ۳۷۶

میزان الاعتدال ۳۰

(ن)

النبوات دیکھئے کتاب النبوات

الندوہ (رسالہ) ۲۲۲

نزہۃ الخواطر ۱۴۶

نفحۃ الارواح ۳۴۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقض المنطق ـ ۲۲۷، ۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۹، ۲۴۴، ۲۴۶، ۲۴۸، ۲۵۳، ۲۵۴

نیل الاوطار ۳۳، ۳۴

(و)

الوابل الصیب ۱۷۶

وفیات الاعیان ۱۲۰

(ھ)

ہادی الأرواح ۳۴۸

ہدایہ ۱۴۹

الھدی والسنن فی احادیث المسانید والسنن ۲۷۲

مقامات

(الف)

اُحد ۳۶۲

آرمینیا ۳۲

اسکندریہ ۹۶، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲

افغانستان ۱۶۱

اوطاس ۳۶۳

ایران ۲۵، ۴۷، ۲۲۳، ۳۰۱

ایشیاء ۲۸

ایشیاء کوچک ۳۲

(ب) (پ)

الباب الصغیر (مقبرہ دمشق) ۳۷۵

بادیۃ الشام (صحراء) ۳۲

(میدان) بدر ۳۰۸

بُرج مصر ۷۹

بصرہ (عراق) ۳۲، ۱۸۴

بصری (شام) ۲۷۱

بغداد ـ ۲۱، ۲۵، ۳۲، ۳۳، ۶۵، ۱۱۸، ۱۶۰، ۱۹۵، ۲۲۳، ۲۹۱، ۳۷۴

بیت المقدس ۳۶۸

بمبئی ۲۴۶، ۳۱۶

بیرہ (دمشق) ۵۶

پاکستان ۱۲

(ت) (ٹ) (ث)

تبوک ۱۳۱

تستر ۲۱۱

ٹھٹھ ۱۶۳

ثنیات الوداع ۳۶۳، ۳۶۴

(میدان) ثقحب ۶۰

(ج) (چ)

(عین) جالوت ۲۲

جُب (قیدخانہ، مصر) ۷۹

جرد (پہاڑ) ۶۳، ۶۴، ۶۵

الجزیرہ ۳۲، ۳۵، ۲۹۰

جندیساپور ۲۲۰

جوزیہ ۳۴۷

چین ۱۲۶

(ح)

حجاز ۲۴، ۲۵، ۲۱۱

حرّان ۳۲-۳۵، ۲۲۰

حرمین شریفین ۱۹۶

(محلہ) حسینیہ ۱۰۵

حطین ۲۶۰

حلب ۲۱، ۳۶، ۴۸، ۶۵، ۲۹۰

حماۃ ۴۳، ۴۸

حمص ۴۹

حنین ۳۶۲

حوران ۵۵

(خ)

خراسان ۲۵، ۲۱۱، ۲۹۰

خیبر ۱۳۱

(د)

دارالحدیث دیکھئے السکریہ

دارالسعادۃ (شام) ۱۱۴

دائرہ شاہ علم اللہؒ (رائے بریلی) ۱۳

دجلہ ۲۱، ۳۲

دریائے نیل ۲۲

دمشق ـ ۲۱، ۲۲، ۲۶، ۳۴-۳۶، ۴۱، ۴۳، ۴۷-۴۹، ۵۱-۵۶، ۵۸-۶۲، ۶۵، ۶۷، ۷۰، ۷۸، ۷۹، ۸۴، ۸۹، ۹۷، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۱۷، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۵۴، ۱۹۵، ۲۱۴، ۲۶۰، ۳۴۵، ۳۶۸، ۳۷۱، ۳۷۳-۳۷۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوآبہ دجلہ وفرات ۲۱، ۳۲

دیار بکر ۳۲

دیار ربیعہ ۳۲

دیار مضر ۳۲

(ر)

رائے بریلی ۱۳

الرقہ (البیضاء) ۳۲

رکن (مقام مقدس) ۱۳۳

روم ۲۲۰

الرہا (ایڈیسا یا اوفا) ۳۲

(س)

السکریہ (دارالحدیث دمشق) ۳۴، ۳۶، ۴۱، ۴۳

سندھ ۱۶۳

سوڈان ۲۳، ۲۵

سوق الخیل (دمشق) ۱۲۵

(ش)

شام ۱۶، ۱۷، ۲۲-۲۷، ۳۰، ۳۵، ۳۸، ۳۹، ۴۳

۴۸، ۵۲، ۵۳، ۵۵-۵۸، ۶۴، ۶۸، ۷۲، ۷۸

۸۲، ۸۵، ۸۸، ۸۹، ۹۱، ۹۸، ۱۰۳-۱۰۰، ۱۲۵

۱۳۱، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۵، ۱۵۴، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۱۱

۲۱۵، ۲۱۶، ۲۳۲، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۷۸، ۲۸۴، ۲۹۰

۳۰۰، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۷۱

(ص ط)

(محلہ) صالحیہ (دمشق) ۵۲، ۶۵، ۹۱، ۳۶۸

الصوفیہ (مقبرہ - دمشق) ۳۴، ۱۲۵، ۳۷۳

طرابلس ۲۴

طور ۱۹۴

(ع)

عادلیہ ۱۲۰

عالم اسلام (اسلامی ممالک) - ۲۱، ۲۴، ۳۵، ۴۸

۱۵۳، ۲۱۰، ۲۲۱-۲۱۸، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۳۳، ۲۴۴

۲۵۲، ۲۵۷، ۲۶۰، ۳۱۸، ۳۲۵

عراق - ۲۱، ۲۵، ۳۲، ۳۵، ۴۷، ۵۳، ۵۷، ۱۱۸،

۱۳۱، ۱۶۰، ۲۱۱، ۲۹۰

عرب ۵۷، ۲۷۸، ۳۰۱، ۳۶۴

عرفات ۱۹۸، ۳۰۲، ۳۰۴

علیقہ (شام) ۲۱۵

(غ)

غدیر خم ۳۰۳

غزہ ۷۸

(ف)

(دریائے) فرات ۲۱، ۲۳، ۳۲، ۵۷، ۶۱

فلسطین ۱۶، ۱۷، ۲۶۰

(ق)

قاذان ۱۲۱

قاہرہ - ۲۳، ۲۴، ۵۶، ۸۶، ۹۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۹۵

۲۱۴، ۲۱۵، ۳۱۵

قبرص (سائپرس) ۱۶، ۶۴، ۶۵، ۲۶۱

قسطنطنیہ ۲۶۰

قصاصین ۱۱۵

قلعۂ دمشق - ۵۲، ۵۳، ۶۰، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۴،
۱۲۶

قلعۂ مصر ۷۸، ۹۶

(نہر) قلوط ۶۲

(ک ل)

کربلا ۱۹۶

کردستان ۳۲، ۱۵۹

کرک ۹۸

کسروان ۶۳، ۶۴

کوفہ ۳۳۴

لاہور ۲۱۴

لکھنؤ ۳۱۵

(م)

مجدل (شام) ۳۷۱

مدینہ طیبہ ۳۰۴، ۳۳۴، ۶۰-۳۵۹، ۶۵-۳۶۳

مشہد ۱۹۶

مصر - ۲۸-۲۲، ۳۰، ۳۱، ۳۵، ۳۹، ۴۴-۵۳، ۵۸

۵۸-۵۵، ۶۴، ۶۵، ۶۷، ۶۸، ۷۹-۷۷، ۸۳

۸۵، ۸۹، ۹۱، ۹۲، ۹۸-۹۶، ۱۰۷-۱۰۰، ۱۱۳

۱۱۴، ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۵، ۱۵۹، ۱۶۱

۱۹۵، ۱۹۶، ۲۱۱، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۸۶

۳۱۶، ۳۱۸، ۳۴۹، ۳۷۴-۳۷۲

معان ۴۲

مغرب اقصیٰ ۱۹۶

مقابر الصوفیہ دیکھئے الصوفیہ

مقام ابراہیم ۱۳۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکۂ معظمہ ۔ ۱۵۹، ۱۶۱، ۳۴۶، ۳۶۰، ۳۶۳، ۳۶۷
منقیہ ۲۱۵
موصل ۳۲

(ن)

نبک ۴۹
نجف ۱۹۶، ۲۱۴
نصیبین ۳۲
(دریائے) نیل ۲۲

(ہ)

ہندوستان ۔ ۱۲، ۱۳، ۱۹، ۴۶، ۷۵، ۲۱۴، ۲۲۳، ۲۸۲، ۳۰۱، ۳۴۹، ۳۶۹
ہرات ۱۶۱

(ی)

یمن ۱۲۶، ۲۱۱، ۳۰۰
یورپ ۲۸، ۲۵۸، ۲۶۰
یونان ۔ ۱۵، ۱۶، ۴۰، ۴۵، ۴۶، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۴
۳۱-۲۲۵-۳۵، ۲۳۳-۴۴، ۲۴۲، ۲۴۶، ۲۵۸، ۳۱۰

متفرقات

مدارس ومعاہد اور ادارے:

انصار السنہ ۔ قاہرہ ۳۱۵
جامع ازہر ۱۵۸، ۱۶۱
جامع سوریہ ۱۲۵
کتب خانہ مدرسۂ کاملیہ ۔ دمشق ۳۰
کتب خانہ ندوۃ العلماء ۔ لکھنؤ ۳۷۵
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ ۳۱۵
المجمع العلمی العربی ۔ دمشق ۱۳۰
مدرسہ ام الصالح دمشق ۳۷۱
مدرسہ تنکزیہ دمشق ۳۷۱
مدرسہ جوزیہ، دمشق ۳۴۵
مدرسہ حنبلیہ دمشق ۴۳، ۱۱۵
مدرسہ صالحیہ دمشق ۹۸
مدرسہ صدریہ ۳۴۷، ۳۶۸
مدرسہ ضیائیہ ۳۶۸
مدرسہ قصاصین ۱۱۵

مدرسہ کاملیہ ۔ دمشق ۳۰
المکتبۃ الظاہریہ دمشق ۷۹، ۱۲۰
ندوۃ العلماء ۔ لکھنؤ ۳۷۵

مذاہب وتحریکات ونظریات:

اشراقیت ۔ اشراق ۱۹، ۶۸، ۹۶
اشعری عقیدہ ۳۹، ۱۵۳
اعتزال ۳۱۱
افلاطونی تصورات ۔ افلاطونیت ۱۷، ۹۱
باطنیت ۱۹
بودھ مذہب ۲۴۳
(عقیدۂ) تجسیم ۴۶، ۱۵۴
تصوف ۔ ۶۸، ۷۰، ۹۶، ۹۹، ۱۳۴، ۱۵۵، ۱۶۱
۱۶۵، ۳۲۸، ۳۴۹
(عقیدۂ) تنزیہ ۴۵
جاہلیت ۱۸، ۲۷، ۳۸، ۶۲، ۱۹۰
جاہلیت وثنیہ ۲۱۷، ۲۱۸
جوگ ۱۹
(مسئلہ) حلف بالطلاق ۱۴-۱۱۲
دین نصاریٰ ۸۶
رومی بت پرستی ۲۶۲
(مسئلہ) زیارت قبر نبویؐ ۱۱۵، ۱۵۱
ستارہ پرستی ۲۳۴
شرک ۱۸
شریعت اسلامیہ، شریعت محمدی ۔ ۱۴، ۱۴۲، ۲۰۱
طریقۂ رفاعیہ ۶۶
عقائد اہل سنت ۱۵۳، ۱۵۷
عقلی ظاہریت ۱۴، ۱۹
عقیدۂ اہل تشیع، شیعیت ۔ ۱۹۳، ۲۵۹، ۲۸۴، ۳۱۱
عقیدۂ تثلیث ۲۷۳
عقیدۂ حلول ۱۹، ۷۲، ۷۴، ۷۵، ۱۳۴، ۱۹۵
عقیدۂ سلف ۹۱
عقیدۂ وحدۃ الوجود، عقیدۂ اتحاد ۔ ۱۹، ۶۷،
۷۲ ۔ ۷۰، ۹۶، ۱۰۰، ۱۲۱، ۱۳۴، ۱۵۵، ۱۸۰
۱۸۶، ۱۹۵، ۲۷۳
فقہ حنبلی ۳۴۵
گوسالہ پرستی ۶۹
مبحث امامت (شیعہ) ۳۰۹
مجوسی عقائد ۱۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذاہب فقیہہ، مذاہب اربعہ ۔ ۳۰، ۳۱، ۸۴، ۹۱، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۴، ۱۳۷، ۱۵۲، ۳۲۵

مذہب حنبلی ۔ ۳۳، ۹۱، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۶۲، ۳۴۲، ۳۴۵

مذہب شافعی ۳۱

مسئلہ تقدیر ۱۳۲

مسئلہ توسّل ۲۰۲، ۲۰۶

مسئلہ شدِّ رحال ۱۱۵، ۱۳۰

مسیحیت، عیسائیت ۱۶، ۶۴-۲۵۹، ۲۷۵

یونانیت، تفلسف ۱۴

مذہبی و اصطلاحی الفاظ:

ابن، روح القدس، تثلیث ۷۲-۲۶۹

اقانیم ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۷۳

بپتسمہ ۲۷۰

جزیہ ۱۳۱

حلول، اتحاد ۷۳-۲۷۱

سنت یوسفی ۱۰۴

قنوت نازلہ ۵۸، ۱۰۳

مشاجرات صحابہ ۱۶۳

مفرد، متمتع، قارن ۳۵۹

مساجد و معابد:

بیت اللہ شریف، خانۂ کعبہ، مسجد حرام ۔ ۱۱۵، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۶، ۱۹۷، ۳۱۰

بیت المقدس، مسجد اقصیٰ ۔ ۱۰۷، ۱۱۵، ۲۶۰، ۲۶۶، ۳۶۸

جامع اموی، دمشق ۔ ۳۴، ۳۶، ۴۲، ۴۷، ۵۲، ۱۲۴، ۱۵۴

جامع حسینی ۱۰۶

جامع مسجد دمشق ۵۲، ۵۵، ۶۰، ۱۲۴، ۳۴۸

جامع مسجد غزہ ۷۸

جامع مظفری، دمشق ۳۶۹

مسجد جوزیہ ۔ دمشق ۳۴۷

مسجد نبوی ۱۱۵، ۱۱۶

علوم:

اصول تفسیر ۳۱۶

اصول حدیث ۳۱۶، ۳۶۷، ۳۶۸

اصول فقہ ۔ ۳۸، ۱۲۷، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۶۷، ۳۶۸

الٰہیات ۱۴، ۲۲۴، ۲۲۶-۲۸، ۲۵۸

تاریخ ۱۲۷

تفسیر ۔ ۳۸، ۱۲۷، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۶۵، ۳۶۷، ۳۷۱

حدیث ۔ ۳۸، ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۶، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۶۵، ۳۶۷

ریاضیات ۲۲۴، ۲۳۰

(علم) سیر و آثار ۱۲۷

طبعیات ۲۲۴، ۲۳۰، ۲۵۸

عربیت ۳۷

عقلیات، علوم عقلیہ ۔ ۴۰، ۴۱، ۲۲۸، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۳، ۲۵۶، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۲۶، ۳۲۷

علم ادویہ ۳۲۰

علم استقراء ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۸، ۳۲۳

علم اسماء الرجال ۔ ۱۲۷، ۱۲۸، ۲۶۷، ۲۸۵، ۳۱۶، ۳۱۷

علم الاصنام (دیومالا) ۲۴۰، ۲۶۳

علم تصریف ۲۴۶، ۳۲۰، ۳۶۵، ۳۶۷

علم جرح و تعدیل ۲۶۷، ۲۸۵، ۳۱۶، ۳۶۷

علم الخلاف ۱۲۷، ۱۵۲

علم عقائد ۱۹ ۔ ۳۱۷، ۳۲۱، ۳۲۲

علم فرائض ۳۸

علم فقہ ۔ ۳۳، ۳۸، ۱۲۷، ۱۳۶، ۱۵۲، ۳۱۳، ۳۱۷، ۳۴۹، ۳۶۵، ۳۶۷، ۳۷۱

علم نباتات ۳۲۰

علم کلام ۔ ۱۶-۱۴، ۳۹، ۴۰، ۷۰، ۷۵، ۱۲۷، ۱۸۹، ۲۱۹، ۲۳۷، ۲۴۳، ۲۶۱، ۲۶۲، ۳۱۱، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۳۲، ۳۴۵، ۳۴۹، ۳۶۵

علم الکیمیاء ۳۲۰

علوم اسلامیہ ۔ علوم شریعت ۔ ۳۸، ۲۵۱، ۳۱۳، ۳۴۵، ۳۵۰، ۳۶۵

علوم یونان ۲۱۹، ۲۲۳، ۲۵۰، ۲۵۶

فقہ حنفی ۳۸

فلسفہ ۔ ۱۴، ۱۵، ۳۲، ۴۰، ۴۶، ۶۸، ۷۰، ۷۵، ۱۸۹ ۔ ۲۴، ۲۱۹، ۲۲۶، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۴۴-۴۳، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۵۸، ۲۶۱، ۲۷۳، ۳۱۱ ۔ ۲۳، ۳۱۹ ۔ ۲۹، ۳۲۶

فلسفۂ الٰہیات ۱۵

فلسفۂ مشائین ۲۳۳

فلسفۂ یونان ۔ ۱۵، ۴۵، ۹۶، ۱۳۶، ۲۱۹ ۔ ۲۴، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۳۲-۳۶، ۲۴۲، ۲۴۳

فن طب ۲۲۹

فن عروض ۲۴۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(علم) لغت ۲۰، ۳۷، ۱۲۷، ۱۶۲، ۲۸۱، ۳۲۰
مسیحی علم کلام ۲۶۲
منطق ۔ ۴۰، ۱۸۹، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴،
۵۳ ۔ ۲۴۴، ۲۵۵، ۲۵۷، ۲۵۸
(علم) نحو ۔ ۲۰، ۳۷، ۱۲۷، ۱۳۶، ۱۵۱، ۱۶۲، ۲۸۳
۲۸۱، ۳۲۰، ۳۶۵، ۳۶۷، ۳۷۱
ہندوستانی فلسفۂ اشراقیت ۱۹
یونانی اصطلاحات ۱۵
یونانی علوم ۳۲
یونانی فلسفۂ اشراقیت ۱۹
یونانی منطق ۱۳۶، ۲۴۷، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۸

مطابع:

مطبع احمدی ۱۶۳
مطبعۂ امیریہ ۔ مصر ۲۸۶
مطبع انصار السنۃ ۔ قاہرہ
مطبع بولاق ۔ مصر ۱۶۱
مطبعۂ حسینیہ مصریہ ۱۸۸
مطبعۂ خیریہ ۔ مصر
مطبعۂ سلفیہ ۔ مصر ۲۰۰
مطبعۂ قیمہ ۔ بمبئی ۲۴۶، ۳۱۶
مطبعۂ کردستان ۔ مصر ۱۵۹
مطبع مصطفےٰ البابی الحلبی ۳۷۵
مطبعۂ میمنیہ ۔ مصر ۳۵۶
مطبع نظامی ۶۰ ۔ ۳۵۸، ۳۶۲

جنگ، اہم و تاریخی واقعات وحوادث:

تاتاری یورش ۳۳۵، ۳۷۳
جنگ خیبر، غزوۂ خیبر ۱۳۱، ۳۶۳
جنگ بدر ۳۰۸
حجۃ الوداع ۳۵۹
سریہ ۳۰۸
صلیبی جنگ ۲۸، ۱۰۳، ۲۶۰
غزوات ۲۰۷، ۳۰۸، ۳۶۰، ۳۶۳
غزوۂ احد ۳۶۲
غزوۂ اوطاس ۳۶۳
غزوۂ تبوک ۳۶۳، ۳۶۴
غزوۂ حنین ۳۶۳
غزوۂ فتح (مکہ) ۳۶۴
فتنۂ علوم سینہ ۱۹

مغازی ۳۶۵
واقعۂ صلیب ۳۰۸
واقعۂ قاذان ۱۲۱

ادوار وعہود اور سلطنتیں:

اسلامی حکومتیں ۲۵، ۳۸
اسلامی عہد ۳۸، ۲۳۵
ایوبی دور سلطنت ۔ سلطنت ایوبیہ ۱۷، ۲۶
باطنی سلطنت ۱۹۶
حکومت سعودیہ ۳۱۸
زنگی دور سلطنت ۱۷
سلطنت ترکی ۳۲
سلطنت عباسیہ ۲۲۰
سلطنت کسریٰ وقیصر ۱۷۱
عبیدی سلطنت ۱۹۶
عہد قسطنطین ۲۶۴
عہد نبوت ۲۶۷
عیسائی سلطنت ۲۶۰، ۲۶۴

مشاہد، مزارات ومقابر:

روضۂ دمشق ۳۶۹
قبر ابو عمر ۱۹۵
مدفن سیدہ زینب ۲۱۴
مدفن سیدہ سکینہ ۲۱۴
مدفن حضرت علیؓ ۲۱۴
مزار سید علی ہجویری ۲۱۴
مقبرہ الباب الصغیر، دمشق ۳۴۹، ۳۷۵
مقبرہ الصوفیہ، دمشق ۳۷۳

دیگر متفرقات:

اسرائیلیات ۳۷۲، ۳۷۳
اسلامی تہذیب ۲۹
اصیل گھوڑے ۱۷۲
بت، مورتی ۲۰۷، ۲۱۶، ۲۳۱، ۲۶۳
چاندی ۱۷۲، ۱۹۸، ۲۵۳، ۲۵۴
چوسر ۸۸
چنگیزی عادات ۲۸
درس نظامی ۲۲۳
درہم ۱۳۹
دیبی دیوتا ۲۳۰
دینار ۱۳۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفاعی سلسلہ ۱۹

ستارہ کو اکب ۲۳۰، ۲۳۱

سونا ۱۷۲، ۱۹۸، ۲۵۳، ۲۵۴

سیسہ ۲۵۳، ۲۵۴

شطرنج ۸۸

صلیب ۶۴، ۲۶۰

عربی (زبان) ۲۷، ۱۱۵، ۱۶۳، ۲۵۱

عربی معاشرت ۲۹

عرش ۳۰۸

غدیر خم، یوم خم ۳۰۳، ۳۰۴

کنجشک (چڑیا) ۱۴۶

منجنیق ۵۲

یوم عرفہ ۳۰۳، ۳۰۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ